لاش کا قتل

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

اشتیاق احمد

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	**لاش کا قتل**
نمبر	انسپکٹر جمشید سیریز 790
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	280 روپے

ISBN 978-969-601-102-6

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز
A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی۔
0300-2472238, 32578273, 34268800
ای میل: atlantis@cyber.net.pk
www.inspectorjamshedseries.com

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34268800
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com

دو باتیں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ ...

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ: آج رات ایک خاتون نے فون پر ایک پرانے ناول کے بارے میں باتیں کیں ... ناول کا نام ہے باطل قیامت! کہنے لگیں ... آپ کا یہ ناول جب بھی پڑھتی ہوں ... بہت حیرت ہوتی ہے ... ان کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ ناول انہوں نے کئی بار پڑھا تھا ...

ہمارے ایک دوست ہیں حسور حیدر صاحب ... ہیں بھی محکمہ پولیس میں ... ناولوں کے اس قدر شوقین ہیں کہ ایک ایک ناول کو کئی بار پڑھ چکے ہیں... کچھ دن پہلے ان سے ملاقات ہوئی تو کہنے لگے ... آپ کا ناول باطل قیامت جب بھی پڑھتا ہوں ... بہت حیران ہوتا ہوں ... اس کے بعد وہ بہت دیر تک باطل قیامت کی باتیں کرتے رہے ... اور میں ان کی دلچسپیوں پر سر دھنتا رہا ... ناولوں میں وہ ایسی ایسی باتیں بتاتے ہیں جو خود مجھے بھی معلوم نہیں ہوتیں ...

ان کا ایک کمال اور ہے ... مجھے اپنے کسی ناول کی ضرورت ہوتی ہے... تو انہیں فون کر دیتا ہوں ... کہ بھئی فلاں ناول میرے پاس نہیں ہے اور مجھے اس کی بہت ضرورت ہے ... یہ سنتے ہی فوراً

کہتے ہیں ... آپ فکر نہ کریں... میں کہیں نہ کہیں سے حاصل کر کے آپ کو بھیج دوں گا۔

اور سنیے ... گزشتہ دنوں ایک صاحب کا خط موصول ہوا ... انہوں نے لکھا تھا ... میرے پاس آپ کے ساڑھے چھ سو ناول ہیں ... پہلی اشاعت والے موجود ہیں ... یعنی پرانے سرورقوں والے ناول ... اور ان کو میں نے بہت حفاظت سے رکھا ہوا ہے ان پر کور چڑھا رکھے ہیں ... لیکن افسوس ... جن ناولوں کو میں نے اتنی محبت سے خریدا انہیں حفاظت سے رکھا، ان پر کور چڑھائے ... آج میں اپنی زندگی کے اس سرمائے کو فروخت کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں ... میں آج کل بہت تنگ دست ہوں ... مہربانی فرما کر میرے ان ناولوں کا کوئی خریدار تلاش کر دیں ... جو یہ تمام ناول خرید لے ... میں نے انہیں فوراً فون کیا اور پوچھا ... میں خود بھی تمام ناول خریدنے کے لیے تیار ہوں ... ہمارے فاروق احمد بھی یہ کام کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں ... آپ یہ بتائیں کہ آپ ان ناولوں کے کتنے پیسے چاہتے ہیں ... ابھی انہوں نے اس سوال کا جواب نہیں دیا اور مجھے دو باتیں لکھنا پڑ گئیں ... سو ان کا ذکر دیا ... اللہ سے دعا ہے، ان کے حالات بہتر ہو جائیں ... ان کی تنگ دستی دور ہو جائے اور وہ خوش حالی کی گود میں کھیلنے لگیں آمین ... ثم آمین۔

خط ملتا ہے

"یا اللہ رحم!" فاروق نے خوف کے عالم میں کہا۔

محمود اور فرزانہ نے اسے تیز نظروں سے گھورا، کیونکہ ابھی ابھی وہ تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچے تھے ...ان کی والدہ ناشتا میز پر لگا چکی تھیں اور خود وہ باورچی خانے میں چائے بنانے میں مصروف تھیں... ان پرسکون حالات میں فاروق کے یا اللہ رحم کہنے پر انہیں گھورنا قدرتی بات تھی:

"کیا کوئی جن بھوت نظر آ گیا ہے۔" محمود نے اسے بدستور گھورتے ہوئے کہا۔

"جن ... نہیں۔"

"تو پھر کیا کسی بچھو نے کاٹ لیا ہے۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"سردی کے موسم میں بچھو نہیں نکلتے ... ہمارے گھر میں تو ایسی

کوئی چیز ویسے بھی نہیں ہے۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''تب پھر تمہارا یا اللہ رحم سمجھ میں نہیں آیا۔'' محمود کے لہجے میں جھلاہٹ در آئی۔

''اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔'' فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''کس سے ... یا اللہ رحم کہنے سے؟'' فرزانہ نے پوچھا۔

''نہیں! تمہاری سمجھ میں نہ آنے سے۔'' فاروق اس بار دھیرے سے مسکرایا۔

''لگتا ہے ... آج رات عقل بیچ کر سوئے تھے۔''

''ہم غریب نہیں ہیں ... اور کوئی ایسی ضرورت پیش بھی آجاتی تو میں انکل خان رحمان سے ادھار لے کر کام چلا سکتا تھا ... عقل کو بیچنے کی ضرورت پھر بھی پیش نہیں آسکتی تھی۔'' فاروق منمنایا۔

''ہے کوئی تک ... بات کو کہاں لے گئے۔'' فرزانہ جل گئی۔

''میں بات کو کہیں نہیں لے گیا ... یہ مجھے لے گئی۔''

''بھاڑ میں جاؤ۔'' فرزانہ چلائی۔

''کیا بات ہے فرزانہ ... باورچی خانے میں گیس کے چولھے موجود ہیں ... یہ بھاڑ کا ذکر کہاں سے نکل آیا۔'' بیگم جمشید کی آواز

باورچی خانے سے نکلی۔

''آپ بھی کیا بات کرتی ہیں امی جان۔''

''تم جو کہو ... میں وہ بات کر لیتی ہوں ... لیکن تم لڑو نہ ... کیونکہ جس دن تم صبح صبح لڑنے لگتے ہو ... اس دن۔'' وہ کہتے کہتے رک گئیں۔

''اس دن کیا امی جان۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''اس دن کوئی کیس تمہارے پلے پڑ جاتا ہے۔''

''تو کیا امی جان ... آپ چاہتی ہیں ... ہمارے پلے کوئی کیس نہ پڑے ... جب کہ یہ تو ہمارا اوڑھنا بچھونا ہیں۔'' محمود نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

''کیا چیز ہمارا اوڑھنا بچھونا ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے غسل خانے سے نکلتے ہوئے کہا۔

''جی ... کیس۔'' فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

اور وہ مسکرا دیے۔

''لو ... وہ بات تو رہ ہی گئی ...'' محمود کو اچانک یاد آیا۔

''ہاں! ان باتوں میں بس یہی بات بڑی ہے۔'' فرزانہ نے سرد آہ بھری۔

"کون سی بات ان باتوں میں بری ہے۔" بیگم جمشید باورچی خانے سے نکلتے ہوئے بولیں... ان کے ہاتھ میں چائے کی ٹرے تھی۔

"یہی کہ جب دیکھو رہ جاتی ہیں۔" محمود نے فوراً کہا۔

"ہے کوئی تک۔" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"جی ... پتا نہیں... ویسے فاروق بتائے گا ... کوئی تک ہے یا نہیں... کیونکہ اس نے ابھی ابھی اچانک کہا ہے ... یا اللہ رحم۔"

"تو کیا ہوا ... یا اللہ رحم کہنا تو اچھی بات ہے ... ہر حال میں اللہ سے رحم مانگنا چاہیے۔" بیگم جمشید نے ٹرے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"لیکن امی جان ! فاروق سے یہ پوچھنے میں کوئی حرج بھی تو نہیں کہ اس نے اچانک یا اللہ رحم کیوں کہا ہے۔"

"نہیں ... کوئی حرج نہیں ... ضرور پوچھو۔"

"اب بتاؤ فاروق... اب تو امی جان نے اجازت بھی دے دی ہے۔"

"کیا بتاؤں ..." اس نے منہ بنایا۔

"یہ کہ تم نے یا اللہ رحم کیوں کہا ہے۔"

"وہ بات دراصل یہ ہے کہ میری دائیں آنکھ پھڑکنے لگی تھی ...

اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں خارش ہونے لگی تھی... ان دونوں کی وجہ سے میرے منہ سے نکل گیا ... یا اللہ رحم... اب مجھے کیا پتا تھا ... کہ تم بال کی کھال اتارنے پر تل جاؤ گے۔" فاروق تیزی سے کہتا چلا گیا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے تلنے کی... تلیں میرے دشمن۔"

"یا پھر تلے فرزانہ کی جوتی۔"

"دیکھو ... میری جوتی کو درمیان میں نہ لاؤ۔"

"لگتا ہے... آج تم نے ٹھیکا لے لیا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی کس چیز کا۔" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

"فضول باتوں کا ... چلو فاروق ... تم بتاؤ... تم نے اچانک یا اللہ رحم کیوں کہا اور دیکھو... ادھر ادھر کی نہ لگانا ... سیدھی بات کہنا۔"

"جی اچھا...اب آپ نے کہہ دیا ہے تو مجھے سیدھی بات ہی کہنی پڑے گی ... ویسے بھی میں بالکل سیدھی بات کہتا ہوں... اسے غلط سمت تو یہ دونوں لے جاتے ہیں ...اب آپ اسی بات کو دیکھ لیں...میں نے اتنا ہی کہا تھا، یا اللہ رحم ... بس منہ دھو کر پیچھے پڑ گئے۔"

"منہ نہیں ... ہاتھ۔" بیگم جمشید پکار اٹھیں۔

"وہ تو سبھی کہتے ہیں، امی جان۔"

"ارے تو کیا اب تم بے چاری اردو کے پیچھے پڑو گے۔"

"جی نہیں... مجھے اردو سے محبت ہے... لہٰذا اس کے پیچھے تو کسی صورت نہیں پڑسکتا۔"

"تو اور کس کے پیچھے پڑ سکتے تھے۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تم دونوں کے۔" فاروق مسکرایا۔

"میں سمجھ گیا۔" انسپکٹر جمشید نے گویا اعلان کیا۔

"اللہ کا شکر ہے ابا جان... آپ سمجھ تو گئے... ورنہ یہاں تو معاملہ یہ لگ رہا تھا... کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔"

"بات دور ہی دور ہوتی چلی جارہی ہے... اتنی دیر میں تو فاروق بھول بھی جائے گا کہ اس نے یا اللہ رحم کیوں کہا تھا۔"

انسپکٹر جمشید نے بڑا سا منہ بنایا۔

"نہیں ابا جان... آپ فکر نہ کریں... میں نہیں بھولوں گا۔"

فاروق نے بلند آواز میں کہا۔

"حد ہوگئی... اچھا بس... اب سب خاموش رہیں گے... کوئی کچھ نہیں کہے گا... صرف فاروق بتائے گا... اس نے یا اللہ رحم کیوں کہا۔"

"میں بتا چکا ہوں... میری دائیں آنکھ زور سے پھڑکی تھی اور

دائیں ہتھیلی میں خارش ہوئی تھی... وہ بھی شدید... لہٰذا میرے منہ سے نکل گیا یا اللہ رحم... کیونکہ..." وہ کہتے کہتے رک گیا۔

"کیونکہ کیا؟" محمود کے منہ سے نکل گیا۔

"میں نے کیا کہا تھا... کوئی نہیں بولے گا۔"

"مم... معافی چاہتا ہوں... غیر ارادی طو... سے نکل گیا

... کیونکہ کیا۔" محمود مسکا...

"تم مسکرا کیوں رہے ہو۔" انسپکٹر جمشید نے اسے ڈرا...

"آپ نے مسکرانے پر پابندی کب لگائی۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"اوہ ہاں! یہ تو ہے... خیر... مسکرا لو..."

"لو محمود... تمہیں تو مسکرانے کی مل گئی مکمل چھٹی۔" فاروق ہنسا۔

"اور لوں کیا... تمہارے پاس ہے کیا... دینے کو۔"

"کم از کم شاباش تو دے ہی سکتا ہے۔"

"افسوس... صد افسوس... میری نصیحت بھی پر لگا کر اڑ گئی۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"آپ نے اسے روکا کیوں نہیں۔" بیگم جمشید نے گھبرا کر کہا۔

"کس بات سے۔" انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

"پر لگا کر اڑ جانے سے۔"

"دھت تیرے کی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"ایک بار پھر میں اعلان کرتا ہوں ... سب خاموش ہو جائیں... اب کوئی کچھ نہ کہے ... ہاں فاروق اب تم بتاؤ۔"

"جب یہ دونوں علامات ایک ساتھ ظاہر ہوتی ہیں تو کوئی نہ کوئی کیس پلے پڑ کر رہتا ہے ... اس لیے میرے منہ سے نکل گیا تھا ... یا اللہ رحم۔"

"حالانکہ کیسوں سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"جی ہاں! یہ بات تو ہے۔"

عین اس لمحے ان کے دروازے پر دستک ہوئی ... ان کے ناشتا کرتے ہاتھ رک گئے ... فاروق کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمودار ہو گئے ... ان کی نظریں ایک دوسرے کی طرف سوالیہ انداز میں اٹھ گئیں ... ایسے میں فاروق نے خوف زدہ انداز میں کہا:

"نن ... نہیں ... دروازہ نہ کھولیے گا۔"

"پاگل ہوئے ہو۔" محمود جھلا اٹھا۔

"بب ... باہر کیس موجود ہے۔"

"ہے تو ہوتا رہے ... کیس سے اتنا بھی کیا ڈرنا۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"محمود ... پوچھو ... کون ہے۔"

"جی اچھا۔"

فاروق کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا ... اتنے میں محمود دروازے پر پہنچ چکا تھا۔ اس نے کہا:

"کون صاحب؟"

"مم ... میں ... میں۔" باہر سے بڑی طرح ہکلا کر کہا گیا۔

"کون ہیں۔"

"جی ... سر میں۔"

"محمود ... دروازہ کھول دو ... کوئی غریب آدمی ہے۔"

"نن نہیں ... نہیں۔" فاروق نے مارے خوف کے کہا۔

"یار چپ رہو ... کیس سے اتنا بھی کیا ڈرنا۔"

"جی اچھا ... آپ کی مرضی۔"

ادھر محمود نے دروازہ کھول دیا ... باہر ایک مزدور حلیے کا آدمی کھڑا تھا ... اس کے ہاتھ میں مزدوروں والا ٹوکرا تھا ... اور دوسرے

ہاتھ میں ایک لفافہ تھا:

"جی فرمائیے..." محمود نے نرم آواز میں کہا۔

"میں مزدوری کی تلاش میں سڑک کے کنارے کھڑا تھا... ایک صاحب آئے... انہوں نے آپ کے گھر کا دروازہ دور سے دکھایا اور کہا ... یہ لفافہ اس گھر میں دے دو... وہ تمہیں ناشتا کرائیں گے... صبح سویرے کسی غریب کو ناشتا کرانے کا یہ ان کا طریقہ ہے... یہ لفافہ مجھے انہوں نے دیا ہے... تاکہ میں کسی غریب کو اس دروازے پر بھیج دوں۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔ اور ہونقوں کی طرح محمود کی طرف دیکھنے لگا۔

"اوہ اچھا... لائیے لفافہ... اور ایک منٹ ٹھہریئے۔"

اس نے لفافہ محمود کی طرف بڑھا دیا... محمود لفافہ لے کر اندر آیا... تو انسپکٹر جمشید نے کہا:

"ہم نے اس کی بات سن لی ہے... تم اسے اندر بلا لو... بیگم تم باورچی خانے میں چلی جاؤ... اور کچھ اور چیزیں تیار کر لو۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ اٹھیں اور باورچی خانے میں چلی گئیں... محمود نے دروازے پر جا کر کہا:

"آیئے۔"

وہ ڈرتا جھجکتا اندر داخل ہوا:

"مم... میں... مجھے نہیں معلوم... اس نے مذاق کیا تھا... جو اس نے کہا... وہی بات تھی... قسم سے۔"

"کوئی بات نہیں... جس نے آپ کو لفافہ دیا... اس نے کوئی مذاق نہیں کیا۔ آپ تشریف رکھیں اور ہمارے ساتھ ناشتا کریں۔"

"میں ادھر... الگ بیٹھ جاتا ہوں فرش پر... قق..."

"ارے نہیں... ہمارے ساتھ بیٹھیں۔" انسپکٹر جمشید نے اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے کرسی پر بٹھا دیا... پھر انہوں نے محمود سے کہا:

"امی سے کہو، ان کے لیے خاص چیزیں بنائیں۔"

"کہنے کی ضرورت نہیں... یہ کام میں پہلے ہی کر چکی ہوں... اور صرف دو منٹ میں چیزیں تیار ہوں گی۔"

"بہت خوب بیگم... اب ہم سب دو منٹ بعد ہی ناشتا کریں گے۔"

"بالکل ٹھیک۔"

دو منٹ بعد ناشتے کی مزید چیزیں میز پر رکھی جا چکی تھیں... اب وہ سب ناشتا کرنے لگے... ناشتے سے فارغ ہو کر مزدور نے ان سے

اجازت چاہی... انسپکٹر جمشید نے اسے ایک لفافہ دیتے ہوئے کہا:

"یہ میری طرف سے اس لفافے کے جواب میں ایک لفافہ آپ کے لیے ہے۔"

"جی... یہ... یہ کیا۔"

"آپ کے لیے ہدیہ... شکریہ آپ جا سکتے ہیں۔"

اس نے حیرت زدہ انداز میں لفافہ لیا اور باہر جانے کے لیے مڑ گیا... اس کی زندگی میں شاید یہ پہلا گھرانہ تھا جس نے اسے اس قدر شان دار سلوک کیا تھا... اس نے لفافے میں جھانکا تو کچھ کرنسی نوٹ نظر آئے... ان کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے... پھر وہ تیزی سے باہر نکل گیا۔

ادھر انہوں نے لفافہ چاک کیا جو وہ لایا تھا... اس میں سے خط نکالا اور اس پر جھک گئے۔

ان کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں:

☆☆☆☆☆

اشتہ

"میں آپ کو فون نہیں کر سکتا... اسی لیے یہ خط لکھ رہا ہوں... ارشاد حاصل کے گھرانے میں ایک شخص کو قتل کرنے کا پروگرام ترتیب دیا جا چکا ہے... اگر آپ نے اس معاملے میں کوئی دخل نہ دیا تو ایک انسان موت کے گھاٹ اتر جائے گا اور اس کی ذمے داری قیامت کے دن آپ پر بھی ہوگی، کیونکہ میں نے آپ کو اطلاع دے دی ہے... ہاں! اگر اطلاع نہ دیتا تو پھر آپ کی ذمے داری نہ ہوتی۔

میں پتا بھی لکھ رہا ہوں... مہربانی فرما کر... یہاں آنے پر اس بات کے چکر میں ہرگز نہ پڑیں کہ خط کس نے لکھا ہے... حالات کا جائزہ لیں اور اس واردات کو ہونے سے روکیں... یہی وقت کی آواز ہے... ارشاد حاصل کا پتا ہے... 30 نورنگ آباد حاصل پور۔ شکریہ!"

انہوں نے خط کو پڑھا... ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... پھر سب سے پہلے محمود نے خیال ظاہر کیا :

" خط کی عبارت سے سنجیدگی ٹپک رہی ہے ۔"

" میرا بھی یہی خیال ہے ۔" فرزانہ نے فوراً کہا ۔

" لیکن میرا خیال ہے ... یہ کسی کا مذاق ہے اور اس خط کی بنیاد پر ہم وہاں گئے تو ہمارا خوب مذاق اڑے گا۔" فاروق نے اپنا خیال پیش کیا ۔

" ہوسکتا ہے ... یہی بات ہو ... لیکن وہاں نہ جانا بھی درست نہیں... کیا خبر یہ بات درست ہو اور بعد میں ہمیں افسوس ہو ۔" محمود نے نفی میں سرہلایا ۔

"میں تو یہی کہوں گا ... وہاں جانا بے کار ثابت ہوگا ۔"

" جان نکل رہی ہے بے چارے کی ..." فرزانہ مسکرائی ۔

"ایسی کوئی بات نہیں ... لیکن میں اس کے خلاف ہوں۔"

فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"کس کے ..."

" آنچل مجھے مار ۔"

" یہاں اس کا کیا سوال ؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

" کس کا ؟"

" آنچل مجھے مار کا ... ہمیں ایک خط ملا ہے ... ہم بغیر کسی وجہ کے تو جائیں گے نہیں ۔" محمود نے فوراً کہا ۔ فرزانہ نے اس کی تائید میں زوردار انداز میں سر ہلایا ۔

فاروق نے جلدی سے اپنے والد کی طرف دیکھا :

" آپ کیا کہتے ہیں ۔"

" خط کے الفاظ پڑھ کر سناؤ... میں ان الفاظ پر غور کرنا چاہتا ہوں۔" انہوں نے کہا ۔

" لیکن ابا جان! آپ نے ہمارے ساتھ خط پڑھا تو ہے ۔"

" اس کے باوجود میں خط کے الفاظ تم میں سے کسی کے منہ سے سننا چاہتا ہوں ۔"

محمود نے خط ہاتھ میں لے لیا اور اسے پڑھنے لگا ... پورا خط پڑھ کر محمود خاموش ہوگیا ... انسپکٹر جمشید خط مکمل ہونے پر بھی کچھ نہ بولے، وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے... ادھر وہ تینوں جواب طلب انداز میں ان کی طرف دیکھ رہے تھے ... آخر انہوں نے کہا:

" تم تینوں وہاں چلے جاؤ... حالات کا جائزہ لے کر مجھے فون کرنا ۔ اگر یہ کسی کا مذاق ہے تو کم از کم میں مذاق کا نشانہ بننے سے بچ

جاؤں گا۔"

"ٹھیک ہے ابا جان۔" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے... جلد ہی اپنی کار میں بیٹھے حاصل پور کا رخ کر چکے تھے... حاصل پور شہر سے باہر نکلتے ہی ایک چھوٹی سی الگ تھلگ آبادی تھی... یہاں ایسے لوگوں نے زمین خرید کر کوٹھیاں بنائی تھیں... جنھیں شہر کے ہنگاموں... گاڑیوں کے شور اور دھوئیں سے وحشت ہوتی ہے... اس طرح یہ آبادی پرسکون لوگوں کی آبادی تھی۔ اور ان کا اس طرف آنے کا یہ پہلا اتفاق تھا:

"پتا نہیں کیا بات ہے... مجھے ایک عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔" محمود بڑبڑایا۔

"ہونے دو... پروا نہ کرو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کس بات کی پروا نہ کروں۔"

"اس احساس کی... اور کس کی۔"

"اچھی بات ہے... نہیں کرتا پروا۔"

"فاروق کی بات چھوڑو... تم مجھے بتاؤ... کیا محسوس کر رہے ہو۔"

"جیسے کوئی ہم پر ہنس رہا ہے۔"

"یہ صرف احساس ہے... ضروری نہیں کہ ایسا ہو... اور اگر ایسا ہے... کوئی ہم پر ہنس رہا ہے تو کوئی بات نہیں... ہم اس پر ہنس لیں گے وقت آنے پر۔"

"تم نے ٹھیک کہا فرزانہ۔" محمود نے سر ہلایا۔

"ویسے میں ایک بات کہہ سکتا ہوں۔" فاروق کی آواز ابھری۔

"چلو... تم بھی کہہ ڈالو۔"

"اگر یہ کوئی اہم معاملہ ہوتا تو ابا جان ہمیں نہ بھیجتے... خود بھی ساتھ آتے۔"

"یہ بات ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی... کئی بار انہوں نے بہت اہم معاملات میں خود کو الگ تھلگ رکھا ہے... اور عین وقت پر کیس میں شامل ہوتے ہیں۔"

"تو کیا تمہارا خیال ہے... ابا جان اس بار بھی ایسا ہی کریں گے۔"

"یہ مجھے معلوم نہیں... وہ کیسا کرتے ہیں اور کیسا نہیں کرتے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ایک اور بات... ہم ایک ایسے گھر میں جا رہے ہیں... جہاں ہمیں کوئی بھی نہیں جانتا... ان حالات میں ہمارے لیے مشکلات تو ہوں

گی۔" فرزانہ نے خیال ظاہر کیا۔

"پروا نہیں ... دیکھا جائے گا۔" محمود نے کندھے اچکائے۔

"پتا نہیں ... کیا بات ہے... ہماری زندگی کیسی ہے۔" فاروق نے بُرا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیوں ... کیا ہوا ؟" فرزانہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ایک کیس ختم ہوتا نہیں کہ دوسرا شروع ہو جاتا ہے ... یہ تو ایسا ہے جیسے ہم ان کیسوں کے لیے ہی پیدا ہوئے ہیں۔"

"تو پھر کیا ہوا ... یہ تو اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ کس سے کیا کام لیتے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک ہے ..." فرزانہ نے محمود کی تائید کی۔

"اچھا بس ... میرا خیال ہے ... ہم حاصل پور پہنچ گئے ہیں۔"

فاروق کا انداز اکتایا ہوا تھا ... شاید وہ واقعی بوریت محسوس کر رہا تھا۔

ان کی کار اب ایک بڑے سے گیٹ کے قریب پہنچ گئی تھی...

گیٹ کی پیشانی پر حاصل پور لکھا تھا:

"یہ تو ایسا لگتا ہے... جیسے یہ کوئی پرائیویٹ آبادی ہے ... اور انہوں نے اس کا گیٹ تک لگوا رکھا ہے۔"

"ایسا ہی ہے ... حفاظت کے پیشِ نظر کوئی آبادی مل کر گیٹ لگوا سکتی ہے۔"

گیٹ کھلا تھا ... وہ اپنی کار اندر لیتے چلے گئے ... ابھی تک ان کا سامنا کسی سے نہیں ہوا تھا:

"کس سے پوچھیں... یہاں تو لگتا ہے ... کوئی ہے ہی نہیں ... کیا یہ مردوں کی آبادی ہے۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر دیکھا۔

"پرسکون زندگی گزارنے والے ایسے ہی ہوتے ہیں... ضرورت کے بغیر گھر سے نہیں نکلتے ... شور شرابے سے دور رہتے ہیں ... اب دیکھ لیں... پوری بستی میں کوئی ایک بندہ بھی گھر سے باہر کہیں نظر نہیں آرہا۔" فرزانہ نے جواب میں کہا۔

"ہاں! لگ رہا ہے جیسے ہم مردوں کی کسی بستی میں آگئے ہیں۔" محمود کے لہجے میں گھبراہٹ تھی۔

"تو واپس چلتے ہیں اور ابا جان سے کہہ دیتے ہیں... یہ تو مردوں کی..."

فاروق کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ...اسی وقت نزدیک ہی ایک کوٹھی کا گیٹ کھلا تھا ... اور ایک بوڑھا آدمی باہر نکلا تھا ... اس نے

کار پر ایک نظر ڈالی اور پاس سے گزرنے لگا۔ اسی وقت محمود نے کار کی کھڑکی سے سر باہر نکال کر کہا:

"معاف کیجیے گا بڑے میاں!"

"م... معاف کیا... معاف کیا... کوئی بات نہیں۔"

کوئی بات نہیں اس نے ایسے انداز میں کہا تھا جیسے کوئی اس سے ٹکرا گیا ہو اور معافی مانگ رہا ہو:

"آپ سمجھے نہیں۔"

"اچھا تو سمجھا دیں بیٹا۔" وہ ان کی طرف مڑا۔

"م... میرا مطلب ہے... آپ بتا سکتے ہیں... ارشاد حاصل صاحب کی کوٹھی کس طرف ہے۔"

"ہاں کیوں نہیں... بتانے کو میں کیا نہیں بتا سکتا۔"

فاروق نے گھبرا کر محمود اور فرزانہ کی طرف دیکھا... وہ مسکرا دیئے... پھر بوڑھے کی طرف متوجہ ہوا:

"مہربانی... بتایئے پھر۔"

"ناک کی سیدھ میں چلے جائیں... ارشاد حاصل کی کوٹھی تک پہنچ جائیں گے۔ وہ اس آبادی کی آخری کوٹھی ہے۔"

"کک... کیا کہا آپ نے... آخری کوٹھی۔" فاروق نے

کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"ہاں ہاں بھئی... میں نے یہی کہا ہے... آخری کوٹھی۔"

بوڑھا قدرے جھلا اٹھا۔

"م... میرا مطلب ہے... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

"دھت تیرے کی... ہے کوئی تک... بڑے میاں آپ کا شکریہ۔"

"کک... کوئی بات نہیں..." یہ کہہ کر وہ کچھ نہ سمجھنے کے انداز میں آگے بڑھ گیا۔

محمود نے بھی برا سا منہ بنا کر کار آگے بڑھا دی:

"ہر جگہ ناول نگار بننے کی کوشش نہ کیا کرو۔" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اچھ... اچھا۔"

"بے چارے اچھا کے دو ٹکڑے کیوں کیے۔" فرزانہ نے اسے تیز نظروں سے گھورا۔

"تم ہی بتاؤ... اور کس کے دو ٹکڑے کروں۔" فاروق نے بھنا کر جواب دیا۔

"توبہ ہے... تم دونوں سے۔"

"آہا... ہم پہنچ گئے ... وہ دیکھو ... سامنے کوٹھی کی پیشانی پر بڑے نمایاں حروف میں لکھا ہے ... ارشاد حاصل ۔"

"ویسے کیا یہ بات عجیب نہیں۔" فرزانہ کو جیسے اچانک خیال آیا۔

"کک... کون سی ۔" فاروق کے منہ سے نکلا۔

"ان صاحب کا نام ... ارشاد حاصل ہے ... اور اس آبادی کا نام بھی حاصل پور ہے ۔"

"ہاں ! یہ بات کس حد تک عجیب ضرور ہے ... خیر... معلوم ہو جائے گا ۔"

محمود نے کار کوٹھی کے دروازے کے بالکل سامنے روک دی... یہ کوٹھی اس گلی کے بالکل آخر میں اور سامنے کے رخ پر تھی ... دائیں بائیں بھی کوٹھیاں تھیں ... گو آگے جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا... اب محمود نیچے اترا۔ اس نے کوٹھی کے دروازے پر دستک دی۔ ساتھ ہی کوٹھی کے در و دیوار کو دیکھنے لگا ... وہ کافی شان دار نظر آرہی تھی اور اس کے رہنے والے ضرور مال دار لوگ تھے۔

جلد ہی دروازہ کھل گیا ... ایک بوڑھا ملازم باہر نکلا ... اس کے کندھے پر ایک کپڑا تھا... شاید وہ گھر کی صفائی کرنے پر مامور تھا... اس کے چہرے سے بے چارگی سی ٹپک رہی تھی:

"السلام علیکم ... ہمیں ارشاد صاحب سے ملنا ہے ۔"

"ن... کک... کیا ..." اس کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

"کیا فرمایا آپ نے ۔"

"ہمیں ارشاد حاصل صاحب سے ملنا ہے ۔"

"ارے باپ رے ۔"

یہ کہتے ہی اس نے کھٹ سے دروازہ بند کر دیا ... وہ دھک سے رہ گئے۔ انہوں نے بوکھلا کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ کیا ہوا... ہم کسی پاگل بستی میں تو نہیں آگئے ۔"

"کک... کیا کہا... پاگل بستی ... " فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں ہاں ... کہہ دو ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے ۔" فرزانہ نے کہا۔

"بالکل فرزانہ ... ہونے کو اس دنیا میں کیا نہیں ہو سکتا ۔"

محمود نے منہ بناتے ہوئے، پھر گھنٹی بجائی... اس بار ایک چودہ پندرہ سال کی ایک لڑکی نے دروازہ کھولا، اور لگی انہیں گھورنے ... اسے اس طرح گھورتے دیکھ کر فرزانہ کو غصہ آگیا۔

"کیا آپ نے کبھی انسان نہیں دیکھے؟"

"اچھا سوال کیا۔" لڑکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا... کہ میرا سوال اچھا ہے یا بُرا ... میں نے تو بس یہ پوچھا ہے ... کیا آپ نے کبھی انسان نہیں دیکھے۔"

"اکثر اتفاق ہوتا رہتا ہے۔" لڑکی نے پرسکون انداز میں کہا ... لیکن اس کے چہرے پر حد درجے سنجیدگی تھی۔

"تب پھر ہمیں اس طرح کیوں دیکھ رہی ہیں جیسے کبھی انسان نہ دیکھے ہوں۔"

"یہ آپ کا خیال ہے ... اور ظاہر ہے ... آپ کے خیال پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔"

"اچھا چھوڑیں... یہ بتائیں ... ارشاد حاصل صاحب ہیں۔"

"بالکل ہیں ... نہ ہونے کا کیا کام... وہ تو یہاں ہر وقت ... ہر لمحے ہوتے ہیں ..." اس نے کہا۔

"کیا آپ ہمارے سیدھے سادے سوال کا جواب سیدھا سادا نہیں دے سکتیں۔" محمود جل گیا۔

"میں تو اپنے خیال میں آپ کی ہر بات کا جواب بالکل سیدھی طرح دے رہی ہوں۔"

"مہربانی فرما کر ارشاد حاصل صاحب کو بتائیں ... کچھ لوگ ان

سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔"

"تو آپ کچھ لوگ ہیں۔" لڑکی نے فوراً کہا۔

"جی ہاں ... لیکن آپ کون ہیں۔"

"میں ارشاد حاصل صاحب کی بیٹی ہوں ...اور میرا نام اشنہ ہے۔"

"اشنہ۔" مارے حیرت کے ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں کیوں ... کیا بات ہے ... کیا اشنہ نام نہیں ہو سکتا۔"

"جی... وہ... ہونے کو تو خیر ہر نام ہو سکتا ہے۔"

"نہیں ... یہ بات نہیں ... ہر نام نہیں ہو سکتا۔" لڑکی نے پُرزور انداز میں نفی میں سر ہلایا۔

"اچھا خیر... مان لیا، آپ کا نام اشنہ ہے اور آپ ارشاد حاصل کی بیٹی ہیں۔"

"اب آپ نے درست بات کی... فرمائیے ... آپ کیا چاہتی ہیں۔"

ایسے میں اندر دوڑتے قدموں کی تیز آواز سنائی دی:

☆☆☆☆☆

تحریر

اشنہ نے چونک کر پہلے ان کی طرف دیکھا، پھر ان سے کچھ کہے بغیر اندر کی طرف دوڑ لگا دی:

"یہ اس گھر میں کیا ہو رہا ہے... پہلے ایک بوڑھا ملازم باہر نکلا تھا... وہ اوٹ پٹانگ باتیں کر کے چلتا بنا... اب یہ محترمہ آئیں تو یہ بھی اندر بھاگ گئیں اور اندر سے بھلا یہ دوڑنے کی آوازیں کیسی آ رہی ہیں۔" فاروق نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"پپ پتا نہیں... ویسے یہ گھر ہے پراسرار۔" فرزانہ ہکلائی۔

"پراسرار گھر... یہ بھی کسی ناول کا نام ہوسکتا ہے۔"

"ہوسکتا ہوگا۔" محمود چلایا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں... اب تک ہمارا آمنا سامنا ارشاد حاصل سے تو ہوا ہی نہیں۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"اندر کوئی گڑبڑ ہے... اس بات میں کوئی شک نہیں... لہٰذا

کیوں نہ ہم اندر چلے جائیں۔"

"اس طرح ہمارے خلاف میدان گرم ہو جائے گا۔"

"ہوتا ہے تو ہوتا رہے۔" فرزانہ نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا اور اندر کی طرف قدم اٹھا دیا... لیکن پھر فوراً ہی اسے رکنا پڑ گیا... سامنے سے ایک ادھیڑ عمر آدمی تیز تیز قدم اٹھاتے چلے آ رہے تھے... ان کی نظریں ان تینوں پر پڑیں تو ٹھٹک گئے:

"یہ... یہ کیا... آپ کون؟"

"جی ہمیں ارشاد حاصل صاحب سے ملنا ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"وہ تو ٹھیک ہے... لیکن یہ ملنے کا کون سا طریقہ ہے۔" اس نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ کا اشارہ کس طریقے کی طرف ہے۔" محمود نے پوچھا۔

"دروازہ کھلا ہے اور آپ اندر داخل ہو رہے تھے... وہ تو میں آ گیا... ورنہ آپ لوگ تو اندر داخل ہو گئے تھے۔"

"ہم نے دروازے کی گھنٹی بجائی تھی... ایک بوڑھے ملازم اندر سے باہر آئے۔ ہم نے ان سے کہا تھا کہ ہمیں ارشاد حاصل صاحب سے ملنا ہے... وہ چند اوٹ پٹانگ باتیں کر کے واپس چلے گئے... اس

کے بعد ایک لڑکی اشنہ نام کی باہر آئیں ...وہ بھی ہم سے سوالات کر رہی تھیں کہ اندر دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی ... وہ لڑکی بھی اندر کی طرف دوڑ گئیں...اب بتایئے... اس میں ہمارا قصور کتنا ہے۔''

''اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ بغیر اجازت اندر آجائیں... میرا خیال ہے ...مجھے پولیس کو بلانا چاہیے... آپ تینوں پولیس کا اطمینان کر دیجیے گا ... پھر میں آپ سے ملاقات کروں گا اور پوچھوں گا ... آپ کو مجھ سے کیا کام ہے۔''

''اس طرح وقت ضائع ہوگا ... آپ یونہی ہم سے پوچھ لیں ... ہم نہ چور ہیں... نہ اچکے ... یہ اطمینان رکھیں۔''

''کیسے اطمینان رکھوں... جب میں آپ کو جانتا ہی نہیں۔''

''اچھی بات ہے ... آپ وقت ضائع کرنا چاہتے ہیں تو کرلیں... بلا لیں پولیس کو ... ہم ابھی تک اندر داخل نہیں ہوئے ...دروازے سے باہر کھڑے ہیں ...لہٰذا پولیس بھلا کس جرم میں ہمیں گرفتار کرے گی ... پھر ہمارے پاس یہاں آنے کا اتنا بڑا جواز موجود ہے کہ اگر ہم اندر گڑبڑ کی آوازیں سن کر اندر داخل ہوجاتے... تب بھی ہم پر جرم نہ بنتا۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا۔

''کیا کہا ... اندر داخل ہونے کا جواز۔'' ارشاد حاصل نے

چونک کر کہا۔

''ہاں... یہی کہا ہے میں نے۔'' اب محمود نے بھی غصے میں آکر کہا۔

''اچھی بات ہے ... پہلے آپ وہ جواز دکھائیں۔''

''ہمیں ایک خط ملا ہے ...اس خط میں آپ کے گھرانے کے بارے میں ایک خوفناک اطلاع ہے ... '' محمود نے بتایا۔

''وہ ... وہ خوف ناک اطلاع کیا ہے۔''

''ہم ایسے نہیں بتائیں گے ... پہلے آپ ہمیں اندر آنے کی اجازت دیں... اس گھر کے افراد سے ہمیں ملوائیں... ان کا تعارف کرائیں۔ اور ہمیں یہ بتائیں کہ جیسے ہی ہم نے ملازم سے کہا کہ ہمیں ارشاد حاصل صاحب سے ملنا ہے تو اس نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی اور پھر ایک لڑکی نے دروازہ کھولا اور ابھی ہم بات ہی کر رہے تھے کہ انہوں نے بھی اندر کی طرف دوڑ لگا دی ...یہ سب کیا ہو رہا ہے ...پھر ہم بتائیں گے ... بلکہ خط پڑھ کر سنائیں گے ... کہ اس میں کیا لکھا ہے ...خط کی تحریر پڑھ کر آپ کو پتا چلے گا ... آپ کے گھر میں کیا ہونے والا ہے۔''

''میرا نام ارشاد حاصل ہے ... میں آپ جیسوں کی بات سن کر

گھبرانے والا نہیں ۔"

"نہ گھبرائیں ... آپ کو کہہ کون رہا ہے کہ آپ گھبرائیں ۔"

فاروق نے منہ بنایا۔ اس کا جملہ سن کر ارشاد حاصل نے بھی بڑا سا منہ بنایا ... پھر اس نے کہا :

"آخر آپ لوگ ہیں کون ۔"

"آپ نے ہمیں مجبور کر دیا ...ورنہ ہم اپنے نام بتانے کے شوقین نہیں...بہر حال ۔"

"ایک منٹ ۔" انہوں نے ایک تیز آواز سنی ... انہوں نے مڑ کر دیکھا... اشنہ ان سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی تھی ... اور وہ تنی کھڑی تھی :

"کیا بات ہے اشنہ ۔"

"میں نے انہیں پہچان لیا ہے ڈیڈی... آپ انہیں کچھ نہ کہیں... اور اندر آنے دیں۔ ان کی بات سن لیں... یہ کہتے کیا ہیں ... یہ ہمارے دشمن نہیں دوست ہیں۔"

"یہ بات تم نے کیسے کہہ دی بیٹی ۔"

"اس لیے کہ یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں ...یعنی انسپکٹر جمشید کے بچے ۔"

"اوہو ... یہ میں کیا سن رہا ہوں... آپ بتایئے ... کیا میری بیٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔"

"اب ہم کیا کہیں ..." فاروق شرما گیا ۔

"ہائیں فاروق ...تم شرما رہے ہو ۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کیا کیا جائے ... مجبوری ہے۔" اس نے ایسے انداز میں کہا کہ سب کو ہنسی آ گئی۔

"آیئے آیئے...میں معافی چاہتا ہوں ... اگر آپ پہلے ہی بتا دیتے تو آپ کو یہاں اتنی دیر کھڑے نہ رہنا پڑتا ۔"

"کوئی بات نہیں ..." محمود مسکرا دیا ۔

اب وہ دونوں انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئے۔

"اس سے پہلے کہ ہم بیٹھ کر بات شروع کریں ... آپ بتائیں، آپ کیا لینا پسند کریں گے۔"

"یہ وقت ہمارے نہ کچھ کھانے کا ہے، نہ پینے کا ... ہم اپنے وقت کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے ...لہٰذا آپ اس بات کو چھوڑیں۔"

"اچھا چلیں آپ وہ خط تو دکھائیں۔"

تینوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا.... جیسے کہہ رہے ہوں...

انہیں دکھا دیا جائے یا نہیں ... آخر تینوں نے سر ہلا دیے، گویا خط دکھانے پر رضا مند ہو گئے تھے ... محمود نے جیب سے خط نکال کر اسے کھولا اور لگا پڑھنے:

وہ حیرت زدہ انداز میں خط سنتے چلے گئے ... یہاں تک کہ خط ختم ہو گیا ... اور ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔"

"اب آپ بتائیں ... اس خط کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"یہ ضرور کسی کا مذاق ہے ... اور ہے بھی ہمارے گھرانے میں سے کسی کا..."

"اگر یہ مذاق ہے، تب تو کوئی بات نہیں ... لیکن اگر یہ مذاق نہیں ہے تو پھر بات فکر والی ہے ... اس لیے ہم اس خط کو سنجیدگی سے ہی لیں گے ... لیکن اس صورت میں جب یہ بات آپ کو پسند ہو ... اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم اس معاملے کو دیکھیں، تب تو ہم یہاں ٹھہریں گے ... ورنہ واپس چلے جائیں گے ... آپ جانیں ... آپ کا کام جانے۔"

"نہیں ... آپ اس معاملے کو دیکھیں ... کیونکہ آپ لوگوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔" اشنہ نے جلدی سے کہا۔

انہوں نے سوالیہ انداز میں ارشاد حاصل کی طرف دیکھا ... انہوں نے بھی سر ہلا دیا:

"میری بیٹی ٹھیک کہہ رہی ہے۔"

"تب پھر آپ بتائیں ... آپ کے گھرانے میں کون کس کی جان لینے کا خواہش مند ہو سکتا ہے بھلا۔" محمود نے پوچھا۔

"کوئی بھی نہیں ... دور دور تک ایسی کسی بات کا امکان نہیں۔"

"تب پھر آپ اس خط کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"یہ خط لکھنے والے کا وہم ہو سکتا ہے۔"

"سوال یہ ہے کہ خط کس نے لکھا؟ ... کیا وہ آپ کے گھر کا کوئی فرد ہے ... یا باہر کا۔ آپ کے گھر کے افراد کتنے ہیں ... آپ ہمیں تفصیل سے بتائیں۔"

"ٹھیک ہے ... پہلے تو یہ سن لیں کہ یہ پوری بستی ... یعنی حاصل پور میرے دادا نے بسائی تھی ... آج تک یہاں صرف ہمارا ہی خاندان آباد ہے ... میرے دادا کا نام حاصل جان تھا ... وہ بہت تنہائی پسند تھے ... شہر کے شور شرابے اور دھوئیں سے انہیں سخت گھبراہٹ ہوتی تھی ... ان کی بہت بڑی جائیداد تھی ... وہ شہر کے دولت مند ترین آدمیوں میں سے ایک تھے، آخر انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ شہر سے باہر جگہ خرید کر

رہائش اختیار کریں گے ... چنانچہ انہوں نے یہ ساری جگہ خرید لی... اس وقت یہ جگہ بالکل خالی پڑی تھی ... کوئی یہاں گھر بنانے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا ... لیکن میرے دادا نے اسی بات کو پسند کیا ... پہلے جگہ خریدی، پھر یہ بہت بڑی کوٹھی تعمیر کرائی ... ساتھ ہی ان کے بھائی بھی آ گئے ... کیونکہ جائیداد مشترکہ تھی ... سب بھائی مل کر یہاں رہنے لگے ... دوسرے بھائیوں نے بھی اپنی اپنی کوٹھی بنوا لی تھی ... وہ کل سات بھائی تھے ... تین بہنیں تھیں ... بہنوں کا بھی جائیداد میں آخر حصہ تھا، انہوں نے بھی اپنی اپنی رہائش کی جگہ یہاں بنوا لی ... اب گویا ساتھ بھائی اور تین بہنیں شہر سے الگ تھلگ اس بستی میں رہنے لگے ... اس بستی کا نام حاصل پور رکھا گیا۔ دادا جان کی وفات کے بعد ان کی ساری جائیداد کو فروخت کر دیا گیا... اور قانون کے مطابق ساری دولت آپس میں تقسیم کر لی گئی ... اس طرح سب کو اپنے اپنے حصے کی دولت مل گئی ... اس وقت کی صورت حال یہ ہے ... دادا جان اور ان کے ساتوں بھائی اور تینوں بہنیں وفات پا چکے ہیں ... اب آگے ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد یہاں رہتی ہے ... مثلاً میں ہوں... میرا نام ارشاد حاصل ہے ... میرے والد امداد حاصل زندہ ہیں۔ میری بیگم ہیں اور بیٹی ... ایک بیٹا ہے ... وہ ملک سے باہر رہتا ہے ... اسے اپنے

ملک میں رہنا پسند نہیں ... وہ ملک سے باہر رہنے کا دلدادہ ہے ... "

یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"ہوں... سوال تو یہ ہے کہ آپ کے گھرانے میں کون کسے قتل کرنا چاہتا ہے۔"

"کوئی بھی نہیں... ہم ایک دوسرے سے بے تحاشہ محبت کرتے ہیں ... ہمارے پاس بہت دولت ہے ... ہم کیوں کسی کو قتل کرنے کا سوچیں گے ... میرے والد نے دولت کا منہ کبھی ہم پر بند نہیں کیا ... ہاں اتنا ہے کہ اختیار انہوں نے اب تک اپنے پاس رکھا ہوا ہے ... ہمیں جتنی رقم کی ضرورت ہوتی ہے ... ان سے لے لیتے ہیں... وہ ابھی تک یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بچے ہیں ... دولت کو سنبھال کر نہیں رکھیں گے ... ادھر ادھر اڑا دیں گے ... ہم نے ان کے خیال کو آج تک نہیں جھٹلایا ... کیونکہ ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں ہے... پھر ہم کیوں فکر کریں ... ہماری تو دعا ہے ... وہ ہمارے سروں پر موجود رہیں۔"

"ہوں... ان حالات میں تو واقعی یہاں کسی جرم کا تو امکان نہیں بنتا... اور یہ ضرور کسی کی شرارت ہے ... یا پھر ضرور اس شخص کا وہم ہے ... جس نے یہ خط لکھا ہے... ویسے آپ اس تحریر کو غور سے دیکھیں اور بتائیں... یہ تحریر کس کی ہے۔"

ارشاد حاصل اور ان کی بیٹی تحریر پر جھک گئے ... کافی دیر تک وہ اس تحریر کو گھورتے رہے ... لیکن پھر انہوں نے نفی میں سر ہلا دیے۔

"ہم میں سے کسی کی تحریر ایسی نہیں ... یہ ضرور گھر سے باہر کے کسی شخص کی ہے۔"

"آپ کا اپنے ملازم کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"وہ ... وہ بہت ہی دیانت دار ہے ... آپ فرمائیں تو اسے چیک کر لیا جائے۔"

"بلکہ آپ انہیں یہیں بلا لیں ... ہم خود چیک کریں گے اور ان سے یہ بھی تو پوچھنا ہے کہ وہ بھاگ دوڑ آخر کیسی تھی۔"

"اچھی بات ہے ... بیٹی اشنہ ... ذرا عارف بھائی کو بلا لاؤ۔"

"جی اچھا۔"

"کیا آپ نے بلانے کے لیے گھنٹی وغیرہ کا انتظام نہیں کر رکھا۔"

"نہیں ... یہاں آتا ہی کون ہے ... شہر سے باہر رہتے ہیں ... آنے والوں کو بہت فاصلہ طے کرنا پڑتا ہے ... تب کہیں جا کر آنے والے یہاں پہنچتے ہیں۔"

اشنہ اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی ... جلد ہی وہ اسی ملازم کے

ساتھ اندر آتی نظر آئی ... جس نے پہلی بار دروازہ کھولا تھا ... جونہی اس کی نظریں ان پر پڑیں ... وہ چونک اٹھا ... گویا سے امید نہیں تھی کہ ان لوگوں کو اندر لے آیا جائے گا:

"آیئے عارف بھائی ... یہ حضرات آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"جی ... جی اچھا۔"

وہ ان کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا:

"پہلے تو آپ یہ بتائیں کہ جب ہم نے آپ سے کہا کہ ہمیں ارشاد حاصل صاحب سے ملنا ہے تو بھاگ کیوں کھڑے ہوئے؟" محمود نے پوچھا۔

"وہ دراصل مجھے ہانڈی جلنے کی بو آئی تھی جس پر میں اندر کچن کی طرف بھاگا ... دیکھا تو ہانڈی واقعی جلنے والی تھی، چولہا بند کیا ہی تھا کہ ان لوگوں نے دوبارہ بیل بجا دی، میں نے اشنہ بی بی کو ادھر جاتے دیکھا اور پیچھے پیچھے چل پڑا ... مگر پھر مجھے یاد آیا کہ میں پانی کی موٹر کا بٹن بند کرنا بھول گیا ہوں۔ تو واپس پیچھے کی طرف دوڑ لگا دی۔"

"اور دوڑنے کی آواز سن کر میں بھی اندر کی طرف دوڑ پڑی۔ اور اتنے میں آپ لوگ اندر آ گئے تھے۔" اشنہ بھی مسکراتے ہوئے بولی۔

"پوچھیے ... کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ اردو لکھ لیتے ہیں۔"

"جی ... جی ہاں ... کیوں نہیں ... اردو ہماری قومی زبان ہے ... میری تو مادری زبان بھی اردو ہے... میرے ماں باپ اور گھر کے دوسرے افراد اردو بولتے تھے۔"

"میرا مطلب تھا آپ پڑھے لکھے ہیں۔"

"جی میں نے مڈل تک پڑھا تھا۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے ... اردو کے چند جملے اس کاغذ پر لکھ دیں۔" محمود نے جیب سے کاغذ اور قلم نکالتے ہوئے کہا۔

"جی ... کیا مطلب؟" وہ زور سے چونکا۔

"میں نے کہا ہے ... اردو کے چند جملے اس کاغذ پر لکھ دیں۔"

"یہ کیا بات ہوئی ... آقا۔" اس نے ارشاد حاصل کی طرف دیکھا۔

"بھئی ... سوال نہ کرو ... اور جملے لکھ دو۔" وہ مسکرائے۔

"جی ... جی اچھا۔"

اس نے قلم لیا اور جملے لکھنے لگا ... جملے اس قسم کے تھے ... آج

موسم بہت صاف ہے ... دھوپ نکلی ہوئی ہے... ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔

ایسے چند اور جملے لکھ کر اس نے کاغذ ان کی طرف سرکا دیا ... وہ اس کاغذ پر جھک گئے ... انہوں نے خط بھی اس کے ساتھ رکھ لیا ... اور پھر انہیں حیرت کا ایک شدید جھٹکا لگا:

☆☆☆☆☆

دادا جان

ان کی نظریں ملازم پر جم گئیں :

"آپ کا نام ؟" فرزانہ نے تیز لہجے میں پوچھا۔

" جی... میرا نام عارف۔" اس نے فوراً کہا ... اس کے چہرے پر حیرت تھی۔

" تو خط آپ نے لکھا تھا ۔"

"کون سا خط ۔" مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا ۔

" یہ خط ... پڑھیں اسے۔" محمود نے بھنا کر کہا۔

اس نے خط پڑھا ... مارے حیرت کے اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ، آخر اس نے کہا :

" نن نہیں ... یہ خط میں نے نہیں لکھا ۔"

" کیا بات کرتے ہیں ... یہ اپنی تحریر دیکھ رہے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

" جی... جی ہاں ... بالکل دیکھ رہا ہوں۔"

" اب اس خط کی تحریر کو دیکھیں ..."

" وہ بھی دیکھ رہا ہوں۔"

" کیا یہ دونوں تحریریں ایک ہی ہاتھ کی نہیں۔" محمود نے پُرزور انداز میں کہا۔

"ایسا لگتا ہے ... لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے ۔" عارف بھائی نے بے خوف ہو کر کہا ۔

" اچھی بات ہے ... ہم یہ دونوں تحریریں ... تحریر کے ماہر کو چیک کرا لیتے ہیں ۔"

" ضرور چیک کرائیں۔"

" اور اگر رپورٹ آپ کے خلاف گئی ... یعنی رپورٹ سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ یہ آپ ہی نے لکھی ہے... تب ؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

" تب کیا ... کیا اس تحریر کی بنیاد پر آپ مجھ پر کسی جرم کی دفعہ لگا دیں گے ...فرض کیا ... یہ تحریر میں نے لکھی ہے ... تو اس سے تو پھر میری نیک نیتی ثابت ہوتی ہے ... میں بھی تو چاہتا ہوں تا کہ اس گھرانے میں کوئی جرم نہ ہو جائے ۔"

"اوہ ہاں۔" وہ دھک سے رہ گئے... وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"تب پھر آپ یہ بات مان لیں کہ یہ خط ہمیں آپ نے لکھا ہے۔"

"جی نہیں... یہ خط میں نے نہیں لکھا... لکھا ہوتا تو میں ضرور یہ بات مان لیتا۔"

"اچھا خط کی تحریر کو چھوڑیں اور یہ بتائیں... کیا آپ اس گھر میں اس قسم کا کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔"

"جی... جی نہیں... یہاں ہر طرح خیریت ہے... کوئی ایسی بات نہیں ہے... سب لوگ پُرسکون زندگی گزار رہے ہیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھا شکریہ... آپ جاسکتے ہیں... ضرورت پڑی تو ہم آپ سے پھر رابطہ کریں گے۔"

"ضرور کیجیے گا۔"

اس کے جانے کے بعد تینوں نے ارشاد حاصل کی طرف دیکھا:

"آپ کا اس کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"کس کے بارے میں... عارف بھائی کے بارے میں؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی ہاں!"

"بہت وفادار اور دیانت دار ملازم ہے... اور پرانا بھی... بلکہ یوں کہہ لیں کہ یہ بچپن سے یہیں ہے... پہلے اس کے ماں، باپ ہمارے گھریلو ملازم تھے... ان کی وفات کے بعد اس نے جگہ سنبھال لی۔"

"اچھی بات ہے... آپ کے گھر میں کل کتنے افراد ہیں۔"

"میں... میری بیگم... میری بیٹی اشنہ... میرے والد... اور والدہ... میرے چھوٹے بھائی، بس کل یہ افراد ہیں۔"

"آپ کے والد کا نام امداد حاصل ہے نا۔"

"جی ہاں!"

"اور چھوٹے بھائی کا نام؟"

"چھوٹے بھائی فریاد حاصل کہلاتے ہیں۔" انہوں نے بتایا۔

"اور رہ گئیں آپ کی والدہ..."

"انہیں ہم اماں جان کہتے ہیں۔"

"اور کیا آپ کے بھائی فریاد حاصل بھی شادی شدہ ہیں۔"

"جی... جی ہاں!"

"ان کی بیگم کا نام کیا ہے۔"

”زوبی فریاد۔“

”گویا یہ ہے کل گھرانہ... اور ساری جائیداد کے مالک ہیں امداد حاصل... آپ کے والد محترم۔“

”بالکل۔“

”وہ آپ کو اخراجات کے سلسلے میں ہر ماہ رقم دیتے ہیں۔“

”جی ہاں۔“

”آپ لوگ اخراجات کے سلسلے میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے۔“

”جی نہیں... کھلا خرچ ملتا ہے... کیونکہ ابا جان جس جائیداد کے مالک ہیں... وہ چھوٹی نہیں ہے... بہت بڑی جائیداد ہے... پھر انہوں نے اپنے سرمائے سے کئی منافع بخش کام شروع کر رکھے ہیں... مچھلیوں کا ایک بہت بڑا فارم بنوایا ہوا ہے... اس سے روزانہ سینکڑوں من مچھلی مارکیٹ میں جاتی ہے... یہ بہت منافع بخش کام ہے... اس کے علاوہ بھی اس قسم کے کئی کاروبار ہیں ان کے... آپ یوں سمجھ لیں... وہ بہت بہترین منصوبہ بندی کرنے والے شخص ہیں۔“

”اب آپ میرا سوال غور سے سنیں...“ محمود نے گہری سوچ کے انداز میں کہا۔

”اچھی بات ہے... فرمایئے۔“ انہوں نے کہا۔

”فرض کر لیتے ہیں... یہ خط درست ہے... کسی نے واقعی یہ بات محسوس کی ہو کہ اس گھرانے میں ایک عدد قتل کی واردات ہونے والی ہے... تو آپ کے خیال میں بھلا اس گھر میں کوئی شخص ایسا ہوسکتا ہے... جسے کوئی ہلاک کرنا چاہے۔“

”کوئی بھی نہیں... یہ اس شخص کا بالکل غلط خیال ہے۔“

”میں کہہ چکا ہوں... فرض کر لیں۔“

”مجھے افسوس ہے... میں یہ بات فرض نہیں کر سکتا۔“ انہوں نے پر زور انداز میں کہا۔

”اچھی بات ہے... ہم یہ سوال گھر کے باقی افراد سے کر لیں گے... فی الحال آپ یہ بتائیں... آپ کیا پسند کرتے ہیں... کیا ہم یہاں رہ کر اس معاملے کو دیکھیں یا یہاں سے چلے جائیں۔“ محمود نے پوچھا۔

”میرے خیال میں یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے... یہاں کوئی ایسا شخص نہیں ہے، جسے کوئی قتل کرنا پسند کرے... نہ یہاں کوئی ایسا شخص ہے جس کے قتل ہونے کے امکانات ہوں۔“

”اچھی بات ہے... ہم واپس چلے جاتے ہیں... لیکن اس سے پہلے ہم گھر کے باقی افراد سے ملنا پسند کریں گے... کیا آپ اس کی

اجازت دیتے ہیں۔''

''ضرور ... کیوں نہیں... آپ یہاں رہ کر اپنا کام کر سکتے ہیں... ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا ... لیکن ہوگا آپ کا وقت ضائع۔''

''کوئی پروا نہیں ... ہم یہ سمجھتے ہیں ... یہ خط کسی نے بلاوجہ نہیں لکھا... اور اس گھر میں ایسی واردات کی بہت گنجائش ہے۔''

''میں ایک بات کہہ دیتا ہوں۔'' ارشاد حاصل کو جیسے اچانک کوئی خیال آ گیا۔

''ضرور کہیں۔''

''اگر کوئی شخص ایسی کوئی واردات کرنا چاہتا بھی ہے ... تو وہ اس گھر کا فرد نہیں ہو سکتا ... گھر سے باہر کا کوئی ہوسکتا ہے ... حاصل پور آباد کا کوئی شخص... کیونکہ یہاں دادا جان یعنی حاصل جان صاحب کا پورا خاندان آباد ہے۔''

''یعنی حاصل پور؟'' فرزانہ نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہاں! بالکل۔''

''ہم ان لوگوں کو کس طرح ٹٹول سکتے ہیں ... کون ہمارے ساتھ تعاون کرے گا ... سب لوگ اس بات کو فضول گردانیں گے ... غلط خیال بنائیں گے ... یہی کہیں گے کہ ایسی قطعاً کوئی بات نہیں ...

ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کوئی یہ کہے کہ فلاں شخص ایسا کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں۔''

''ویسے ارشاد حاصل صاحب ... میں آپ سے ایک بات کہے دیتا ہوں۔'' محمود نے سوچ میں گم انداز میں کہا۔

''اور وہ کیا؟''

''اگر یہاں ... کسی کو کوئی خطرہ ہوسکتا ہے ... تو آپ کے والد امداد حاصل کو ہوسکتا ہے۔''

''نن نہیں۔'' انہوں نے اچھل کر کہا ... پھر وہ ہنس پڑے:

''آپ کا خیال بالکل غلط ہے... انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔''

''اگر انہیں کوئی خطرہ نہیں ہے ... تو پھر حاصل پور میں کسی کو بھی کوئی خطرہ نہیں ہے ... آپ فوری طور پر ہمیں اپنے والد صاحب سے ملوا دیں۔''

''اس طرح آپ انہیں بھی خوف میں مبتلا کر دیں گے۔''

''لیکن ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں ... اس گھرانے کی بھلائی کے لیے کر رہے ہیں ... آپ یہ بھی تو سوچیں۔''

''اچھی بات ہے ... آپ ان سے ملاقات ضرور کریں... لیکن

کوشش کریں کہ وہ خوف میں مبتلا نہ ہوں۔" ارشاد حاصل نے کہا۔

"چلیے ٹھیک ہے ... ہم یہ کوشش پورے خلوص سے کریں گے ... اس کے باوجود اگر وہ خوف میں مبتلا ہو گئے تو پھر مجبوری ہے۔"

"آئیے میں آپ کو۔"

ان کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت اشنہ ان کے سامنے آکر کھڑی ہوئی تھی:

"باباجان! انہیں دادا جان کے پاس میں لے جاتی ہوں... آپ آرام کریں۔"

"اچھا بیٹی ... تم بہت اچھی ہو۔" انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

اب وہ اشنہ کے ساتھ اس کمرے سے نکلے اور دو برآمدے عبور کرنے کے بعد ایک کمرے کے دروازے پر پہنچے ... اشنہ نے دروازے پر انگلی سے ٹھک ٹھک کی ... فوراً ہی اندر سے آواز ابھری:

"اشنہ ... کیا بات ہے میری بچی۔"

"دادا جان ... کچھ خاص لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں۔"

"خاص لوگ ... کیا مطلب؟" اندر سے کہا گیا۔

"دادا جان! خاص لوگ کا مطلب تو خاص لوگ ہی ہوتا ہے۔" اشنہ نے چہک کر کہا۔

"ہاں! وہ تو ہوتا ہے ..." وہ ہنسے۔

"تو پھر ... کیا میں انہیں اندر لے آؤں۔"

"ضرور لے آؤ بیٹی... تم کہہ رہی ہو تو وہ ضرور خاص ہی ہوں گے۔"

"جی شکریہ دادا جان ..." اس نے کہا، پھر ان کی طرف مڑی:

"آئیے میرے ساتھ۔"

اس نے دروازے کو دھکیلا اور اندر داخل ہو گئی ... اس کے پیچھے ہی وہ بھی کمرے میں داخل ہو گئے ... انہوں نے اندر ایک بالکل سفید بالوں والے بوڑھے کو دیکھا۔ ان کے بال ضرور سفید تھے، لیکن جسم کے اعتبار سے وہ اتنے بوڑھے نہیں نظر آتے تھے...ان کی صحت بہت اچھی تھی ... ان کی نظریں ان تینوں پر جم گئیں...ادھر وہ تینوں ان کا جائزہ لے رہے تھے ... امداد حاصل واقعی بہت اچھی صحت والے بوڑھے تھے ... ان کا قد لمبا تھا اور جسم سڈول ... چہرے پر حد درجے سکون اور اطمینان تھا ... یوں لگتا تھا جیسے وہ بہت خوش ہوں۔

"دادا جان ... ذرا پہچانئے تو...یہ کون حضرات ہیں۔"

"اوہو اچھا...تو اب یہ کام بھی کرنا ہوگا۔" انہوں نے ہنس کر کہا۔

انہوں نے اندازہ لگایا کہ وہ بہت خوش مزاج بوڑھے ہیں:

''جی دادا جان۔'' اشنہ چہکی۔

''بھی سیدھی سی بات ہے ... یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔''

''ارے حیرت ہے۔'' ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا...

ادھر اشنہ مسکرائی۔

''لیکن ... مجھے حیرت نہیں ہے ... نہ دادا جان کو ہے۔''

''کیا مطلب؟'' تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''ہاں ... میں آپ لوگوں کے بارے میں اخبارات میں پڑھتا رہتا ہوں... اگرچہ آپ لوگ تصاویر کھنچوانا پسند نہیں کرتے ... لیکن اخباری نمائندے تو کسی نہ کسی طرح تصاویر لے ہی لیتے ہیں یا حاصل کر لیتے ہیں ...اس لیے میں آپ کو بخوبی پہچانتا ہوں۔''

''اب بات سمجھ میں آئی۔''

''اشنہ اور میں آپ لوگوں کے بارے میں شائع ہونے والی ہر بات بہت ذوق شوق سے پڑھتے ہیں۔''

''تو یوں کہیں ... اشنہ صاحب نے اس بات کا ہم سے ذکر نہیں کیا تھا۔''

''میں نے سوچا، دادا جان کے سامنے ذکر کروں گی ... پورے

حاصل پور میں آپ کے دیوانے ہیں۔''

''اوہ ... اچھا۔'' مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں ... بالکل۔''

''خیر ... اب ذرا ہم ان سے اصل بات کر لیں۔'' محمود نے جلدی سے کہا ... اس نے خیال کیا تھا کہ کہیں وقت ضائع نہ ہو جائے۔

''بالکل ٹھیک۔'' اشنہ نے سر ہلایا۔

''اصل بات ... کیا مطلب؟''

''دادا جان ... یہ خود وضاحت کریں گے ... میں کچھ نہیں کہہ سکتی۔''

''ٹھیک ہے ... تم ایک طرف بیٹھ جاؤ... پہلے میں ان سے ہاتھ تو ملا لوں۔''

''جی ضرور ... کیوں نہیں۔''

امداد حاصل نے ان سے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا ... انہیں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا ... خود وہ مسہری پر نیم دراز تھے اور انہیں دیکھ کر سیدھے نہیں ہوئے تھے۔ ان کے بیٹھ جانے کے بعد ان کے ہونٹ ہلے:

''بات دراصل یہ ہے کہ ہمیں ایک خط ملا ہے ... خط لکھنے

والے کا خیال ہے کہ اس گھر کے کسی ایک فرد کو خطرہ ہو سکتا ہے ...
لیکن یہ ضروری نہیں کہ خط لکھنے والے کے خیال درست ہی ہو۔"

"نن نہیں۔" مارے حیرت کے اور خوف کے امداد حاصل کے
منہ سے نکلا۔

"یہ ... یہ کیا دادا جان... یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں ... خوف
اور آپ کے چہرے پر۔"

"موت کا خوف ایسی ہی چیز ہے بیٹی... اچھے اچھے گھبرا جاتے
ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے ... دراصل میرا خیال تھا کہ آپ ذرا بھی
نہیں گھبرائیں گے۔" اشنہ نے فوراً کہا۔

"اشنہ بیٹی ...میں بھی آخر انسان ہوں... اب تم مجھے ان
حضرات سے بات کرنے دو۔ ہاں تو میرے عزیزو ... آپ کیا بات
کرنے کے لیے آئے ہیں۔"

"ہم صاف صاف بات کرنا چاہتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔"

"ہمیں ایک خط ملا ہے۔"

"اور اس خط میں میری موت کی پیش گوئی ہے ...یہی نا۔"

انہوں نے پرسکون آواز میں کہا۔

تینوں نے یک دم اشنہ کی طرف دیکھا... کیونکہ وہ تو اس انداز
میں بات کرنے کی ٹھان چکے تھے کہ انہیں خوف زدہ نہیں کریں گے،
لیکن انہیں تو یہ بات پہلے ہی معلوم تھی۔

"اشنہ صاحبہ! ان حالات میں تو ہمیں کھل کر ہی بات کرنا ہوگی۔"

"ٹھیک ہے ... مجھے نہیں معلوم تھا کہ دادا جان کو پہلے ہی یہ
بات معلوم ہے۔"

"تو آپ کو معلوم ہے ... کوئی نامعلوم شخص آپ کی جان لینا
چاہتا ہے۔"

"پہلے آپ اپنی بات کر لیں۔"

"بات یہی ہے ... ہمیں ایک خط ملا ہے ... آپ مہربانی
فرما کر اس خط کو پڑھ لیں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے خط ان کے سامنے رکھ دیا ...وہ پرسکون انداز
میں پڑھتے چلے گئے... ختم ہونے پر وہ ہنسے ... ایسے میں انہوں نے
کہا:

"یہ بات میرے لیے نئی نہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہیں دادا جان۔" اشنہ کی آنکھیں مارے حیرت

کے پھیل گئیں۔

"بات دراصل یہ ہے میری بچی ... اور انسپکٹر جمشید کے بچو ...
مجھے بھی اس قسم کا ایک خط مل چکا ہے۔"

"کیا!!!"

ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

☆☆☆☆☆

ایک اور خط

ان کی نظریں بوڑھے امداد حاصل پر جم کر رہ گئیں ... مارے حیرت کے ان کا بُرا حال تھا ... امداد حاصل کا یہ کہنا کہ انہیں بھی اس قسم کا خط مل چکا ہے، حیرت میں ڈال دیا تھا:

"اب آپ لوگ کب تک مجھے اس طرح گھورتے رہیں گے۔"

امداد حاصل ہنسے۔

"خیر... کیا آپ کو کچھ اندازہ ہے کہ کون آپ کی جان لینا چاہتا ہے۔"

"حاصل آباد کا ہی کوئی شخص!" انہوں نے فوراً کہا۔

"حاصل آباد میں تو سات آٹھ گھر ہیں اور ان گھروں میں چالیس پچاس افراد تو ضرور ہوں گے۔"

"ہاں! لیکن میں نہیں جانتا، وہ کون ہے... لیکن یہ اندازہ تو آپ آسانی سے لگا سکتے ہیں۔"

"جی... وہ کیسے؟"

"کیا آپ لوگوں کا یہ اصول نہیں کہ سب سے پہلے یہ دیکھتے ہیں... جرم کا فائدہ کسے پہنچ رہا ہے۔"

"جی... جی ہاں! یہ تو ہے۔"

"بس تو پھر آپ لوگ اندازہ لگا لیں کہ میری موت سے کون فائدے میں رہے گا۔"

"آپ کی موت سے... ظاہر ہے... آپ کے بیٹے اور بیٹیاں فائدے میں رہیں گی۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"بس تو پھر انہی میں سے کوئی مجھے ہلاک کرنا چاہتا ہے... لیکن میں کل یہ کھیل ختم کر رہا ہوں... کل رات ساڑھے نو بجے میرے وکیل یہاں آئیں گے... میں اپنی زندگی میں اپنی دولت تمام حصے داروں کو سونپ دوں گا... اس طرح کسی کو میری جان لینے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"اوہ... یہ تو اچھی بات ہے۔" محمود نے تعریفی لہجے میں کہا۔

"کل آپ لوگ بھی اس تقریب میں شرکت کریں گے۔"

"یہ یہیں ہیں دادا جان! آپ فکر نہ کریں۔"

"اوہ اچھا... یہ اور اچھی بات ہے..." یہ کہتے ہوئے انہوں

نے میز کی دراز کھینچی اور اس میں سے دوا کی ایک شیشی نکالی... اس میں سرخ رنگ کے کیپسول تھے... انہوں نے اس میں سے ایک کیپسول نکال لیا... اسے منہ میں رکھا اور پانی سے نگل گئے... پانی کا جگ پہلے ہی ان کی میز پر رکھا تھا... میز ان کے بستر سے لگی ہوئی تھی اور میز پر سے ضرورت کی کوئی چیز بھی اٹھا سکتے تھے۔ کیپسول نگلنے کے بعد انہوں نے کہا:

"ایک تو یہ کم بخت بے خوابی پیچھے پڑ گئی... جب تک نیند کا یہ کیپسول نہ کھا لوں... نیند نہیں آتی۔"

"کیا ایک کیپسول روز کھاتے ہیں۔" فاروق نے ایسے ہی پوچھ لیا۔

"ہاں! لیکن کبھی نصف رات میں دوسرا بھی کھانا پڑ جاتا ہے... دو سے زیادہ یہ نہیں کھائے جاتے... بہت خطرناک ہیں۔"

"تب تو امداد حاصل صاحب! آپ ایک بھی نہ کھایا کریں۔" محمود مسکرایا۔

"نہ کھاؤں تو پھر ساری رات جاگنا پڑتا ہے۔"

"اب ہم پھر اپنی بات کی طرف آتے ہیں... آپ کے خیال میں کون آپ کی جان لینا چاہتا ہے۔"

"میں نہیں جانتا ... نہ کوئی اندازہ لگا سکتا ہوں۔" امداد حاصل نے فوراً کہا۔

"کیا آپ نے اس پر غور بھی نہیں کیا۔"

"میرے غور کا کیا فائدہ ہو سکے گا ... سچ یہی ہے کہ میں یہ اندازہ لگانا ہی نہیں چاہتا ... وہ کس قدر شرمندہ ہوگا ... اس سے یہ بہتر ہے کہ یہ اندازہ لگایا ہی نہ جائے ..."

"لیکن جناب ... معاملہ موت اور زندگی کا ہے۔"

"ہاں ہے ... تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں... آپ آگئے ہیں ... نوبت یہاں تک نہ آنے دیں ... کل میں یہ جھگڑا ختم کر ہی دوں گا۔"

"یعنی آپ اپنی زندگی میں اپنی دولت تقسیم کر رہے ہیں۔"

"ہاں! پھر اس کے بعد کسے میری جان لینے کی ضرورت رہ جائے گی۔"

"اس میں شک نہیں ... آپ کا فیصلہ بہت اچھا ہے، دنیا کی یہ دولت تقسیم کر دینے ہی میں بھلائی ہے ... آپ بے فکر ہو جائیں گے۔"

"ہاں اور کیا ہے ... آپ لوگوں سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے... آپ بہت اچھے ہیں ..."

"ٹھیک ہے ... اب ہمیں اجازت دیں ... آپ کا آرام کا وقت ہے۔"

"شکریہ!" انہوں نے کہا اور وہ اٹھ کھڑے ہوئے ... اشنہ ان کے ساتھ ہی باہر آئی تھی:

"میرا خیال ہے ... اب آپ کے گھر میں کوئی واردات نہیں ہو گی... جب جائیداد سب میں تقسیم ہو جائے گی اور سب کو اپنا اپنا حصہ مل جائے گا تو پھر بھلا کیوں کوئی انہیں قتل کرے گا ..." محمود نے خیال ظاہر کیا۔

"لیکن اس کے باوجود ... نہ جانے کیوں میں خوف محسوس کر رہی ہوں... اس میں شک نہیں کہ امداد حاصل صاحب بہت نیک ہیں، بہت اچھے ہیں... دنیا کا انہیں کوئی لالچ نہیں ... لیکن پھر بھی کوئی فائدہ اٹھانے کے چکر میں ہے... اور میرا خیال ہے ... آج رات ہم جاگ کر گزاریں۔"

"کک... کیا۔" اشنہ چلائی۔

انہوں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا:

"آپ کو کیا ہوا۔"

"مم... میں بھی۔" اس نے فوراً کہا۔

"میں بھی کیا؟" فرزانہ نے اسے حیران ہو کر دیکھا۔

"میں بھی آپ لوگوں کے ساتھ جاؤں گی ... مجھے بھی جاسوسی کا بہت شوق ہے۔"

"آپ بے آرام ہوں گی۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اگر میں نے بے آرامی محسوس کی تو میں اپنے کمرے میں چلی جاؤں گی۔"

"اچھی بات ہے ... ہمیں کوئی اعتراض نہیں... پہلے ہمیں اپنے چچا جان سے اور ان کی بیگم صاحبہ سے ملوا دیں ... اور ہاں! ابھی ہم آپ کی والدہ سے بھی تو نہیں ملے۔"

"آئیے ... پہلے امی جان سے مل لیں۔" اس نے فوراً کہا اور تیز تیز قدم اٹھانے لگی ... ایک برآمدہ مڑتے ہی دائیں طرف پہلے کمرے کے دروازے پر وہ رک گئی ... اس نے دروازے پر دباؤ ڈالا اور وہ کھل گیا:

"امی جان! دیکھیے ... آپ سے ملنے کون آیا ہے۔"

"تمہارے پاپا بتا چکے ہیں ... بے بی ... انہیں اندر لے آئیں۔" اندر سے ایک نرم گرم آواز سنائی دی۔

اشنہ انہیں ساتھ لیے اندر داخل ہوئی ... انہوں نے چالیس سال کی

عمر کی ایک خوب صورت عورت کو ایک کرسی پر بیٹھے دیکھا ... وہ میز پر کاغذ قلم لیے بیٹھی تھی ... اور غالباً کچھ لکھ رہی تھیں ... ان کے اندر داخل ہوتے ہی انہوں نے قلم رکھ دیا اور مسکراتے ہوئے ان کی طرف مڑی:

"بہت ذکر سنا تھا آپ لوگوں کا ... آج دیکھ بھی لیا ... بہت خوشی ہو رہی ہے۔"

"شکریہ! تو آپ ہیں اشنہ صاحبہ کی والدہ۔"

"ہاں! میں ہوں راشدہ۔" انہوں نے کہا۔

"آپ کو حالات معلوم ہی ہوں گے۔"

"ہاں... تھوڑی دیر پہلے ہی پتا چلا ہے ... میں بتا سکتی ہوں ... خط کس نے لکھا ہے۔"

"اوہو اچھا ... بتائیے پھر۔"

"خط ... خود ابا جی نے لکھا ہے۔"

"نہیں امی جان ... وہ ایسا نہیں کر سکتے ... اور پھر وہ تو کل رات ساڑھے نو بجے اپنی جائیداد تقسیم کر رہے ہیں ... اپنے پاس کچھ بھی نہیں رکھ رہے ... ان حالات میں بھلا کسی کو انہیں قتل کرنے کی ضرورت کہاں رہ جاتی ہے۔"

"اچھا ... یہ بات بھی ہے ... تب تو میرا خیال غلط ہو سکتا

ہے... خیر یہ سن کر خوشی ہوئی ... کل سب کو اپنا اپنا حصہ مل جائے گا
اور یہ جھگڑا ختم ہو جائے گا۔"

"جی ہاں! بالکل یہی بات ہے ... ہم تو آپ سے یہ پوچھنے کے
لیے آئے تھے کہ وہ کون شخص ہے... جو ان کی جان لینے کی کوشش کر
سکتا ہے... آپ نے خود ہی اپنا خیال ظاہر کر دیا کہ خط خود انہوں نے
لکھا ہے۔"

"ہاں یہی بات ہے۔" راشفہ بولیں۔

"لیکن ... آنٹی... خط کی تحریر عارف بھائی کی نظر آتی ہے...
اگرچہ ان کا کہنا ہے کہ ان کی تحریر کی کسی نے نقل کرنے کی کوشش کی
ہے... اب ہم اس خط کی تحریر کو ایک بار آپ کی تحریر سے ملائیں گے
... اس طرح فوراً جان لیں گے کہ دراصل خط کس نے لکھا۔"

"فوراً کیسے جان لیں گے۔" اشنہ مسکرائی۔

"کیوں؟" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

"آپ تو ابھی تک یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ خط کی تحریر
عارف بھائی کی تحریر سے کیوں ملتی ہے۔"

"ابھی ہم نے تحریر کے ماہر کی خدمات حاصل نہیں کیں... ہم ایسا
کریں گے، لیکن کل... پہلے ہر ایک کی تحریر کا نمونہ حاصل کریں گے۔ اور

اس کی وجہ ہے۔" محمود نے پُر خیال انداز میں کہا۔

"اور وہ کیا؟"

"خط کی تحریر جس نے بھی لکھی ہے ... اس نے عارف بھائی کی
تحریر کی بہت زبردست نقل کی ہے ... اس قدر زبردست کہ ہم بھی فرق
محسوس نہیں کر سکے... لیکن تحریر کا ماہر ضرور جان لے گا۔"

"لیکن!" فرزانہ نے پرزور لہجے میں کہا۔

"لیکن کیا؟"

"لیکن ... اگر خط لکھا ہی عارف بھائی نے ہے تو وہ کیسے فرق
جان لے گا۔"

"اس صورت میں ہم جان جائیں گے کہ اس چکر میں
عارف بھائی کا ہاتھ ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"سوال تو یہ ہے کہ کیوں۔"

"عارف بھائی ... سے یہ کام کوئی اور لے رہا ہے ... اس
صورت میں ہم یہ کہیں گے۔"

"ہوں ... اور اگر خط کسی اور نے لکھا ہے تو پہلے اس نے
عارف بھائی کے انداز میں لکھنے کی مشق کی ہے ... جب وہ اس کام میں
ماہر ہو گیا ... تب اس نے خط لکھا... تاکہ کسی کا شک اس پر نہ ہو۔"

”اور خط لکھنے سے اس کا مقصد۔“

”قتل کی واردات کو روکنا۔“

”مقصد تو اس کا ٹھیک ہے ... تو پھر وہ خود کو چھپا کیوں رہا ہے۔“

”قاتل سے خود کو بچانے کے لیے ... کیونکہ اس کی وجہ سے قاتل کا منصوبہ ناکام ہو جائے گا۔“

”بالکل ٹھیک... یہی بات ہے ...“ راشفہ مسکرائی۔

”بہر حال! آپ سے مل کر خوشی ہوئی ... اور اب ہم ملنا چاہیں گے... ارشاد صاحب کے بھائی فریاد حاصل اور ان کی بیگم صاحبہ سے۔“

”یعنی زوبی سے۔“ راشفہ نے فوراً کہا۔

”جی ہاں!“

”اشنہ آپ کے ساتھ ہے ...چلیے اس بہانے اس کا شوق بھی پورا ہو جائے گا... جاسوسی کرنے کا بہت شوق ہے اسے۔“

”یہ اچھی بات ہے ... آیئے اشنہ صاحبہ۔“ فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

وہ وہاں سے نکل آئے... اشنہ کا رُخ برآمدے کے دوسری طرف ایک کمرے کی طرف تھا ...دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی۔ پھر

کہا:

”چچا جان ! کیا ہم اندر آسکتے ہیں۔“

”ہم سے کیا مراد ... اشنہ کیا تمہارے ساتھ کوئی اور ہے۔“

”جی ہاں چچا جان ... تین عدد مہمان۔“

”اوہو اچھا ... اور وہ کون لوگ ہیں۔“

”محمود، فاروق اور فرزانہ ... انسپکٹر جمشید صاحب کے بچے۔“

”ارے باپ رے ... یہ بچے تو بہت خطرناک ہیں۔“ اندر سے خاتون کی چہکتی آواز سنائی دی۔

”اور یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔“ فاروق مسکرایا۔

”خوب خوب ! یہ تو واقعی وہی ہیں! اشنہ انہیں اندر لے آئیں نا ... باہر کیوں کھڑی ہیں۔“

”چچا جان! آپ کی اجازت کا انتظار کر رہی تھی... آیئے بھی۔“

اور وہ اندر داخل ہو گئے ... انہوں نے دیکھا ... ارشاد حاصل سے بالکل ملتا جلتا شخص اپنی بالکل نوجوان بیوی کے ساتھ موجود تھا...دونوں بستر پر بیٹھے تھے ... ان کے درمیان میں شطرنج کی بساط بچھی تھی... اگر یہ صاحب ارشاد حاصل سے کافی کم عمر نہ ہوتو وہ دھوکا کھا جاتے... اور یہ خیال کرتے کہ وہ غلطی سے ارشاد حاصل کے کمرے

میں آ گئے ہیں ۔

"السلام علیکم ۔" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

" وعلیکم السلام۔" ان دونوں نے بھی ایک ساتھ کہا ... اب انہوں نے اپنے رُخ ان کی طرف کر لیے تھے ... گویا شطرنج تو بھول گئے تھے :

" یہ میرے چچا جان ... فریاد حاصل ... اور یہ چچی جان زوبی ہیں۔"

" آپ دونوں سے مل کر خوشی ہوئی ۔"

" اور ہمیں آپ تینوں سے مل کر ... " زوبی چہکی ۔

" آئیے تشریف رکھیے اور جلدی سے ہماری حیرت دور کر دیجیے۔" فریاد نے شوخ آواز میں کہا ۔

وہ کرسیوں پر بیٹھ گئے ... کرسیاں وہاں ایک میز کے گرد بچھی تھیں۔ میز پر کچھ کتابیں اور تین چار فائلیں سلیقے سے رکھی تھیں:

" آپ کی حیرت ... کیا مطلب ؟"

" مطلب یہ کہ آپ اچانک کیسے ہمارے گھر آ گئے ۔"

" ہمیں ایک خط یہاں لے آیا ہے ۔"

" خط... کیا مطلب ... تو کیا آپ کو بھی کوئی خط ملا ہے ...

جیسا کہ ہمارے والد صاحب کو ملا ہے ۔"

" جی ہاں، اور ہے بھی بالکل اسی مضمون کا۔" فرزانہ نے فوراً کہا ۔

" اوہو اچھا" فریاد یک دم سیدھے ہو کر بیٹھ گئے ... ان کی بیگم نے بھی حیرت زدہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکائیں ... پھر فرزانہ نے کہا :

" ذرا دکھائیے وہ خط ۔"

انہوں نے خط کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ... دونوں مل کر اسے پڑھنے لگے ... آخر فریاد نے کہا :

" یہ تو بالکل وہی خط ہے۔"

" لیکن چچا جان! ان کے یہاں آتے سے ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے۔" اشنہ بول اٹھی۔

" اور وہ کیا ؟"

"اس خط کی لکھائی ... ہمارے ملازم عارف بھائی کی تحریر سے بالکل ملتی ہے ۔"

" کیا !!!" دونوں نے مارے حیرت کے کہا۔

" جب کہ عارف بھائی کا کہنا ہے کہ انہوں نے یہ خط نہیں لکھا۔"

اشنہ نے کہا۔

" ظاہر ہے ... وہ بے چارہ کیوں لکھنے لگا ایسا خط۔" زوبی نے جلدی سے کہا۔

" سوال تو پھر یہی ہے کہ وہ خط کس نے لکھا۔" فریاد کے لہجے میں حیرت تھی۔

" یہ معلوم کرنا ہمارا کام ہے ... اصل مسئلہ ہے ... امداد صاحب کا، کیا وہ واقعی خطرے میں ہیں۔"

" نہیں... یہ کسی کی شرارت ہے ... اور بس۔" زوبی نے فوراً کہا۔

"ہاں! بالکل! دیکھیے نا ... ابا جان نے تو ہمیں کبھی کسی چیز کی کمی ہی نہیں ہونے دی ... نہ وہ کنجوس ہیں ... جب ان کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف ہی نہیں تو کوئی کیوں ان کی جان کے درپے ہے ... لہٰذا یہ تو شرارت ہے... یا کوئی سازش ہے۔"

اور ہمارے خیال میں یہ شرارت نہیں ... سازش ہے۔" محمود نے سرسراتی آواز میں خیال ظاہر کیا۔

عین اسی لمحے فرزانہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

☆☆☆☆☆

آلہ

انہوں نے فوراً یہ بات محسوس کر لی:

" خیر تو ہے، فرزانہ۔"

" مجھے ایسا محسوس ہوا ہے جیسے کوئی ہماری باتیں سن رہا ہو۔"

" ارے نہیں۔" فریاد اور زوبی ہنس پڑے۔

" اس میں ہنسنے کی کیا بات۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

" ہمارے کمرے میں بھلا ہمارے سوا کون ہو سکتا ہے۔"

" بات کمرے کی نہیں ... کوئی کمرے کے دروازے سے لگ کر بات سننے کی کوشش کر رہا ہے۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

" ایسی بات بھی نہیں ہو سکتی ... یہاں ہے ہی کون ... ہمارے والد صاحب ہیں... ہم دو بھائی ہیں... ہم دونوں کی بیویاں ہیں، اشنہ ہے اور عارف بھائی ہیں... بس ...کل یہ افراد ہیں ... ان میں سے بھلا کون ہماری باتیں سننے کی کوشش کرنے لگا اور کیوں کرے گا۔" فریاد

نے جلدی جلدی کہا۔

''اور آپ اماں جان کو بھول گئے ہیں ...'' زوبی نے شکایت کے لہجے میں کہا۔

''اوہ ہاں واقعی ... اور اماں جان ہیں... لیکن وہ سب سے الگ تھلگ کمرے میں پڑی رہتی ہیں نا... انہیں کسی سے کوئی دلچسپی نہیں... سب سے بیزار بیزار رہتی ہیں۔''

''اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اشنہ صاحبہ نے بھی ہمیں ان سے نہیں ملایا۔'' فرزانہ کے لہجے میں شکایت تھی۔

''بس اسی لیے کہ وہ تو پہلے ہی ساری دنیا سے کٹ کر رہتی ہیں۔''

''لیکن ہم ان سے بھی ملنا پسند کریں گے۔''

''اچھی بات ہے... ملوا دیتی ہوں ... لیکن پہلے آپ اپنے اس احساس کی بات کر لیں۔''

''ہاں! میں واقعی یہ محسوس کر رہی ہوں کہ کوئی ہماری باتیں سن رہا ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کوئی دروازے سے کان لگا کر کھڑا ہو... نہیں آج کل آلات کے ذریعے بھی تو بات چیت سن لی جاتی ہے، کیا خبر اس کمرے میں کوئی ایسا آلہ موجود ہو۔''

''اوہ ... اوہ۔'' وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

''ہمیں اجازت دیں ... ہم ... ہم اس کمرے کی تلاشی لینا چاہتے ہیں۔''

''ضرور لیں ... کوئی اعتراض نہیں۔'' فرہاد حاصل نے فوراً کہا۔

انہوں نے کمرے کا خوب غور سے جائزہ لیا ... اس وقت ان کے ساتھ پروفیسر داؤد ہوتے تو وہ یہ کام اپنے آلے کے ذریعے فوراً کر لیتے... جب کہ انہیں کسی آلے کو آنکھوں کے ذریعے تلاش کرنا تھا... کئی منٹ تک انہوں نے کمرے کی ایک ایک چیز کا جائزہ لیا... پھر آخر فرزانہ کی آواز ابھری:

''میں نے آلے کا پتا لگا لیا ہے ... وہ آتش دان پر رکھے مصنوعی پھولوں کے گل دستے میں ہے۔''

''ارے نہیں ... یہ گل دستہ تو میں خود خرید کر لائی تھی۔'' زوبی نے ہنس کر کہا۔

''آپ میرا مطلب غلط سمجھیں...'' فرزانہ نے جواب میں کہا۔

''تو آپ کیا کہنا چاہتی ہیں۔'' زوبی اس کی طرف مڑی۔

''گل دستہ بے شک آپ لائیں تھیں... آلہ اس میں بعد میں چھپایا گیا ہے ... آلہ چھپانے کی یہ بہت بہترین جگہ ہے۔''

"آخر وہ آلہ اس میں کہاں ہے ... ہمیں بھی دکھائیں نا۔"
فریاد نے حیرت کے عالم میں کہا۔

"ضرور! کیوں نہیں۔"

یہ کہہ کر فرزانہ نے گل دستہ اٹھا لیا اور ان کے پاس لا کر رکھ دیا... اس نے مصنوعی پھول گل دان میں سے نکال لیے ... اب اس نے گل دان کو الٹ دیا... میز پر ایک مستطیل ٹکیہ گر پڑی:

"یہ... یہ... کیا۔" فریاد اور زوبی کے منہ سے نکلا۔

"باتیں سننے کا آلہ ... اس کے ذریعے یہاں ہونے والی ہماری گفتگو کوئی سنتا رہا ہے ... اب چونکہ اس نے یہ بات جان لی کہ ہم نے اس آلے کو تلاش کر لیا ہے، لہٰذا اس نے پہلا کام یہ کیا ہوگا کہ اس آلے کے دوسرے حصے کو جلا کر راکھ کر دیا ہو گا ... لہٰذا اب یہ بے کار ہے ... لیکن ہم اپنی بات ضرور ثابت کر سکتے ہیں ... لیکن اس کے لیے آپ کو انتظار کرنا ہوگا ... کیونکہ اب ہمارے لیے ضروری ہوگیا ہے کہ اپنے انکل کو یہاں بلا لیں۔"

"آپ کا مطلب ہے ... پروفیسر داؤد کو۔" فریاد صاحب مسکرائے۔

"جی بالکل! آپ کو تو ہمارے بارے میں سب باتیں معلوم

ہیں۔"

"ایسا ہی ہے ... آپ انہیں ضرور بلا لیں ... ہمیں ان سے مل کر بھی خوشی ہو گی۔"

"میں فون کرتا ہوں۔"

محمود نے پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے ... فوراً ہی دوسری طرف سے خان رحمان کی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم ... کیا حال ہے محمود۔"

"اوہو ... معاف کیجیے گا انکل... غلطی سے آپ کا نمبر ملا بیٹھا... جب کہ بات کرنا چاہتا تھا ... پروفیسر انکل سے۔"

"ہاں تو یہ انہیں کا نمبر ہے نا ... میں ان کے گھر میں موجود ہوں... اور وہ باتھ روم میں ہیں... لو وہ آ گئے... بات کر لو۔"

"جی شکریہ!" اس نے کہا۔

"السلام علیکم محمود ... سناؤ... کیا حال ہے۔"

"جی اللہ کا شکر ہے ... آپ سے ایک چھوٹا سا کام ہے ... بلانے کو ہم دفتر سے بھی کسی کو بلا سکتے تھے ... لیکن میں نے سوچا، اس بہانے آپ سے ملاقات ہی ہو جائے گی۔"

"تم کام بتاؤ ... ہم ابھی آ جاتے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے فوراً

کہا۔

"ایک آلے کو چیک کرنا ہے۔"

"فکر نہ کرو ... ہم پندرہ بیس منٹ میں پہنچ جائیں گے ... پتا بتا دو۔"

"30 نورنگ آباد حاصل پور۔"

"سب ٹھیک ہے ... لل ... لیکن میں ... ہم نے تو شہر میں کسی حاصل پور کے بارے میں نہیں سنا ... یہ کہاں واقع ہے۔"

"شہر سے باہر نکلتے ہی حاصل پور آجاتا ہے ... لیکن آپ کو جنوبی سڑک پر آنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے ... تم تینوں آسکو تو سڑک کے کنارے آجانا۔"

"جی اچھا۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"اچھا یہ تم اپنے انکل خان رحمان سے بات کرو یہ کچھ کہنا چاہ رہے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"جی انکل"۔

"یار میں پروفیسر صاحب کے ساتھ نہیں آسکوں گا ... بہت ضروری کام ہے مگر کام سے فارغ ہوتے ہی تم لوگوں کی طرف آتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے انکل۔"

موبائل بند کرکے محمود نے ان سے کہا:

"آؤ سڑک پر چل کر انکل کو لے آئیں۔"

"پندرہ منٹ تو انہیں کم از کم لگیں گے ... تو آپ ابھی سے جا کر کیا کریں گے۔"

"ذرا ادھر ادھر گھوم لیں گے۔"

"اچھی بات ہے ... اس آلے کو ہم کیا کریں۔"

"اسے جوں کا توں رہنے دیں ... اسے ہاتھ نہ لگائیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

اور پھر وہ وہاں سے باہر نکل آئے ... ٹہلنے کے انداز میں گھر سے باہر نکل رہے تھے کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا ... اور انہوں نے ایک آواز سنی:

"تو آپ ہیں ... وہ سراغرساں۔" انداز طنزیہ تھا۔

"کون سراغ ساں۔" محمود نے جھلا کر کہا اور اس شخص کی طرف دیکھا ... جس نے یہ جملہ کہا تھا ... وہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑا تھا ... گویا ابھی باہر نکلا تھا۔

"انسپکٹر جمشید کے بچے ... یہاں تو خبر اڑی ہوئی ہے کہ آپ لوگ

تشریف لائے ہوئے ہیں۔" اس کا انداز بدستور طنزیہ تھا۔

" آپ کی تعریف۔" محمود نے جل کر پوچھا۔

"میں ... میں ہوں تیفور۔"

" تیفور ... عجیب سا نام ہے۔"

"اگر آپ کو میرا نام غریب سا بھی لگے تو مجھے اس سے کیا ..." اس نے بڑا سا منہ بنایا۔

" آپ کیا لگتے ہیں محترم امداد حاصل کے۔"

" چھوڑیں ... اس بات سے کیا حاصل۔" وہ ہنسا۔

" اگر آپ نہیں بتائیں گے ... تو بھی ہمیں دوسرے بتا دیں گے۔"

" تو کیا ہوا ... مجھے یہ بات چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں ... میں تو آپ سے کہہ رہا تھا کہ کیا کریں گے میرے بارے میں معلوم کر کے ... میں بالکل بے ضرر سا آدمی ہوں ... اور اس معاملے سے میرا دور کا بھی تعلق نہیں۔" اس نے اسی انداز میں کہا۔

"کس معاملے سے۔" فرزانہ نے پوچھا۔

" یہی ... اپنے امداد حاصل انکل کے معاملے سے ..."

" ان کا کیا معاملہ ہے؟" محمود نے پوچھا ... اب انہیں حیرت

ہوتی جا رہی تھی۔

" سبھی کو معلوم ہے ... کوئی انہیں قتل کرنا چاہتا ہے۔"

" ارے باپ رے ... تو یہاں یہ بات سبھی کو معلوم ہے۔"

" ہاں بالکل۔"

"ہم یہ سمجھتے تھے کہ خط کے ذریعے کوئی خفیہ بات ہمیں بتائی گئی ہے... ارشاد حاصل صاحب اور ان کے گھرانے کے کسی فرد نے یہ بات ہمیں نہیں بتائی ... بلکہ وہ یہی ظاہر کرتے رہے ہیں کہ انہیں یہ بات معلوم نہیں... البتہ۔" یہاں تک کہہ کر محمود رک گیا۔

" البتہ کیا؟"

" البتہ ... امداد حاصل صاحب نے ضرور یہ بات ہمیں بتائی تھی کہ ایسا ایک خط انہیں بھی مل چکا ہے۔"

" اب میں آپ کو اصل بات بتاؤں۔"

" ضرور بتائیں ... لیکن آپ نے اب تک یہ نہیں بتایا کہ آپ کا ان سے کیا تعلق ہے۔"

"میں ... میں ان کا سوتیلا بیٹا ہوں ... میری ماں کو انہوں نے طلاق دے دی تھی ... اس کے بعد ثوبیہ سے شادی کر لی تھی۔"

" ثوبیہ... کیا مطلب ... ثوبیہ کون؟"

"انہیں اب سب اماں جی کہتے ہیں۔"

"اوہ اچھا ... تب تو آپ ان سب سے بڑے ہوئے۔"

"کن سب سے۔" اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

"میرا مطلب ہے ... ارشاد حاصل ... فریاد حاصل سے۔"

"ہاں بڑا ہوں ... لیکن وہ مجھے بڑا بھائی نہیں مانتے..."

"تب پھر آپ یہاں کیسے رہتے ہیں۔"

"کیوں ... کیا میں ان کا بیٹا نہیں ہوں۔"

"اوہ ہاں! بیٹے تو آپ ہیں۔"

"بس تو پھر ... انہوں نے مجھے اور میری ماں کو حاصل پور میں یہ رہائش دی تھی ... ماہانہ خرچ بھی دیتے ہیں ... اس لیے میں یہاں رہتا ہوں۔"

"تب تو آپ کے ساتھ اور آپ کی والدہ کے ساتھ بہت زیادتی ہوئی ہے۔"

"پتا نہیں ... زیادتی ہوئی یا نہیں ... میری والدہ کا کہنا ہے کہ ... ان کی زیادتی نہیں تھی ... وہ ان سے بلاوجہ لڑتی رہتی تھیں... بس تنگ آ کر آخر انہوں نے ایک دن انہیں طلاق دے دی ... اور رہائش کے لیے یہ حصہ دے دیا۔"

"پھر بھی ... آپ کو اس بات کا رنج تو ہوگا ... اپنے باپ پر غصہ بھی آتا ہوگا ... اتنی بڑی جائیداد میں سے آپ کو شاید بہت کم حصے ملے گا ..."

"مجھے نہیں پتا ... حصہ ملتا ہے یا نہیں ... یا کتنا ملے گا ... مجھے اور میری ماں کو اس بات کی بالکل کوئی پروا نہیں ... ہمیں جو ماہانہ خرچ ملتا ہے ... ہمیں وہی کافی ہے ... ویسے میں ایک دفتر میں ملازمت کرتا ہوں ... جب کہ ارشاد حاصل اور فریاد حاصل کوئی کام نہیں کرتے۔ وہ باپ کی جائیداد پر عیش کرتے ہیں۔"

"تب پھر ... آپ کے خیال میں امداد حاصل کو کون ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

"فریاد حاصل ... یا پھر ارشاد حاصل ..."

"لیکن یہ دونوں ایسا کرنا کیوں چاہیں گے جب کہ یہ اب بھی ساری جائیداد کے مالک ہیں ... اور آج نہیں تو کل یہ جائیداد انہیں مل ہی جائے گی۔"

"دونوں اس وقت مالک نہیں ہیں ... امداد حاصل صاحب کی موت کی صورت میں ضرور مالک بن جائیں گے۔"

"اور آپ؟"

" میں بتا چکا ہوں ... مجھے اور میری ماں کو ان کی جائیداد سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ،ہم نے تو کبھی کسی وکیل سے پوچھا تک نہیں کہ ہمیں کتنا حصہ ملے گا... ملے گا بھی یا نہیں ... البتہ ۔" وہ کہتے کہتے رک گیا ۔

" البتہ کیا ؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"البتہ ارشاد حاصل کی بہنوں کے خاوند ضرور اس چکر میں ہو سکتے ہیں۔"

" کیا مطلب؟" ان تینوں کے منہ سے نکلا ... کیونکہ ارشاد حاصل اور فریاد حاصل کی بہنوں کا ذکر وہ پہلی بار سن رہے تھے ...یہاں تک کہ ان دونوں نے ... یا گھر کے کسی فرد نے بھی ان بہنوں کا ذکر نہیں کیا تھا۔

"آپ کو کس بات پر حیرت ہوئی۔" تینور نے حیران ہو کر پوچھا۔

" اس بات پر کہ انہوں نے اپنی بہنوں کا ذکر کیوں نہیں کیا ۔"

" اس لیے کہ دونوں ان سے جلتے ہیں ... وہ جائیداد میں حصے دار جو ہوئیں۔"

" اور آپ ... آپ ان سے نہیں جلتے ۔"

" نہیں ... میں بتا چکا ہوں ... مجھے اور میری ماں کو جلنے کی ضرورت نہیں... ہم اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتے ہیں ... میری والدہ بھی کام کرتی ہیں... وہ ایک اسکول میں پڑھاتی ہیں ... طلاق کے بعد انہوں نے اپنی روزی خود کمانے کا فیصلہ کیا تھا ... بابا صاحب کی طرف سے جو ماہانہ خرچ ملتا ہے... اس کی وہ پروا بھی نہیں کرتیں... اور نہ لیں۔"

" یہ جان کر حیرت ہوئی ... ان کی دونوں بہنیں کہاں رہتی ہیں۔"

" یہیں رہتی ہیں... اور کہاں رہیں گی۔"

" تب تو ہمیں ان سے بھی ملنا ہوگا ... معاملہ الجھتا نظر آرہا ہے۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا ۔

"تب پھر حاصل پور کے آخر میں چلے جائیں ... آخری دو گھر ان کی بہنوں کے ہیں ۔"

"آپ کی بھی تو بہنیں ہیں وہ ۔"

" ہاں! سوتیلی بہنیں ۔" اس نے جلے کٹے انداز میں کہا ۔

" شکریہ آپ کا ... آپ سے بہت قیمتی باتیں معلوم ہوئیں۔"

یہ کہہ کر وہ آگے بڑھ گئے ... لیکن اب انہیں اپنا رُخ بدلنا پڑ گیا

تھا۔ پہلے وہ بستی سے باہر کا رُخ کر رہے تھے... اب انہیں اندر جانا پڑ
گیا تھا... بستی کے آخری سرے پر دو کوٹھیوں کے پاس پہنچ کر وہ رک
گئے... پہلے انہوں نے ایک دروازے پر دستک دی... دروازہ فوراً ہی
کھل گیا اور ایک لڑکا نظر آیا... وہ اشنہ سے کم عمر کا تھا:

"کیا یہ گھر ارشاد حاصل کی بہن صاحبہ کا ہے۔"

"جی ہاں... لیکن آپ کو یہاں سے کوئی چیز نہیں ملے گی...
یہاں تک کہ کوئی سراغ بھی نہیں ملے گا۔"

"کیا مطلب؟" تینوں نے چونک کر کہا۔

"آپ یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ نانا جان کو کون ہلاک
کرنا چاہتا ہے... یہی بات ہے نا۔" اس نے ہنس کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"تو بس! میں نے اسی سلسلے میں کہا ہے... میں اور میری والدہ
نانا جان سے بہت محبت کرتے ہیں، ہم انہیں ہلاک کرنے کے بارے
میں سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"آپ کا نام کیا ہے؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"ایاز... میری والدہ کا نام صائمہ ہے... ساتھ والے گھر میں
میری خالہ رہتی ہیں... ان کے بیٹے کا نام عرفان ہے... اور خالہ کا

نام زاہدہ ہے۔"

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی... کیا ہم آپ کی والدہ سے ایک
دو باتیں کر سکتے ہیں۔"

"ہاں! کیوں نہیں... آپ آجائیں اندر، پھر میں آپ کو اپنی
خالہ اور ان کے بیٹے سے بھی ملواؤں گا۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہوگی... لیکن..." محمود نے چونک کر
کہا۔

"لیکن کیا؟"

"آپ نے اپنے والد کے بارے میں نہیں بتایا۔"

"وہ... ملک سے باہر ہوتے ہیں... انہیں ہمارا ملک پسند
نہیں... کافی مدت ہوگئی، انہیں گئے ہوئے، بس چار پانچ سال کے بعد
ایک آدھ ماہ کے لیے آجاتے ہیں۔" ایاز نے منہ بنایا۔

"اور عرفان کے والد۔"

"وہ بھی ان کے ساتھ ہی گئے ہوئے ہیں... دراصل عرفان
کے والد اور میرے والد سگے بھائی ہیں۔"

"اوہ... اچھا... چلیے ان کے نام بھی بتا دیں پھر آپ۔"

"جی ضرور... میرے والد کا نام الطاف سلمہ ہے... اور عرفان

کے والد کا نام عارف سلمہ ہے۔"

محمود، فاروق اور فرزانہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا...
فرزانہ کی آنکھوں میں شدید الجھن نظر آئی...وہ دونوں سمجھ نہ سکے کہ اس
کی آنکھوں میں الجھن کا کیا سبب ہے ... ایسے میں انہوں نے سنا...
ایاز کہہ رہا تھا:

"آیئے ... آپ رک کیوں گئے۔"

وہ اس کے پیچھے اندر کی طرف بڑھے ... ایسے میں محمود نے
سرگوشی کی:

"کیا بات ہے فرزانہ۔"

"پپ پتا نہیں ... لیکن میں بے چینی محسوس کر رہی ہوں ...
یوں لگتا ہے... جیسے کوئی شخص چھپ کر ہمیں دیکھ رہا ہے اور ہم پر ہنس
رہا ہے... یہاں کافی الجھنیں سی ہیں ... کیوں نہ ہم ابا جان کو بلا
لیں۔"

"ان سے بات کر لیتے ہیں ... لیکن پہلے ہم ایاز صاحب اور
عرفان صاحب کی والداؤں سے مل لیں ذرا۔"

"اچھی بات ہے۔"

ایاز انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا کر چلا گیا ... انہوں نے دیکھا...

ڈرائنگ روم کی ہر چیز سے دولت مندی کا اظہار ہو رہا تھا ... یوں لگتا
تھا جیسے ان کے پاس بے تحاشہ دولت ہو ... بلکہ ضرورت سے زیادہ
دولت ہو اور وہ اسے خرچ کرنے پر مجبور ہوں ... مثلاً کمرے میں ہاتھی
دانت کی میز موجود تھی ... دیوار پر بہت قیمتی فریم نصب تھے...
آتش دان پر بہت نفیس قسم کے ڈیکوریشن پیس رکھے ہوئے تھے۔ انہوں
نے بہت بڑے بڑے گھر دیکھے تھے ... لیکن اس قدر قیمتی چیزیں بہت
کم گھروں میں دیکھی ہوں گی ... ابھی وہ حیران ہو رہے تھے کہ قدموں
کی آواز سنائی دی ... انہوں نے دیکھا کمرے میں ایک ادھیڑ عمر عورت
داخل ہو رہی تھی ...اس کے چہرے پر حد درجے فخر اور غرور تھا:

"آپ لوگوں کو مجھ سے کیا کام ... کوئی بیٹی اپنے باپ کو ہلاک
کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی اور پھر ہمارے والد تو ہم پر
بہت مہربان ہیں ... ہم ان پر جان دیتی ہیں ... میں بھی ... میری بہن
بھی ... میرے بچے بھی ... ہاں ... رہ گئے ارشاد حاصل، فریاد حاصل
... اور تیفور حاصل ... ان تینوں میں سے ضرور کوئی ابا جی سے نجات
حاصل کرنے کے بارے میں سوچ سکتا ہے ... کیونکہ جائیداد کا حصہ
پانے کی خواہش ان میں ہو سکتی ہے... بہنوں میں نہیں۔"

"آپ کی باتیں بہت اہم ہیں ... ہم اس رُخ سے غور کریں

گے ... دراصل ہم چاہتے ہیں ... اگر کوئی واردات ہونے والی ہے ... تو اسے نہ ہونے دیں۔"

"ہم بھی یہی چاہتے ہیں۔"

"اور آپ دونوں کے خاوند۔"

"انہیں دولت کی خواہش ضرور ہے ... اسی لیے بیرون ملک گئے ہوئے ہیں اور چاہتے ہیں، بے تحاشہ دولت حاصل کر لیں ... لیکن اپنی کمائی کے ذریعے ... نہ کہ اپنے سسر کو قتل کر کے ... ایسا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے۔"

"ہوں ... کیا آپ کی بہن بھی انہی خیالات کی ہیں۔"

"سو فیصد ... آپ لوگوں کو ان میں اور مجھ میں کوئی فرق نظر نہیں آئے گا۔"

"اور آپ کے خاوند بیرون ملک سے رقم بھیجتے رہتے ہیں۔"

"ہاں بالکل ... وہ بھی بھیجتے رہتے ہیں اور ہمارے ابا جی بھی دیتے رہتے ہیں۔"

"بہت خوب! اب ہم اجازت چاہیں گے ... لیکن ہم چند منٹ کے لیے آپ کی بہن سے بھی ملنا پسند کریں گے۔"

"اگرچہ آپ کی معلومات میں ان سے مل کر کوئی اضافہ نہیں

ہوگا ... کیونکہ جو میں بتا چکی ہوں ... وہی وہ بتائیں گی ... پھر بھی آپ ملنا چاہیں تو ضرور مل لیں ... ایاز ... تم انہیں خالہ کے پاس لے جاؤ۔" انہوں نے حکم دینے والے انداز میں کہا۔

"جی اچھا!" اس نے کہا، پھر ان کی طرف مڑتے ہوئے اس نے کہا:

"آیئے چلیں۔"

تینوں نے اٹھتے ہوئے صائمہ سے کہا:

"آپ کا بہت بہت شکریہ ... آپ نے ہماری بہت مدد فرمائی ... ان معلومات کے سہارے ہم آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ مسکرا دیں۔

تینوں دروازے کی طرف بڑھے ... عین اسی لمحے فرزانہ کے منہ سے نکلا:

"ارے! یہ کیا۔"

"کیا ہوا فرزانہ۔" محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایک منٹ۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگی۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کسی بات پر غور کر رہی ہو ... ایک منٹ اسی طرح گزر گیا۔ پھر اس کے جسم کو ایک جھٹکا لگا ... اس نے

سرسراتی آواز میں کہا:

"اب تک انکل کو آجانا چاہیے تھا۔"

"تت تمہارا مطلب ہے ... پروفیسر انکل کو۔"

"ہاں!"

"وہ آ تو گئے ہوں گے ... لیکن انہیں کیا معلوم کہ ہم کہاں ہیں ... لہٰذا وہ ارشاد حاصل کے پاس ہوں گے۔"

"میں پتا کرتا ہوں۔" محمود نے کہا ... پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا تاکہ موبائل نکال سکے ... فوراً ہی اس کے منہ سے نکلا:

"ارے باپ رے۔"

☆☆☆☆☆

حملہ آور

فرزانہ اور فاروق کی نظریں اس پر جم گئیں، وہ سامنے دیوار پر لگی تصویر کو دیکھے جا رہا تھا۔

"خیر تو ہے محمود۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"پپ پتا نہیں۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیا پتا نہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"یہ کہ خیر ہے یا نہیں۔"

"ہوا کیا ہے۔" فاروق جل کر بولا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا ... آگے بڑھا تصویر کے پیچھے ہاتھ ڈالا اور جب نکالا تو انہوں نے دیکھا، اس کی ہتھیلی پر ایک مستطیل سی ٹکیہ موجود تھی:

"یہ کیا ہے۔"

"معلوم نہیں۔" اس نے اسی انداز میں کہا۔

"حیرت ہے ... یہ چیز تمہیں نظر کیسے آ گئی۔"

"میں جس زاویے پر کھڑا ہوں یہاں سے تصویر کی سائیڈ نظر آ رہی ہے...اور سائیڈ سے ہی مجھے یہ تکیہ نظر آئی۔"

"اور اب میرا خوف بہت بڑھ گیا ہے ... یہاں ضرور کچھ ہونے والا ہے۔"

"نن نہیں۔" مارے خوف کے ایاز کے منہ سے نکلا۔

انہوں نے دیکھا ...ایاز اور اس کی والدہ کی آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا۔ انہیں اس پر اور زیادہ حیرت ہوئی:

"آپ کو کیا ہوا۔"

"یہ...یہ کیا چیز ہے بھلا... کیونکہ۔" ایاز کی والدہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کیا کہا ... آپ نے صائمہ صاحبہ؟"

"میں نے کہا ہے ... یہ کیا چیز ہے۔"

"نہیں ... آپ نے ان الفاظ کے بعد یہ بھی کہا ہے ... کیونکہ۔" فرزانہ نے انہیں گھورا۔

"ہاں! کہا تو ہے پھر ... اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"مطلب یہ کہ آپ نے کیونکہ کیوں کہا ... کیا آپ یہ چیز کہیں

اور بھی دیکھ چکی ہیں۔"

"بالکل یہی بات ہے۔" ان کے لہجے میں جوش آ گیا۔

"مہربانی فرما کر بتائیں ... آپ نے یہ چیز اس سے پہلے کہاں دیکھی ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"میرا مطلب یہ نہیں کہ وہ یہی تکیہ تھی ... بلکہ اس جیسی تھی۔"

"بس بس ... یہی ہم چاہتے ہیں... آپ نے ایسی تکیہ کہاں دیکھی تھی۔"

"میں... میں یاد کرنے کی کوشش کر رہی ہوں ... دراصل اس وقت میں نے ... اس تکیہ کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی ... یہ تو جب آپ کے تصویر سے نکالی ہے... تو اس وقت مجھے محسوس ہوا ہے ... یہ ضرور کوئی خاص چیز ہے۔"

"اس میں شک نہیں کہ یہ ایک خاص چیز ہے، یہ بات چیت سننے کا ایک آلہ ہے، یعنی اگر یہ چیز یہاں موجود ہے تو اس کا دوسرا حصہ جہاں موجود ہوگا ... وہاں اس کمرے میں ہونے والی ساری باتیں سنی جا سکتی ہیں۔"

"اوہ ... اوہ۔" ایاز اور صائمہ دونوں نے خوف کے عالم میں کہا۔

''ہم نے پروفیسر انکل کو فون کیا تھا ...وہ اب تک پہنچے نہیں ... جب کہ یہاں ان کی ضرورت بہت زیادہ ہو گئی ہے ...'' یہ کہتے ہوئے محمود نے پھر جیب میں ہاتھ ڈالا اور موبائل نکال کر پروفیسر صاحب کا نمبر ملایا ...دوسری طرف سے فوراً کہا گیا :

''ہاں محمود ... تم کہاں ہو ... میں حاصل پور کے باہر موجود ہوں۔''

''آپ وہیں ٹھہریں انکل ...ہم آرہے ہیں ۔''

محمود موبائل بند کرتے ہوئے صائمہ اور ایاز کی طرف مڑا:

''ہمارے انکل آگئے ہیں ... ضرورت پیش آئی تو ہم پھر یہاں آئیں گے،کیونکہ اس آلے نے معاملے کو بہت پے چیدہ بنا دیا ہے ۔''

''ہم تو خود حیران ہیں ۔''

''اور ہم پریشان ہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا ۔

پھر وہ باہر نکل آئے اور بیرونی دروازے پر پہنچے ... یہاں پروفیسر داؤد اپنی گاڑی میں بیٹھے تھے ... گاڑی کا انجن چل رہا تھا اور اس کے دروازے بند تھے ... ڈرائیونگ سیٹ والا شیشہ تھوڑا سا نیچے تھا۔ ان کے السلام علیکم کہتے ہی انہوں نے کہا :

''وعلیکم السلام ... بتاؤ کیا حال ہے اور کیا معاملہ ہے ... یہ شہر

سے باہر اتنی دور تم کہاں آگئے۔'' ان کے لہجے میں کافی سختی تھی، تلملاہٹ تھی۔

''انکل ... یہ حاصل پور ہے ... یہ ننھی سی بستی حاصل جان نے بسائی تھی۔ اب اس بستی کے مالک امداد حاصل ہیں...یعنی ان کے بیٹے... اور امداد حاصل کی اولاد اب اس بستی کے گھروں میں آباد ہیں۔''

''یہ تو ہوا... تم تینوں کا یہاں کیا کام ... اور تم نے مجھے کیوں بلایا ہے... کیا تم نہیں جانتے کہ میں کس قدر مصروف آدمی ہوں۔''

''ہائیں... یہ آج آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں ... آپ نے تو ہم سے کبھی ایسی بات نہیں کی ۔''

''میں واقعی بہت مصروف آدمی ہوں ... اور تم جیسے بے کار لوگوں کی وجہ سے بہت وقت ضائع ہوتا ہے ... لہٰذا میں نے آج یہ فیصلہ کیا ہے کہ اب میں تم لوگوں کے کسی کام نہیں آیا کروں گا... نہ کسی مہم میں تم لوگوں کا ساتھ دیا کروں گا ۔''

''یہ...یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ۔'' مارے حیرت اور خوف کے ان تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا ۔

''ہٹ جاؤ ... میرے سامنے سے ۔''

یہ کہتے ہی انہوں نے گاڑی گھما دی ... وہ ہکا بکا رہ گئے... خود
کو گاڑی کی زد سے بچانے کے لیے جلدی سے ایک طرف ہو گئے ...
گاڑی پورے زور سے گھومی اور غراتے ہوئی وہاں سے چل دی:

"ٹن نہیں ... آؤ جلدی کرو ۔" یہ کہتے ہی محمود نے دوڑ لگا
دی... آن کی آن میں وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں انہوں نے گاڑی
کھڑی کی تھی۔ دوسرے ہی لمحے وہ گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔ گاڑی بستی
سے باہر نکل چکی تھی ... پروفیسر داؤد کی گاڑی کا رُخ انہوں نے شہر کی
طرف ہوتے نہیں دیکھا تھا ... بلکہ شہر کی مخالف سمت میں جاتے ہوئے
دیکھی تھی ... اب محمود نے کار پوری رفتار پر چھوڑ دی :

"دھیان سے محمود ... کہیں ایکسیڈنٹ نہ کرا بیٹھنا ... " فرزانہ
نے گھبرا کر کہا۔

"فکر نہ کرو ..." محمود کی آواز سرد تھی ۔

" ویسے تم نے کیا اندازہ لگایا ۔" فاروق نے بے چینی کے عالم
میں کہا۔

" انکل کی گاڑی میں پچھلی اور اگلی سیٹ کے درمیان میں کوئی
چھپا ہوا ہے ... اس نے ان سے یہی کہنے کا حکم دیا تھا ..."

" لیکن اس سے اس کا مقصد کیا تھا ۔"

" یہ تو ہم اب دیکھیں گے ... انکل تفصیل بتائیں گے ۔"

" ہوں ... اللہ اپنا رحم فرمائے... ڈر لگ رہا ہے ... کیوں نہ
ابا جان کو بلا لیا جائے ۔" فاروق کی آواز ابھری ۔

"پہلے اس صورت حال سے نبٹ لیں ۔" محمود نے منہ بنایا۔

اور پھر انہیں پروفیسر صاحب کی کار نظر آ گئی... ان پر جوش سوار
ہو گیا ... پروفیسر صاحب یوں بھی کار بہت تیز چلانے کے عادی نہیں
تھے... اس وقت اگر کوئی انہیں تیز چلانے پر مجبور کر رہا تھا تو بھی وہ
اس حد تک تیز نہیں چلا سکتے تھے کہ کوئی ایکسیڈنٹ ہی کرا بیٹھیں ...اس
لیے درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا جا رہا تھا ... اچانک ان کی کار کی
پچھلی سیٹ کی کھڑکی سے ایک ہاتھ نمودار ہوا...اس ہاتھ میں انہیں
پستول کی جھلک نظر آئی... ساتھ ہی فرزانہ چلائی :

"خبردار محمود ۔"

اس کے ساتھ ہی محمود نے پورے بریک لگائے۔ عین اس لمحے
اگلی کار سے ایک فائر ہوا تھا ... تینوں چشمہ زدن میں نیچے جھک گئے...
ان کی کار کا شیشہ ایک چھناکے سے ٹوٹ گیا ... ٹکڑے ان کے اوپر
گرے ... تاہم چونکہ ... وقت سے پہلے جھک گئے تھے ... اس لیے
ان کے چہرے بچ گئے ... بریک لگنے پر فاصلہ زیادہ ہو گیا تھا ... اس

لیے دوسرا فائر خالی گیا۔

اب کار کی رفتار ویسے ہی کم ہو گئی تھی ... کیونکہ سامنے کی ہوا پوری طرح اندر آرہی تھی ...اور محمود پہلی رفتار پر کار نہیں چلا سکتا تھا ... اس سب کے باوجود تعاقب جاری رہا:

"پروفیسر انکل کوئی کام کیوں نہیں دکھا رہے۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

"کیا مطلب ... وہ گاڑی چلا رہے ہیں ... اس حالت میں بھلا کیا کام دکھا سکتے ہیں وہ۔"

"اگر ان کے ذہن میں بات آگئی تو کام دکھا سکتے ہیں... ورنہ ہم تو تعاقب کر ہی رہے ہیں..."

"لیکن اب ہماری گاڑی کی رفتار وہ نہیں رہی ... ہم اگر اس سے زیادہ تیز چلاتے ہیں تو ہوا ہمیں ٹکنے نہیں دے گی۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"پروا نہ کرو ... چلتے رہو ... اللہ کرے، پروفیسر انکل کو کوئی بات سوجھ جائے۔"

"اب جب وہ ہماری رفتار کم ہوتے محسوس کریں گے تو ضرور سوچیں گے۔"

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ... وہ شخص ہے کون۔"

"معلوم ہو جائے گی ... لیکن اب اس بات میں کوئی شک نہیں رہ گیا۔" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"کس بات میں۔"

"اس میں کہ بستی حاصل پور میں ضرور کچھ ہونے والا ہے۔"

"بس تو پھر امداد حاصل ہی نشانہ بنیں گے ... دونوں خطوط بھی ظاہر کرتے ہیں۔"

"لیکن ہم یہاں اس وقت سے پہلے پہنچ چکے ہیں، اس لیے ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو سکے ... اور شاید اسی لیے اس نامعلوم شخص کو بھیجا گیا ہے ...دیکھونا... یہ ہمیں حاصل پور سے باہر نکال لایا... اب ایسے میں اگر ادھر واردات ہو گئی تو ابا جان ہمیں کھری کھری سنائیں گے۔" فرزانہ کہتی چلی گئی۔

"ہاں واقعی ہم سے غلطی ہوئی ... ہم میں سے کم از کم ایک کو وہیں رکنا چاہیے تھا۔"

"رک کیسے جاتے ... کار والا واقعہ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ کچھ سوچنے سمجھنے کا وقت ہی نہیں ملا تھا..." فاروق نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"خیر خیر ... کوئی بات نہیں ... دیکھا جائے گا۔"

عین اسی وقت انہوں نے اگلی کار کو بائیں طرف مڑتے دیکھا...
اور پھر کار ان کی نظروں سے اوجھل ہو گئی :

" جلدی کرو محمود ۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

محمود نے رفتار کچھ بڑھا دی... جلد ہی وہ اس جگہ پہنچ گئے ...
جس جگہ سے اگلی کار مڑی تھی ... انہوں نے دیکھا... وہ ایک کچی سڑک تھی ... انہوں نے بھی کار اس سڑک پر اتار دی ... اگلی کار اب بھی انہیں نظر نہیں آئی تھی:

" خیال رہے محمود ... اس کے پاس پستول ہے ۔"

" ہاں! وہ تو ہے ... لیکن معلوم نہیں ... وہ کہاں ہے ... کتنے فاصلے پر جا کر چھپا ہے ... اس نے پروفیسر انکل کی کار کہاں کھڑی کی ہے اور پروفیسر انکل کس صورت حال سے دوچار ہیں ... یہ سب کچھ پریشان کن ہے ۔"

"ہوں... اللہ مالک ہے ... پتا نہیں اس شخص کا پروگرام کیا ہے۔"

" چلتے رہو... فرزانہ تم دائیں طرف نظر رکھو... میں بائیں طرف دیکھتا ہوں ... محمود تو سامنے دیکھ ہی رہا ہے ۔"

وہ آگے بڑھتے رہے ... پھر اچانک انہیں پروفیسر صاحب کی کار

نظر آ گئی۔محمود نے اپنی کار روک لی :

" نہ جانے اس شخص کا کیا پروگرام ہے ۔" فاروق بڑ بڑایا ۔

" بات سامنے کی ہے ۔" فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا ۔

"اور وہ کیا ؟"

" وہ ہمیں نشانہ بنانا چاہتا ہے ۔"

" اللہ اپنا رحم فرمائے۔" فاروق گھبرا گیا ۔

" حد ہو گئی ... تم اتنے بزدل کب سے ہو گئے ۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

" یاد نہیں !" فاروق مسکرایا ۔

" کیا یاد نہیں۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

" یہ کہ میں اتنا بزدل کب سے ہو گیا ہوں ۔"

" ہے کوئی تک ۔" دونوں نے بھنا کر کہا ۔

عین اسی لمحے ایک سرد آواز ابھری :

" تم تینوں کار سے نیچے اتر آؤ... اپنے پستول اس سمت میں اچھال دو، جس سمت سے تمہیں میری آواز آ رہی ہے ... اگر تم نے میری ہدایات پر عمل نہ کیا تو میں پروفیسر داؤد کو گولی مار دوں گا ... پھر نہ کہنا خبر نہ ہوئی ۔"

وہ سکتے میں آگئے... ایسے میں پروفیسر داؤد کی آواز سنائی دی:

"محمود، فاروق اور فرزانہ تم اس کی ہدایات پر ہرگز عمل نہ کرنا ... یہ مجھے گولی مارتا ہے تو مارے ... کار سے اس طرح اترو کہ یہ تم پر فائر نہ کر سکے اور درختوں کی اوٹ لے لو ... پھر اس کا مقابلہ کرو۔"

"اس صورت میں تم پروفیسر کی لاش دیکھو گے۔" وہ ہنسا۔

"کوئی پروا نہیں ... محمود، فاروق اور فرزانہ ... جو یہ کہتا ہے، وہ ہرگز نہ کرو۔"

"بس تو پھر میں پروفیسر داؤد کو نشانہ بنا رہا ہوں ... ایک دو..."

"ایک منٹ!" محمود پوری قوت سے چلا اٹھا۔

"بس ہو گئی سٹی گم۔"

"ہم آ رہے ہیں ..." محمود نے پکار کر کہا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔"

"بے وقوف نہ بنو محمود ... اس طرح تم بھی مارے جاؤ گے اور میں بھی، جب کہ میری ترکیب پر عمل کرنے سے تم بچ جاؤ گے اور اسے بھی اس کے جرم کی سزا دے سکو گے۔"

"لیکن انکل! یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" فاروق نے چیخ کر کہا۔

"کیا کیسے ہو سکتا ہے۔" پروفیسر داؤد نے پوچھا۔

"یہ کہ ہماری آنکھوں کے سامنے یہ آپ کو گولی مار دے۔"

"پھر وہی ... دوسری صورت میں بھی تو میں نہیں بچوں گا۔"

"اچھا آپ ذرا ہمیں اس سے بات کر لینے دیں ... کیا اپنا پستول اس نے آپ کی کن پٹی سے لگا رکھا ہے۔" محمود نے پوچھا ... ساتھ ہی اس کا دایاں ہاتھ نیچے کی طرف سرک گیا۔

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"اور اسے ہم پر فائر کرنے کے لیے پستول آپ کی کن پٹی سے ہٹانا پڑے گا۔"

"ہاں!" انہوں نے کہا ... وہ سوچ رہے تھے، پتا نہیں محمود ان سے کیا کہنا چاہتا ہے۔

"خبردار! تم ادھر ادھر کی باتیں نہ کرو ... جو کہا ہے، وہ کرو... ورنہ میں پروفیسر داؤد کو نہیں چھوڑوں گا۔"

"ہم آ رہے ہیں ... صبر کرو۔" فاروق نے جل کر کہا۔

اور پھر وہ کار سے اتر آئے... تینوں نے اپنے پستول آواز کی سمت میں اچھال دیے... تاہم انہوں نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ کہاں گرے ہوں گے۔

اب تینوں ایک ایک قدم اٹھانے لگے ... اس دوران انہوں نے ایک بات کا خیال رکھا تھا ... وہ درختوں سے نزدیک تھے اور کسی وقت بھی ایک چھلانگ کی صورت میں درختوں کی اوٹ لے سکتے تھے:

"سیدھے چلتے ہوئے آواز کی سمت میں آتے رہو... خبردار کوئی گڑبڑ کی تو منہ کی کھاؤ گے۔"

"کک... کیا کہا ... منہ کی کھاؤ گے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں... کیا ہوا ... میں نے تو سنا ہے ... تم لوگ بڑے محاورے بولتے ہو...تو کیا منہ کی کھانا محاورہ نہیں سمجھتے۔"

"اوہ اچھا... تم محاورے کی زبان میں بات کر رہے ہو ... اچھی بات ہے ... جیسے کو تیسا۔" فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"جیسے کو تیسا کیا۔"

"بھئی میں نے بھی جواب میں محاورہ بول دیا ... جیسا تم کرو گے ... ایسا ہم کریں گے۔"

"ارے باپ رے... یہ کیا ... سانپ۔" محمود پوری قوت سے چلایا۔

"کیا !!!" فرزانہ اور فاروق چلائے۔

"خبردار ... کوئی چال۔"

اس کے الفاظ درمیان رہ گئے ... اسی وقت دھماکے کی آواز سنائی دی۔ ادھر دھماکا ہوا... ادھر حملہ آور کے منہ سے بھیانک چیخ نکل گئی... اور پھر موت کا سناٹا چھا گیا۔

"کہاں ہو تم تینوں۔" انہوں نے پروفیسر داؤد کی آواز سنی۔

"ہم تینوں تین درختوں کی اوٹ میں ہیں... اور آپ؟"

"میں اکیلا تین درختوں کی اوٹ نہیں لے سکتا... اس لیے میں بھی ایک درخت کی اوٹ میں ہی ہوں۔" ادھر سے ہنس کر کہا گیا۔

"اور ہمارا مہربان دشمن۔"

"وہ لمبا لیٹا ہوا ہے ... اب معلوم نہیں ... واقعی بے ہوش ہے یا ڈرامہ کر رہا ہے۔"

"آپ نے اس پر کیا چیز آزمائی تھی۔"

"شیشے کی گیند ... لیکن کھلی فضا ہے نا ... اس لیے یقین سے نہیں کہہ سکتا... یہ بے ہوش ہے... یا نہیں۔"

"آپ فکر نہ کریں... ہم درختوں کی اوٹ لیتے ہوئے آرہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ احتیاط سے آگے بڑھتے رہے ... پھر انہوں نے لیٹے ہوئے دشمن کو دیکھ لیا۔ چند سیکنڈ تک وہ بغور اس کا جائزہ لیتے رہے ... آخر اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ واقعی بے ہوش ہے ... پھر بھی انہوں نے احتیاط کا دامن نہ چھوڑا... اور پہلے محمود درخت کی اوٹ سے نکل کر اس کی طرف بڑھا... نزدیک پہنچ کر اس نے حملہ آور کی آنکھ کو کھول کر دیکھا:

"انکل! یہ بے ہوش ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اب وہ بھی آگے آ گئے... فاروق اور فرزانہ بھی اوٹ سے نکل آئے۔ پروفیسر داؤد نے اس کی نبض چیک کی... پھر بولے:

"بے ہوشی کی ایک خوراک اور دے دیتا ہوں... کہیں یہ جلد ہوش میں نہ آ جائے۔"

"مگر یہ آپ کی کار میں آیا کیسے؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"بس میں کھڑا ہوا تم لوگوں کا انتظار کر رہا تھا کہ یہ گن پوائنٹ پر اندر آ کر بیٹھ گیا۔"

"اب یہ ہوش میں آئے تو پتہ چلے کہ اس کا مقصد کیا تھا۔"

"ٹھیک ہے ... انکل اکرام کے آنے میں کم از کم ایک گھنٹہ

لگے گا۔"

"فکر نہ کرو ... میری ایک خوراک سے یہ دو گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔" وہ مسکرائے۔

"تب ٹھیک ہے۔"

انہوں نے اسے کوئی دوائی سنگھا دی ... پھر بولے:

"اب کیا کرنا ہے۔"

"ہمیں فوراً بستی حاصل پور جانا چاہیے ...یہاں رکنے کی اب یوں بھی ضرورت نہیں، انکل کو فون کر دیتے ہیں ... وہ اسے اٹھا لے جائیں گے... اور اس کے بارے میں تمام معلومات بھی حاصل کر لیں گے۔"

"بس ٹھیک ہے۔"

"لیکن پہلے اس کی تلاشی لے لینی چاہیے۔" فرزانہ نے کہا۔

"بالکل ٹھیک۔"

انہوں نے اس کی تلاشی لی ... لیکن عام چیزوں کے علاوہ کچھ نہ ملا ...یعنی کچھ نقدی تھی... اس کا شناختی کارڈ تھا ... اور بڑے بڑے سے کچھ کاغذ جیب میں تھے ...ان کاغذات کو دیکھنے کا ان کے پاس وقت نہیں تھا... اس لیے محمود نے یہ سب چیزیں جیب میں رکھ لیں اور

اٹھ کھڑا ہوا :

'' آیئے چلیں ۔''

جلد ہی وہ تینوں اپنی اور پروفیسر صاحب اپنی کار میں بیٹھے بستی حاصل پور کا رُخ کر رہے تھے اور فاروق اکرام کو فون کر رہا تھا، سلسلہ ملتے ہی اس نے کہا :

''السلام علیکم انکل... شہر سے باہر جانے والی مغربی سڑک پر شہر سے باہر تیرہویں کلو میٹر پر بائیں ہاتھ ایک کچی سڑک ہے، اس سڑک پر آگے چل کر ایک بے ہوش شکار پڑا ہے ۔''

'' کک... کیا کہا ... بے ہوش شکار ۔'' اکرام نے حیران ہو کر کہا ۔

'' جی ہاں... ویسے یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے ... خیر آپ اسے وہاں سے اٹھوا لیں ... اس کے بارے میں تمام تر معلومات درکار ہیں ... اس کا شناختی کارڈ اور چند عام سے کاغذات ہمارے پاس ہیں... آپ جب اسے اٹھوا کر واپس آئیں تو بستی حاصل پور کے قریب پہنچ کر ہمیں فون کر لیجیے گا... ہم آپ کو اس کی چیزیں دے دیں گے ۔''

''تو تم بستی حاصل پور میں ہو ۔'' اکرام نے کہا ۔

''ہم وہاں تھے ... انکل... اس شخص کے تعاقب میں یہاں آنا پڑا... اب واپس وہیں جا رہے ہیں ۔''

'' ٹھیک ہے ... میں وہاں پہنچ رہا ہوں... تم بے فکر ہو جاؤ ۔''

'' آپ کہتے ہیں تو ہو جاتے ہیں ۔'' فاروق نے فوراً کہا ۔

'' کیا ہو جاتے ہیں ۔'' اکرام نے بے دھیانی کے عالم میں کہا ۔

'' جی ... بے فکر اور کیا ۔''

'' حد ہو گئی ۔'' اکرام نے جھلا کر کہا اور فاروق نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا ۔

وہ تیزی سے ڈرائیونگ کرتے ہوئے بستی حاصل پور پہنچے :

'' وہیں سے شروع کرتے ہیں ... جہاں سے چھوڑ کر گئے تھے ۔'' فرزانہ نے کہا۔ انہوں نے سر ہلا دیے۔ محمود نے ایاز کے گھر کے دروازے پر دستک دی ... فوراً ہی دروازہ کھلا اور ایاز کا چہرہ نظر آیا :

'' اوہ آپ ہیں ... کیا ہوا تھا ۔''

''بتاتے ہیں ... پہلے آپ بتائیں ... بستی میں ہر طرح خیریت ہے نا... آپ نے کوئی ایسی ویسی خبر تو نہیں سنی ۔''

'' جی نہیں ... سب خیریت ہے ۔''

''اچھی بات ہے ... ہم نے اپنے انکل کو یہاں بلایا تھا ... تاکہ

گھر کا جائزہ لیا جا سکے ... انکل کی کار میں کوئی نامعلوم آدمی داخل ہوگیا... اس طرح ہمیں اس سے مقابلہ کرنا پڑا ... اب وہیں سے آرہے ہیں۔"

"اوہ ... تب پھر اس کا کیا بنا۔"

"ہم اسے بے ہوش کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے...اب پولیس پارٹی وہاں پہنچ کر اسے اٹھا لائے گی۔"

"اور وہ کون تھا۔"

"معلوم نہیں ... ویسے ہمارے پاس اس کا شناختی کارڈ ہے ... آپ دیکھ کر بتائیں، شاید آپ اسے جانتے ہوں۔"

یہ کہہ کر محمود نے کارڈ نکال کر اسے دکھایا ... اس نے نفی میں سر ہلایا۔ اس کی والدہ کو بھی کارڈ دکھایا گیا ... پھر پروفیسر داؤد نے ان کے گھر کا آلات سے جائزہ لیا ... جلد ہی انہوں نے ڈرائنگ روم میں آوازیں سننے والا آلہ تلاش کر لیا:

"اس کا مطلب ہے کہ ... اب ان سب گھروں کو چیک کرنا ہوگا ... آئیے پہلے عرفان والا گھر دیکھ لیں ... ایاز صاحب ... آپ ذرا ہماری مدد کریں... عرفان صاحب اور ان کی والدہ کو ساری بات بتا دیں۔"

"جی اچھا۔"

جلد ہی پروفیسر داؤد ... اس گھر کا بھی جائزہ لے رہے تھے... اور صرف چند منٹ بعد انہوں نے اس کے ڈرائنگ روم سے بھی ویسا ہی آلہ برآمد کر لیا۔ اس آلے کو دیکھ کر تو وہ اچھل ہی پڑے... ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں ... اور منہ کھلے کے کھلے رہ گئے... محمود کے منہ سے نکلا:

"اُف میرے مالک! یہ سب کیا ہے۔"

☆☆☆☆☆

نوٹ بک

چند لمحے خاموشی کے عالم میں گزر گئے۔ پھر پروفیسر داؤد نے کہا:

"کچھ مجھے بھی تو بتاؤ... جب سے میں ادھر پہنچا ہوں... مسلسل حیرت انگیز باتیں سامنے آ رہی ہیں۔"

"جی ہم بتاتے ہیں۔"

اب انہوں نے پوری تفصیل سنائی... پھر محمود نے کہا:

"ابھی ہمیں باقی گھروں کو بھی چیک کرنا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہاں سے وہ تیفور حاصل کے گھر آئے... ایاز ساتھ تھا... ساری بات انہیں بھی بتانی پڑی... اس کے بعد اس گھر کا بھی جائزہ لیا گیا... وہاں سے بھی سیاہ رنگ کا بالکل ایسا ہی آلہ مل گیا۔ یہ دیکھ کر پروفیسر داؤد نے کہا:

"لگتا ہے... ان سب گھروں میں یہ آلہ موجود ہے اور آلہ

چھپانے والا ان سب گھروں میں ہونے والی گفتگو سنتا رہتا ہے..."

"جی ہاں انکل... یہی بات ہے... ہمیں اب ارشاد حاصل صاحب کے گھر کو بھی چیک کرنا ہوگا۔"

وہ ارشاد حاصل کے دروازے پر آئے... دستک کے جواب میں جلد ہی عارف بھائی نے دروازہ کھولا:

"اوہ! آپ ہیں۔"

"جی ہاں... آئیے..."

وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا... جلد ہی وہاں ارشاد حاصل اور فریاد حاصل آ گئے... آتے ہی ارشاد نے کہا:

"سنا ہے، کوئی گڑبڑ ہوئی ہے۔"

"جی ہاں! اللہ کا شکر ہے... ہم محفوظ رہے۔"

"مہربانی فرما کر بتائیں... کیا ہوا ہے۔"

محمود انہیں تفصیل سنانے لگا... ان کے رنگ سفید پڑتے جا رہے تھے... حملہ آور اور سیاہ آلات کے ذکر پر ان کے رنگ اور سفید پڑ گئے... آخر محمود کے خاموش ہونے پر ارشاد حاصل نے کہا:

"ہم اب تک یہی خیال کرتے رہے ہیں کہ ابا جان کو کوئی خطرہ نہیں... کوئی بھلا انہیں کیوں ہلاک کرنے لگا... لیکن یہ تمام باتیں سن

کر تو یقین ہو چلا ہے ... کوئی ہے... جو ابا جی کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے ... اب پانی سر سے گزر گیا ... ہمیں سنجیدہ ہو جانا چاہیے۔"

آپ ٹھیک کہتے ہیں ... ہمیں تمام تر حفاظتی اقدامات کرنے ہوں گے ... انکل اکرام یہاں آتے ہی ہوں گے ... ہم ان سے بھی اس سلسلے میں بات کریں گے ...اور اپنے ابا جان سے بھی مشورہ کرتے ہیں۔"

اس وقت محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی... محمود نے دیکھا...فون اکرام کا تھا:

"السلام علیکم انکل۔"

"محمود! یہاں کوئی بے ہوش آدمی نہیں ہے ... ہم نے تمہاری بتائی ہوئی جگہ کے ادھر ادھر بھی دیکھ لیا۔"

"کیا ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"یہاں کوئی نہیں ہے ...نہ کوئی ایسے آثار ہیں ...جن کی بنیاد پر کہا جا سکے کہ یہاں کچھ ہوا تھا۔"

"اور ٹائروں کے نشانات انکل۔"

"وہ بھی نہیں ہیں۔"

"تب تو حیرت ہے ... وہ اپنے ساتھی کو بھی لے گئے ... اور

کوئی نشانات بھی نہیں چھوڑ گئے ... لیکن انکل ... اس شخص کا شناختی کارڈ میرے پاس ہے۔"

"ہاں بس ... یہی ایک اچھی بات ہوئی ہے، میں آ رہا ہوں۔"

"جی اچھا۔"

اب وہ سب سوچ میں ڈوب گئے ... سب لوگ فکرمند ہو گئے...معاملہ یک دم بہت سنجیدہ ہو گیا تھا ... کوئی شخص ، یعنی وہ نامعلوم شخص جو یہ واردات کرنا چاہتا تھا... ان سب کی بات چیت سنتا رہا تھا اور نہ جانے کب سے سن رہا تھا...ان حالات میں انہیں خطرے کا احساس نہ ہوتا تو کیا ہوتا۔ پھر ایک حملہ آور نے انہیں باقاعدہ ہلاک کرنے کی کوشش کی تھی اور اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ اس نامعلوم شخص کو ان کی طرف سے خطرہ محسوس ہونے لگا تھا۔ اس نے شاید یہ بات بھانپ لی تھی کہ کیس میں ان کی شرکت اس کے لیے خطرے کی گھنٹی تھی۔

جلد ہی اکرام وہاں پہنچ گیا ... محمود نے حملہ آور کا شناختی کارڈ اسے دے دیا ... اکرام نے شناختی کارڈ کی تصویر کو غور سے دیکھا، پھر اس نے کہا:

"شکل جانی پہچانی لگتی ہے ... امید ہے، ریکارڈ میں یہ تصویر مل

جائے گی اور میں اس کے بارے میں پوری تفصیل بتا سکوں گا انشاء اللہ!''

''لیکن انکل! ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔''

''فکر نہ کرو ... میں جاتے ہی اس تصویر کے ذریعے حملہ آور کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر یہ شخص ریکارڈ میں مل گیا تو ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا ... اور شاید اس صورت میں واردات کو ہونے سے روکا جا سکے۔''

''صرف اس صورت میں کیوں... ہم ہر صورت میں روکیں گے۔'' محمود نے پرعزم انداز میں کہا۔

''اللہ کرے ایسا ہی ہو ...''

''ویسے کیا خیال ہے ... امداد حاصل صاحب کو خطرے سے خبردار کر دیا جائے یا نہ کیا جائے۔'' محمود نے پوچھا۔

''وہ پہلے ہی پریشان ہیں ... ان حالات میں اور زیادہ پریشان ہوں گے، لہٰذا میرے خیال میں انہیں تو بتایا ہی نہ جائے۔'' اکرام نے انہیں مشورہ دیا۔

''اس طرح وہ خود اپنی حفاظت سے بالکل بے نیاز رہیں گے ... انہیں پتا تک نہیں چلے گا کہ کیا کچھ ہو چکا ہے ... لہٰذا میں تو یہی کہوں

گا ... کہ انہیں پوری طرح خبردار کر دیا جائے۔'' محمود نے جواب دیا۔

''میرا خیال ہے ... تم لوگ اس سلسلے میں سر سے مشورہ کر لو۔''

''اچھی بات ہے، آپ تو جائیں... ہم دیکھ لیں گے۔''

''ٹھیک ہے۔'' اکرام نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اس کے جانے کے بعد چند لمحے تک خاموشی طاری رہی، پھر فرزانہ نے کہا:

''میرا خیال ہے ... حالات خطرناک بھی ہیں اور پراسرار بھی ... لہٰذا کیوں نہ ابا جان سے بات کر لی جائے ... اچھا ہے، اس موقعے پر وہ کیس میں شامل ہو جائیں گے۔''

''میں فون کرتا ہوں۔''

محمود نے کہا، پھر اس نے اپنے والد کے نمبر ڈائل کر ڈالے، سلسلہ ملتے ہی انہوں نے پوچھا:

''ہاں! کیا حالات ہیں ... گھبرا تو نہیں رہے۔''

''جی نہیں ... فی الحال گھبرانے کی نوبت تو نہیں آئی ... لیکن قدرے پریشانی محسوس کر رہے ہیں ... وہ بھی اپنے لیے نہیں ... امداد حاصل صاحب کے لیے۔''

''امداد حاصل ... لیکن تم تو ارشاد حاصل صاحب کے گھر گئے

تھے۔"

"یہ ان کے والد ہیں... اور وہ مجرم کا نشانہ بھی ہیں..."

"اوہ۔" ان کے منہ سے نکلا... پھر انہوں نے کہا:

"تو تم مجھے تفصیل سنانا چاہتے ہو... اور پھر یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں آجاؤں... یہی نا۔"

"آپ کا اندازہ... حسبِ معمول بالکل درست ہے۔" محمود مسکرایا۔

"اچھی بات ہے... پہلے تم حالات سناؤ۔"

محمود نے پوری تفصیل سنا دی... چند لمحے تک ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا... غالباً وہ سوچ رہے تھے... آخر انہوں نے کہا:

"حالات سنجیدہ ہیں... اس حملہ آور والا واقعہ پیش نہ آتا تو ہم کہہ سکتے تھے کہ کوئی خاص خطرہ نہیں... لیکن یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے... مجرم امداد حاصل کی جان لینے پر تلا ہوا ہے۔"

"ان حالات میں ایک سوال یہ بھی ہے کہ انہیں خطرے سے خبردار کر دیا جائے یا نہیں۔"

"نہیں... خبردار کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم لوگ چاہو تو وہاں رک جاؤ، اور چاہو تو گھر آجاؤ... میں صبح آسکوں گا... میرے

ساتھ ہی پھر تم لوگ بھی آجانا... میں اس وقت ایک بین الاقوامی معاملے میں الجھا ہوا ہوں، جب کہ یہ معاملہ ایک خاندان کا ہے... بین الاقوامی مسئلہ زیادہ اہم ہوتا ہے۔"

"آپ ٹھیک کہتے ہیں..."

"بس تو پھر اللہ حافظ۔" انہوں نے کہا اور فون بند کر دیا۔

اب وہ ارشاد حاصل اور فریاد حاصل کی طرف متوجہ ہوئے:

"اب آپ کیا کہتے ہیں... ہمارے والد صاحب کا مشورہ تو یہ ہے کہ آپ کے والد صاحب کو یہ حالات نہ بتائیں۔"

"خیر... انہیں نہیں بتاتے، لیکن خطرے کی گھنٹی تو بج چکی ہے..."

"میرے خیال سے پولیس کو بھی اطلاع کر دینی چاہئے۔" محمود نے کچھ سوچ کر کہا۔

"لیکن پولیس اس واردات کو ہونے سے نہیں روک سکے گی..." فاروق نے منہ بنایا۔

"آپ بھی کیا کر سکیں گے... آپ تو ابھی تک اتنا بھی معلوم نہیں کر سکے کہ یہ خط لکھا کس نے ہے۔" ارشاد حاصل کے لہجے میں طنز تھا۔

وہ حیران رہ گئے ... ارشاد حاصل کے رویے میں یک دم تبدیلی آ گئی تھی ... لیکن اس کی وجہ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی:

"خط لکھنے والے نے آپ کے ملازم عارف بھائی کی تحریر کی نقل کی ہے ... یا پھر وہ خط عارف بھائی ہی نے لکھا ہے ... لیکن وہ اس بات کو تسلیم نہیں کر رہے ... اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ خط عارف بھائی نے نہیں لکھا تو جس نے لکھا ہے ... اس نے عارف بھائی کی تحریر کی نقل کس طرح تیار کر لی ... اس کے لیے تو بہت زیادہ مشق کی ضرورت ہے... اور پھر اس کے پاس عارف بھائی کی تحریر کا موجود ہونا بھی ضروری ہے ... چلیے پہلے ہم یہی معلوم کرنے کی کوشش کیے لیتے ہیں... اس کے بعد آپ نے ہماری ضرورت محسوس کی تو ٹھیک ... ورنہ ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔"

"نہیں نہیں۔" فریاد حاصل خوف زدہ آواز میں پکار اٹھے۔

"کیوں نہیں ... آپ اپنے بڑے بھائی کے چہرے کی طرف دیکھیے۔" فرزانہ جل گئی۔

"ہاں! دیکھ چکا ہوں... نہ جانے انہیں کیا ہو گیا ہے ... میں علیحدگی میں ان سے پوچھوں گا... آپ کے سامنے نہیں ... اب آپ تحریر کے بارے میں معلوم کرنے کی کوشش کریں... اس طرح ہم مطمئن

رہیں گے۔"

"اچھی بات ہے ... آپ عارف صاحب کو بلائیں۔"

فریاد نے فوراً دیوار میں لگا ایک بٹن دبا دیا ... دور کہیں گھنٹی بجی:

"یہ گھنٹی کہاں بجی ہے؟" محمود نے پوچھا۔

"عارف بھائی کے اپنے کوارٹر میں ... کوٹھی کے اندر ہی بیرونی دیوار کے ساتھ ان کا کوارٹر ہے ... جب انہیں گھر کا کوئی کام نہیں ہوتا تو وہ وہیں ملتے ہیں۔" ارشاد حاصل نے کہا۔

"اوہ اچھا۔"

اتنے میں عارف بھائی اندر داخل ہوئے ... ان کے چہرے پر قدرے الجھن تھی ... اور وہ کسی قدر بے چین بھی نظر آ رہے تھے:

"جی فرمائیے ... کیا حکم ہے۔"

"یہ حضرات آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔" ارشاد حاصل نے بتایا۔

"پوچھیے۔" عارف بھائی ان کی طرف مڑے۔

"یہ بات تو طے ہے کہ ہمیں جو خط ملا ہے ... وہ آپ کی تحریر میں ہے۔"

"جی ہاں! لیکن وہ خط میں نے نہیں لکھا ... لکھنے والے نے

میری تحریر کی نقل کی ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

''بالکل ٹھیک ... ضرور یہی بات ہو گی۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''ہو گی نہیں ... ضرور یہی بات ہے۔'' عارف بھائی نے پر زور لہجے میں کہا۔

''ہم آپ کی بات مان لیتے ہیں ... کسی نے آپ کی تحریر کی نقل کی ہے ... لیکن دنیا کا کوئی شخص بھی اصل تحریر کی نقل اس وقت تک نہیں کرسکتا، جب تک کہ وہ اس تحریر کی مشق نہ کرے ... آپ کی تحریر کی مشق کوئی اس وقت کر سکتا ہے ... جب اس کے پاس آپ کی تحریر موجود ہو ... اب یہ بات ہمیں آپ ہی بتا سکتے ہیں کہ آپ کی تحریر یہاں کس کے پاس ہو سکتی ہے ... کیا آپ کسی کو خط لکھتے رہے ہیں۔'' محمود جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

''یہاں ہم اکٹھے رہتے ہیں ... خط لکھنے کی بھلا کیا تک۔'' اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

''بالکل ٹھیک ... پھر آپ ہی بتائیں ... آپ کی تحریر یہاں کس کے پاس ہے ... اور کس صورت میں۔''

''اوہ ہاں! یہ سوال مزے کا ہے۔'' عارف بھائی نے چونک کر کہا۔

''کیا کہا ... مزے کا۔''

''جی ہاں ... مجھے اشعار جمع کرنے کا شوق ہے ... اور مزے کی بات یہ ہے کہ میں نے اپنے پسندیدہ اشعار کی ایک نوٹ بک بنائی ہوئی ہے۔''

''خوب! اور وہ نوٹ بک کہاں ہے۔''

''ابا جی کے پاس ...'' اس نے فوراً کہا۔

''کیا کہا ...'' وہ ایک ساتھ چلائے۔

''جی ہاں! انہیں بھی اشعار پڑھنے کا بہت شوق ہے ... لہٰذا کبھی کبھی وہ میری اشعار کی نوٹ بک لے لیتے ہیں۔''

''تو کیا اس وقت بھی وہ نوٹ بک ان کے پاس ہے۔''

''جی ہاں ... گزشتہ دو ماہ سے وہ انہی کے پاس ... اس دوران مجھے اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی ... ورنہ میں ان سے لے لیتا۔''

''ارے باپ رے ... تت ... تو کیا ... ابا جی نے خود عارف بھائی کی تحریر کی مشق کی ہے ... اور ... اور خود ان کے پاس بھی تو ایک ایسا ہی خط موجود ہے ... گویا انہوں نے خود ہی لکھ کر ایک خط اپنے پاس رکھ لیا اور دوسرا ہمیں بھیج دیا ... اور بھیجا بھی دستی ہے ... ڈاک سے نہیں ... غالباً انہیں ڈر تھا ... ڈاک کے ذریعے بھیجا گیا تو

کہیں وہ ادھر ادھر نہ ہو جائے ... غلط ہاتھوں میں نہ پہنچ جائے۔"

"یہ صرف اندازے ہیں ... ضروری نہیں کہ ایسا ہی ہوا ہے۔"

"ایک بار پھر ... سوال یہ ہے کہ اگر تحریر کی نقل خود امداد حاصل نے نہیں کی تو پھر کس نے کی ہے اور کیسے کی ہے ... عارف بھائی ... آپ ہی کچھ بتائیں ... آپ کی تحریر کی اور کون نقل کر سکتا ہے۔"

"میں کیا بتا سکتا ہوں ... سراغ رساں آپ ہیں۔"

"لیکن یہ تو آپ ہی بتائیں گے کہ آپ کی تحریر یہاں اور کس کس کے پاس ہے۔"

"اور کسی کے پاس نہیں ہو سکتی میری تحریر... کیونکہ میں کسی سے خط و کتابت نہیں کرتا ... نہ کسی اور نے کبھی مجھ سے میری نوٹ بک مانگی ہے۔"

"ٹھیک ہے ... پہلے ہم اس نوٹ بک کو دیکھیں گے ... آپ خود جائیں اور ان سے نوٹ بک لے آئیں۔"

"مجھے افسوس ہے ... میں یہ کام نہیں کر سکتا ... وہ ناراض ہوں گے ... جب ان کا جی چاہتا ہے، وہ خود ہی دے دیتے ہیں ... اس دوران مجھے کوئی شعر نوٹ کرنا پڑتا ہے تو میں دوسری نوٹ بک پر نوٹ کرتا رہتا ہوں... جب وہ دے دیتے ہیں تو اس پر نقل کر لیتا

ہوں..."

"لیکن اس میں ناراضی کی کیا بات ہے۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"ایک بار میں نے نوٹ بک مانگ لی تھی...وہ بہت ناراض ہوئے تھے۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"اچھی بات ہے ...ہم میں سے کوئی لے آتا ہے ... جاؤ فرزانہ... یہ کام تم کرو۔"

"اچھی بات ہے..." یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

برآمدے عبور کر کے وہ امداد حاصل کے دروازے پر پہنچ گئی... اس نے اشنہ کے انداز میں دروازے پر ٹھک ٹھک کی:

"آجائیں اشنہ۔" اندر سے کہا گیا۔

"میں اشنہ نہیں ... فرزانہ ہوں۔"

"اوہ اچھا ... آجائیں۔"

فرزانہ دروازہ دھکیل کر اندر داخل ہوگئی... اس نے دیکھا ... امداد حاصل اپنے بستر پر بیٹھے تھے:

"آئیے میری بچی ... کیا خبر ہے۔"

"سب خیریت ہے ... ہمیں ذرا عارف بھائی کی نوٹ بک

چاہیے۔"

"عارف بھائی کی نوٹ بک ... کیا مطلب ؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

" کیا آپ کے پاس عارف بھائی کی نوٹ بک نہیں ہے ... جس میں وہ اپنے پسندیدہ اشعار نوٹ کرتے ہیں ۔"

" ہاں ہے... بالکل ہے ۔"

" بس ہمیں اس کی ضرورت ہے ۔"

" اوہ اچھا ... آپ کو زحمت تو ہو گی ... یہ سامنے الماری میں سے نکال لیں ۔"

" جی اچھا ۔"

فرزانہ نے الماری کھولی... نیچے سے لے کر اوپر تک دیکھا... پھر اس نے کہا:

" دادا جان ... نوٹ بک اس الماری میں نہیں ہے ۔"

" کیا !!!" مارے حیرت کے امداد حاصل کے منہ سے نکلا ۔

☆☆☆☆☆

فرضی خطرہ

فرزانہ کی نظریں اس بوڑھے شخص پر جم گئیں...بوڑھی آنکھوں میں اب اسے خوف صاف نظر آ رہا تھا ... پہلے وہ اتنے خوف زدہ نظر نہیں آئے تھے:

" بیٹی ... اچھی طرح دیکھیں ... نوٹ بک کہاں جا سکتی ہے بھلا ۔"

" جی ... اچھا ۔"

فرازنہ نے کہا اور پوری الماری میں اچھی طرح دیکھنے لگی... اس میں بہت سی کتابیں ہیں اور پرانے اخبارات موجود ہیں ... لیکن کوئی نوٹ بک نہیں تھی ... آخر اس نے کہا:

" جی نہیں ... یہاں کوئی نوٹ بک نہیں ہے ۔"

" تب پھر عارف بھائی لے گئے ہوں گے ۔"

" ان کا کہنا ہے ... نوٹ بک آپ نے لی تھی ... اور آپ کے

پاس ہی ہے، اس نے واپس نہیں لی ... نہ وہ آپ سے واپس لیتا ہے ...یعنی جب دیتے ہیں ... آپ خود ہی دیتے ہیں۔"

"ہاں ان کی یہ بات درست ہے ... تب پھر نوٹ بک کہاں گئی۔"

"بھلا میں کیا بتا سکتی ہوں۔"

"میں عارف کو یہیں بلا لیتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا، جلد ہی عارف بھائی کی صورت دکھائی دی۔

"جی بڑے صاحب؟"

"بھئی ... آپ کی تو نوٹ بک یہاں نہیں ہے ... کہیں آپ نے تو الماری میں سے نہیں لی۔"

"کیا کہا آپ نے ... نوٹ بک یہاں نہیں ہے۔" مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! میں اس نوٹ بک کو ہمیشہ اسی الماری میں رکھتا ہوں، حیرت ہے ... وہ کہاں گئی ... عارف بھائی ... کہیں میں نے نوٹ بک آپ کو واپس دے دی ہو اور وہ آپ کے کوارٹر میں ہو۔"

"جی نہیں ... مجھے اچھی طرح یاد ہے ... وہ آپ نے لی تھی ... اور ابھی تک واپس نہیں دی تھی۔"

"بھئی ... بھول ہو جاتی ہے ... آپ اپنے کمرے میں دیکھ تو لیں۔" انہوں نے برا مان کر کہا۔

"جی اچھا۔"

اور پھر وہ کمرے سے نکلنے لگا ... ایسے میں فرزانہ نے کہا:

"میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

"ہاں ضرور ... آئیے۔" اس کے لہجے میں پریشانی ٹپک رہی تھی۔

دونوں باہر نکل آئے ... اس وقت فرزانہ نے کہا:

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے ... اگر نوٹ بک نہیں ملتی تو؟"

"بات نوٹ بک کی نہیں ... پریشانی تو اس بات کی ہے کہ نوٹ بک گئی کہاں۔"

"یہ معلوم کرنا ہمارا کام ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"چلیے ٹھیک ہے ... پہلے کمرے میں دیکھتے ہیں۔" عارف بھائی نے کہا۔

اب فرزانہ اس کے ساتھ اس کے کوارٹر میں داخل ہوئی ... اس نے دیکھا ... وہ ایک کشادہ کمرہ تھا ... لیکن اس میں سامان بہت کم تھا ... بس ایک بستر تھا ... ایک الماری میں چند کتابیں تھیں ... ایک

پاس ہی ہے، اس نے واپس نہیں لی ... نہ وہ آپ سے واپس لیتا ہے
...یعنی جب دیتے ہیں ... آپ خود ہی دیتے ہیں۔"

"ہاں ان کی یہ بات درست ہے ... تب پھر نوٹ بک کہاں
گئی۔"

"بھلا میں کیا بتا سکتی ہوں۔"

"میں عارف کو یہیں بلا لیتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے
گھنٹی کا بٹن دبا دیا، جلد ہی عارف بھائی کی صورت دکھائی دی۔

"جی بڑے صاحب؟"

"بھئی ... آپ کی تو نوٹ بک یہاں نہیں ہے ... کہیں آپ
نے تو الماری میں سے نہیں لی۔"

"کیا کہا آپ نے ... نوٹ بک یہاں نہیں ہے۔" مارے حیرت
کے اس کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! میں اس نوٹ بک کو ہمیشہ اسی الماری میں رکھتا ہوں،
حیرت ہے ... وہ کہاں گئی ... عارف بھائی ... کہیں میں نے نوٹ بک
آپ کو واپس دے دی ہو اور وہ آپ کے کوارٹر میں ہو۔"

"جی نہیں ... مجھے اچھی طرح یاد ہے ... وہ آپ نے لی تھی ...
اور ابھی تک واپس نہیں دی تھی۔"

"بھئی ... بھول ہو جاتی ہے ... آپ اپنے کمرے میں دیکھ تو
لیں۔" انہوں نے برا مان کر کہا۔

"جی اچھا۔"

اور پھر وہ کمرے سے نکلنے لگا ... ایسے میں فرزانہ نے کہا:

"میں بھی آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔"

"ہاں ضرور ... آیئے۔" اس کے لہجے میں پریشانی ٹپک رہی تھی۔

دونوں باہر نکل آئے ... اس وقت فرزانہ نے کہا:

"اس میں پریشانی کی کیا بات ہے ... اگر نوٹ بک نہیں ملتی
تو؟"

"بات نوٹ بک کی نہیں ... پریشانی تو اس بات کی ہے کہ نوٹ
بک گئی کہاں۔"

"یہ معلوم کرنا ہمارا کام ہے۔" فرزانہ مسکرائی۔

"چلیے ٹھیک ہے ... پہلے کمرے میں دیکھتے ہیں۔" عارف بھائی
نے کہا۔

اب فرزانہ اس کے ساتھ اس کے کوارٹر میں داخل ہوئی ... اس
نے دیکھا ... وہ ایک کشادہ کمرہ تھا ... لیکن اس میں سامان بہت کم
تھا ... بس ایک بستر تھا ... ایک الماری میں چند کتابیں تھیں ... ایک

چھوٹی سی میز کے ساتھ ایک کرسی موجود تھی ... میز پر لکھنے کا ایک گتہ اور قلم بھی تھا ... گتے پر جو کاغذ لگا ہوا تھا ... اس پر اشعار لکھے ہوئے تھے ... یہ دیکھ کر فرزانہ نے پوچھا :

''کیا خود شاعری کرتے ہیں ۔''

'' بس یونہی ... ٹوٹے پھوٹے اشعار لکھ لیتا ہوں ۔'' اس نے شرما کر کہا ۔

'' ہوں ... خیر ... پہلے آپ نوٹ بک دیکھ لیں ۔''

'' کیا دیکھ لوں ... سارا کمرہ تو آپ کے سامنے ہے ... میں بھی اپنی نوٹ بک اس الماری میں رکھتا ہوں ... اگر وہ یہاں ہوتی تو فوراً نظر آجاتی ... لہٰذا میں نہیں بھولا ... بڑے صاحب بھی یہ بات مانتے ہیں کہ نوٹ بک ان کے پاس تھی ۔''

'' اور اب نہیں ہے ... اب سوال یہ ہے کہ نوٹ بک کہاں گئی ۔''

'' اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسے کسی نے اڑا لیا ... اور ظاہر ہے ... نوٹ بک کی ضرورت اس شخص کو تھی ... جو وہ خط لکھنا چاہتا تھا ...''

'' اور ایسا شخص کون ہوسکتا ہے ... کیا آپ بتا سکتے ہیں ۔''

فرزانہ نے اس کی طرف غور سے دیکھا ۔

'' ن ... نہیں ... بالکل نہیں ۔''

'' آیئے چلیں ... باقی لوگوں کے پاس، چلتے ہیں ۔''

دونوں ارشاد حاصل کے کمرے میں آئے ... محمود اور فاروق کی نظریں فوراً ان کی طرف اٹھ گئیں :

''نوٹ بک غائب ہے ۔''

'' کیا !!!'' محمود اور فاروق کے ساتھ باقی لوگ بھی چلا اٹھے ۔

'' یہ ... یہ کیا چکر ہے ۔''

'' تحریر کی نقل کرنے کی ضرورت اس نامعلوم شخص کو تھی ... لہٰذا اس نے نوٹ بک امداد صاحب کے کمرے سے اڑا لی ... وہ کوئی ایسی چیز تو تھی نہیں ... ان کی الماری میں رکھی تھی ... اس کا اڑا لینا نہایت آسان کام تھا ۔''

'' اوہ ۔''

'' اور ... یہ ... ضرورت کسے تھی ۔''

'' ہم اسے مجرم نہیں کہہ سکتے ... اس نے تو ہمیں خطرے سے خبردار کیا ہے ... اور وہ خود کو چھپانا چاہتا ہے ... مطلب یہ کہ شاید وہ جانتا ہے ... امداد صاحب کو کون ہلاک کرنا چاہتا ہے ... لیکن اس بات

کا بھی امکان ہے کہ اسے معلوم تو نہ ہو ... بس خطرے کا احساس ہو گیا
ہو اسے ... اب اس نے سوچا ... امداد حاصل صاحب کو خطرے سے
خبردار کر دے ... اگر وہ خود کو چھپائے بغیر یہ کام کرتا تو اس سے پوچھا
جاتا ... وہ کون ہے ... جو ایسا کرنا چاہتا ہے ... علم نہ ہونے کی
صورت میں وہ کچھ بھی بتا نہ پاتا...اور ہمارے سامنے شرمندہ ہوتا... اس
لیے اس نے خود کو چھپانے کی کوشش کی ... لیکن میرا خیال ہے ... ہم
اس تک بہت آسانی سے پہنچ جائیں گے ...امداد صاحب اس سلسلے میں
ہماری مدد کر سکتے ہیں ۔"

"اوہ ہاں... آؤ۔" محمود نے پر جوش انداز میں کہا ۔

اب سب امداد حاصل کے کمرے کی طرف بڑھے ... ان سب کو
کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر امداد حاصل پریشان ہو گئے :

"اللہ اپنا رحم فرمائے ۔"

" نوٹ بک کا معاملہ الجھ گیا ہے، آپ کے کمرے میں بھلا کون
کون آتا ہے ۔"

"مم... میرے کمرے میں ... میرے کمرے میں تو سبھی آتے
ہیں... کون ہے جو نہیں آتا ۔"

" اوہ ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

" گویا ہم یہ نہیں جان سکتے کہ عارف بھائی کی نوٹ بک کس
نے چرائی ہے ۔"

" بھلا میں اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں، مجھے تو خود ابھی یہ
بات معلوم ہوئی ہے ۔"

" ہوں... ہم سب گھر والوں سے کہتے ہیں ... جس کے پاس
بھی وہ نوٹ بک ہے ... خود ہی بتا دے ۔"

ارشاد حاصل اور فریاد حاصل نے فوراً نفی میں سر ہلا دیے ... ان
کی بیگمات نے بھی نفی میں سر ہلا دیے :

" جو لوگ یہاں نہیں ہیں... ان سے ہم خود سوال کریں گے ...
اب یہ بات صاف ظاہر ہو گئی ہے کہ خط اسی شخص نے لکھا ہے ... جس
نے نوٹ بک چرائی ہے ... کیونکہ نوٹ بک چرانے کی ضرورت اسی کو
تھی ۔"

"لیکن فرزانہ ایک شخص ایسا بھی ہے ... جسے نوٹ بک چرانے
کی ضرورت نہیں تھی ... وہ اس کے بغیر بھی خط لکھ سکتا تھا۔" محمود نے
سرسراتی آواز میں کہا ۔

" تمہارا مطلب ؟... عارف بھائی۔" فاروق نے اس کی طرف
مڑتے ہوئے کہا۔

"ہاں! بالکل۔"

"مجھے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی ... اگر مجھے یہ خط لکھنا تھا تو میں اسی وقت بتا دیتا کہ ہاں! میں نے لکھا ہے ... کیونکہ یہ خط لکھنا کوئی جرم نہیں ہے ... اگر میں یہ محسوس کرتا کہ بڑے صاحب کی زندگی خطرے میں ہے اور میرے خط لکھنے سے ان کے حق میں بہتر ہو سکتا ہے ... تو کیوں نہ لکھتا۔"

"ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ خط لکھنے والا خود کو کیوں چھپا رہا ہے۔" محمود نے فوراً کہا۔

"اس کی وجہ تو میں اب بھی بتا سکتی ہوں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"اوہو اچھا... بتاؤ پھر۔"

"اسے اس بات کا خوف ہے کہ مجرم کہیں اس پر وار نہ کرے۔"

"ہوں... یہ بات ہو سکتی ہے ..." فاروق نے سر ہلایا۔

"مجھے ایک شخص اور یاد آرہا ہے ...ارے ہاں... نوٹ بک ضرور وہ لے گیا ہے۔" ایسے میں امداد حاصل نے چونک کر کہا۔

"جی... کیا مطلب؟"

"ہاں... وہ میرا سچا ہمدرد ہے ... وہ ہمیشہ میرے لیے فکرمند رہتا ہے۔"

"کیا مطلب... وہ کون ہے۔" ارشاد حاصل نے حیران ہو کر کہا۔

"نوازش سلیم۔" امداد حاصل نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"نوازش سلیم ... یہ کون صاحب ہیں۔" محمود نے حیران ہو کر کہا ... کیونکہ اس گھرانے میں آنے کے بعد یہ نام وہ پہلی بار سن رہے تھے۔

"زوبی کا بھائی۔"

"زوبی صاحبہ کا بھائی ... یعنی فریاد صاحب کے برادرِ نسبتی۔"

"ہاں! وہ جب بھی اپنی بہن سے ملنے کے لیے آتا ہے... میرے کمرے میں بھی آتا ہے..."

"اور یہ کہاں رہتے ہیں۔"

"ان کا گھر شہر میں ہے ... لیکن یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے... مطلب یہ کہ حاصل پور شہر سے باہر ضرور ہے، لیکن عین شہر سے مل رہا ہے اور وہ شہر کے اندر ضرور ہیں، لیکن شہر سے باہر نکلنے سے ذرا پہلے ان کا گھر ہے۔" فریاد حاصل نے بتایا۔

"اور یہ کرتے کیا ہیں۔"

"کاروباری ذہن کے آدمی ہیں ... جس کام میں فائدہ نظر آتا

ہے... کر لیتے ہیں ... مطلب یہ کہ کوئی مستقل کاروبار نہیں کرتے ۔"

"ہمیں ان سے ملنا ہوگا ...یوں تو آپ انہیں فون کر کے یہاں بلا سکتے ہیں، لیکن بہتر ہوگا کہ ہم خود وہاں جائیں ۔"

"میں آپ کو لے چلتا ہوں ۔" فریاد نے فوراً کہا۔

"بہت اچھی بات ہے ..." محمود نے کہا، پھر امداد حاصل کی طرف مڑا۔

"آپ اپنا خیال رکھیں ۔"

"مجھ سے زیادہ تو میرا خیال آپ رکھ رہے ہیں۔" امداد حاصل مسکرائے...ان کی بوڑھی مسکراہٹ انہیں عجیب سی لگی ۔

"آپ کوئی خوف تو محسوس نہیں کر رہے۔"

"نہیں ... یہ زندگی ایک دن یوں بھی ختم ہو جائے گی... اور پھر میری تو عمر بھی بہت زیادہ ہو گئی ہے ... 75 سال سے زیادہ کا ہو گیا ہوں... اب موت سے کیا ڈروں گا ۔"

"اللہ آپ کی حفاظت فرمائے ... ہم بس نوازش سلیم کے ہاں سے ہو کر آتے ہیں ۔"

"کوئی بات نہیں ۔"

"تم لوگ کہو تو میں ان کے پاس رک جاتا ہوں۔" پروفیسر داؤد

نے کہا ۔

"یہ اچھی بات ہے۔" فرزانہ نے ان کی تائید کی ۔

اور پھر وہ فریاد حاصل کے ساتھ باہر نکل آئے۔ نوازش سلیم کا گھر واقعی زیادہ دور نہیں تھا ... وہ صرف پانچ منٹ بعد وہاں پہنچ گئے ... انہوں نے دیکھا، وہ ایک پرانا مکان تھا ... بڑا ضرور تھا ... لیکن پرانی طرز کا تھا ... فریاد نے گھنٹی بجائی تو جلد ہی دروازہ کھل گیا اور ایک عورت کی صورت دکھائی دی :

"ارے، فریاد بھائی آپ ... آیئے ... اور یہ کون حضرات ہیں آپ کے ساتھ ۔"

"محمود، فاروق اور فرزانہ ۔" فریاد مسکرائے۔

"محمود ... فاروق اور فرزانہ ... نام تو جانے پہچانے ہیں ... لیکن... ہمارے گھروں میں تو ان ناموں کے کوئی بچے نہیں ہیں ۔"

"یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں ... " فریاد نے ہنس کر کہا ۔

"اوہ... اب سمجھی ... آیئے آیئے... آپ لوگ باہر کیوں رک گئے ... آپ کا اپنا گھر ہے ۔"

"اور نوازش بھائی کہاں ہیں ۔"

"وہ ذرا بازار گئے ہیں ... ابھی آتے ہوں گے ... آپ کہیں

تو میں فون کر دوں۔"

"نہیں... کوئی بات نہیں ... آجائیں گے ..." محمود نے فوراً کہا۔

اب وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آئیں ... انہوں نے دیکھا، ڈرائنگ روم میں پرانے زمانے کا فرنیچر موجود تھا ...

"آپ بیٹھیں ... میں آپ کے لیے چائے بناتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ... لیکن ہاں ... آپ فریاد صاحب کے لیے چائے بنائیں ... ہم نہیں پئیں گے ... ہم اپنے وقت پر ہی چائے پیتے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گئیں ... وہ پھر ڈرائنگ روم کا جائزہ لینے لگے:

"فریاد صاحب! کیا ان کے مالی حالات خراب ہیں۔"

"بالکل نہیں ... دراصل یہ نوازش کا آبائی گھر ہے ... ورنہ شہر میں ان کی شان دار کوٹھی ہے ... زیادہ تر یہ وہیں رہتے ہیں ... لیکن کبھی کبھی یہاں بھی آکر رہنے لگتے ہیں... اب کئی ماہ سے یہیں رہ رہے ہیں۔"

"اور ان کی بیگم کا کیا نام ہے۔"

"سیما ... سیما نوازش۔"

"انکل ... کیا میں مکان کو گھوم پھر کر دیکھ لوں ... دراصل مجھے پرانے مکانوں سے بہت دلچسپی ہے ... پرانی حویلیاں ... پرانے کھنڈرات۔"

"لل ... لیکن یہ نہ تو حویلی ہے ... نہ کھنڈر۔" فریاد ہنسا۔

"اگر آپ کو اعتراض ہے تو نہیں دیکھتی۔" فرزانہ بھی جواب میں مسکرائی۔

"نہیں نہیں ... ایسی کوئی بات نہیں، آپ گھوم پھر لیں۔"

یہ سنتے ہی فرزانہ کمرے سے نکل گئی ... ادھر ادھر گھومتے ہوئے وہ باورچی خانے کے ساتھ سے بھی گزری ... قدموں کی چاپ سن بیگم نوازش چونک کر مڑی:

"ارے! آپ ... آپ۔"

"بس ایسے ہی ... آپ کا مکان گھوم پھر کر دیکھ رہی ہوں... مجھے پرانے مکانات سے بہت دلچسپی ہے۔"

"ضرور دیکھیں ... بلکہ کہیں تو میں آپ کو دکھا دوں۔" فوراً کہا۔

"نہیں ... آپ اپنا کام کریں۔"

یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھ گئی... جب وہ واپس ڈرائنگ روم میں آئی تو سیما نوازش چائے بنا کر لائیں تھیں... وہ بھی ایک کرسی پر بیٹھ گئی:

"پھر کیسا لگا آپ کو ہمارا مکان۔"

"بہت اچھا ... پرانا ہونے کے اعتبار سے۔" فرزانہ نے جواب دیا۔

ایسے میں بھاری قدموں کی آواز سنائی ... پھر ایک لمبے قد کا جوان آدمی اندر داخل ہوئے... ان کا چہرہ بہت بڑا تھا ... اور اسی مناسبت سے سر بھی بڑا تھا ... انہیں دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے:

"آہا ... فریاد بھائی ..."

"آیئے ... اور ان سے ملیے ... یہ ہیں محمود، فاروق اور فرزانہ۔"

"کیا !!!" وہ چلا اٹھا ۔ ان کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی... پھر وہ فوراً پکار اٹھے:

"آپ کا مطلب ہے ... انسپکٹر جمشید کے بچے۔"

"ہاں نوازش بھائی۔"

"یہ آپ کو کہاں مل گئے۔"

"آپ بیٹھیں ... بتاتا ہوں... ان حضرات کو بھی ایک خط ملا ہے ... اس کا مضمون بھی بالکل وہی ہے ... جو ابا جی کو ملنے والے خط کا ہے۔"

"اوہ۔"

"ان حضرات نے آتے ہی یہ بات معلوم کر لی کہ خط عارف بھائی کی تحریر میں ہے۔"

"نن ... نہیں۔" مارے حیرت کے انہوں نے کہا ... پھر ساتھ ہی انہوں نے کہا:

"مجھے پہلے ہی یہ خیال آتا رہا ہے کہ یہ سارا کیا دھرا عارف بھائی کا ہے۔"

"خیر ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے ... وہ ہمارا خاندانی ملازم ہے۔"

"اس سلسلے میں ایک عجیب بات بھی ہے۔" فریاد نے جلدی سے کہا۔

"اور وہ کیا ..."

"عارف بھائی کی نوٹ بک غائب ہے... وہ اس میں اپنے پسندیدہ اشعار لکھتا تھا ... ان حضرات کا خیال یہ ہے کہ کسی نے عارف

کی نوٹ بک چرائی ہے ...اور اس کی تحریر کی مشق اس نوٹ بک کو دیکھ دیکھ کر کی ہے ... پھر اس نے وہ خط لکھے ہیں۔''

''بھلا کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی... نہیں ... یہ کام خود عارف کا ہے۔'' نوازش سلیم نے منہ بنایا۔

''اس صورت میں اس کی نوٹ بک کیوں گم ہے۔''

''وہ اس نے خود غائب کی ہے ...تاکہ اس پر کوئی شک نہ کرے۔''

''اگر آپ کی بات مان لی جائے ... تو۔'' فرزانہ نے عجیب سے لہجے میں کہا اور جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

''تو کیا؟'' نوازش نے برا سا منہ بنایا۔

''تو عارف بھائی کو اس کا کیا فائدہ...''

''فائدہ تو صاف نظر آرہا ہے ... عارف خود کو بہت نمک حلال اور ہمدرد ملازم ثابت کرنا چاہتا ہے ... تاکہ گھر کے افراد اس پر فدا رہیں ... انعام و اکرام سے اسے نوازتے رہیں ...''

''تب تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ امداد حاصل صاحب کو قطعاً کوئی خطرہ نہیں ہے ... اور فرضی خطرہ گھڑا گیا ہے۔''

''بالکل! اب آپ درست نتیجے پر پہنچے ہیں۔'' اس نے خوش ہو

کر کہا۔

چند لمحے وہ سوچ میں ڈوبے رہے ... آخر فرزانہ نے کہا:

''آپ کی بات دل کو لگتی ہے۔''

''دل کو کیا لگتی ہے ...بالکل یہی بات ہے۔'' نوازش نے پر زور لہجے میں کہا۔

''بالکل ٹھیک ... بات واضح ہوگئی ... ہم بلاوجہ پریشان ہو رہے ہیں... امداد حاصل صاحب کو کسی کو ہلاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں... آئیے فریاد صاحب، واپس چلتے ہیں اور پھر ہم آپ لوگوں سے اجازت چاہیں گے۔''

''کیا مطلب ... اجازت چاہیں گے۔'' مارے حیرت کے فریاد نے کہا۔

''ہاں! اس لیے کہ یہ واقعی کوئی کیس نہیں بنتا ... یہ کیس تو فرضی کیس ہے ... گھڑا گیا ہے ... اور اسے گھڑنے والے ہیں عارف بھائی۔''

''کک ... کیا واقعی۔''

''سو فیصد واقعی...'' فاروق مسکرایا۔

محمود اور فرزانہ نے اس کی طرف حیرت بھری نظروں سے دیکھا

لیکن کچھ بولے نہیں ... وہ حیران تھے کہ فاروق آخر ایسا کیوں کر رہا ہے جبکہ ان پر قاتلانہ حملہ ہونے کے بعد یہ واضح تھا کہ خطرہ موجود ہے۔

اس کے ساتھ ہی وہ اٹھ کھڑے ہوئے ... وہ واپس حاصل پور پہنچے ...باقی حضرات کو بھی انہوں نے یہ بات بتائی ... سبھی نے محسوس کر لیا کہ واقعی یہی بات ہے ...اب عارف بھائی کو سب کے سامنے بلایا گیا ... ارشاد حاصل نے اس سے کہا:

"عارف بھائی ... ہم آپ کو ایسا خیال نہیں کرتے تھے۔"

"جی... کیا مطلب ... کیسا؟"

"یہ کہ آپ ایسے فرضی خط لکھیں گے ... وہ دونوں خط دراصل آپ نے لکھے تھے، آپ... ہمارے والد کی نظروں میں اور ہماری نظروں میں اچھا بننا چاہتے تھے ... ورنہ ابا جی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"نن... نہیں ... یہ ...یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"دیکھیے ...میں بتاتا ہوں... کسی کو قطعاً ضرورت نہیں تھی، آپ کی تحری نقل کرنے کی ... اگر کوئی شخص ہمارے والد صاحب کو ہلاک کرنا چاہتا تو وہ چپ چپاتے یہ کام کرسکتا تھا ... پہلے ہی شور مچانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"میں بتاتا ہوں... اسے کیا ضرورت تھی۔" عارف بھائی نے غصے کے عالم میں کہا۔

"اچھی بات ہے ... آپ بتا دیں۔"

"یہ کام تو ہوتا اس کا اور پکڑا جاتا میں ... کیونکہ خط میری تحریر میں ہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"نہیں ... بات نہیں بنتی... کوئی ایسا شخص دور دور تک موجود نہیں جو ہمارے والد صاحب کو ہلاک کرنا چاہے گا ... کیونکہ ... یہ تو پہلے ہی جائیداد وغیرہ سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے ... اور وہ تو ان کی موت کی صورت میں ہمیں اپنے حصوں کی صورت میں مل ہی جائے گی...اس سلسلے میں تو ہم میں سے کسی کو کوئی پریشانی ہے ہی نہیں۔"

"آپ کا مطلب ہے ... یہ سارا چکر میں نے چلایا تھا..."

"ہاں! بالکل۔" فرہاد حاصل نے پرزور انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے ... اگر یہ کام میرا ہے ... اور خط بھی خود میں نے لکھے تھے تو پھر اگر یہ جرم ہے تو پھر مجھے گرفتار کرا دیجیے ...یا ملازمت سے فارغ کر دیجیے ..." اس نے دکھی لہجے میں کہا۔

"یہ تو یہ حضرات بتائیں گے ... یہ کوئی جرم بنتا ہے یا نہیں۔" فرہاد حاصل نے بھنا کر کہا۔

"ہمیں کوئی اندازہ نہیں ... دوسری بات یہ کہ ابھی ہم یہ بات ثابت بھی نہیں کر سکے کہ یہ خط انہوں نے لکھے ہیں یا نہیں ... ان کی نوٹ بک بھی تو نہیں مل سکی۔ اگر وہ مل جاتی تو ہم خط اور نوٹ بک کی تحریر کو کسی ماہر سے چیک کرا سکتے تھے۔"

"اس سلسلے میں میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں ... میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی بہت سی چیزیں میرے پاس ہیں ... آپ وہ لے لیں ... اور چیک کرا لیں۔" عارف بھائی نے غصے کے عالم میں کہا۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"میں ابھی لاتا ہوں۔"

اور پھر وہ اپنے کوارٹر سے کئی کاغذ لے آیا... ان پر عارف بھائی نے کچھ نہ کچھ لکھا ہوا تھا ... محمود نے وہ کاغذ محفوظ کر لیے... پھر خط پہلے ہی ان کے پاس محفوظ تھا ... پھر محمود نے کہا:

"میرا خیال ہے ... اب ہم یہاں سے چلتے ہیں... یہاں ٹھہرنے کی اب کوئی ضرورت نہیں رہ گئی۔"

"گویا آپ اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں کہ کوئی واردات نہیں ہونے جا رہی۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی... اب تو ہم بھی یہی محسوس کر رہے ہیں۔"

ارشاد حاصل نے فریاد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ... انہوں نے بھی فوراً سر ہلا دیا... گویا ان کا خیال بھی بالکل یہی تھا۔

اب وہ امداد حاصل کے کمرے میں آئے... پروفیسر صاحب ان سے گپ شپ لگاتے نظر آئے... یہ دیکھ کر وہ مسکرا دیے ... پھر محمود نے کہا:

"آئیے انکل چلتے ہیں۔"

"کک... کہاں۔"

"گھر اور کہاں۔"

"کیا مطلب؟" دونوں کے منہ سے نکلا۔

"یہ شرارت دراصل عارف بھائی کی تھی ... وہ یہ خط لکھ کر اس گھر میں اپنا ایک نمایاں مقام بنانا چاہتا تھا۔"

"نن ... نہیں ..." مارے حیرت کے امداد حاصل کے منہ سے نکلا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... کیونکہ دونوں خط اسی کی تحریر میں ہیں... اور اپنی نوٹ بک اس نے خود یہاں سے اٹھا کر غائب کی ہے..."

"ارے باپ رے ... میں اسے ایسا نہیں سمجھتا تھا ... بہر حال افسوس ہوا اور دکھ بھی۔" انہوں نے کہا۔

"اچھا تو امداد صاحب... ہم چلتے ہیں ... ویسے فرصت ملنے پر میں آپ سے کبھی کبھار ملنے کے لیے آیا کروں گا..."

"ضرور ... کیوں نہیں ... مجھے بہت خوشی ہوگی۔"

اور پھر وہ وہاں سے نکل آئے... رخصت ہوتے وقت انہوں نے سبھی سے علیک سلیک کی اور ہاتھ ملائے ... پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھے... پروفیسر صاحب اپنی گاڑی میں بیٹھ گئے۔ اس طرح دونوں گاڑیاں شہر کی طرف روانہ ہوگئیں... کچھ دیر کی ڈرائیونگ کے بعد پروفیسر داؤد اپنی گاڑی ان کے برابر لے آئے اور انہوں نے کہا:

"کیا ہم واقعی واپس جا رہے ہیں۔"

"جی ... جی ہاں اور کیا۔"

"تو اس کیس پر واقعی کام کرنے کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی... اور یہ حرکت عارف بھائی کی تھی۔"

"اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا..."

"تو پھر ہم واپس کیوں جا رہے ہیں۔"

انکل تفتیش کی گاڑی کچھ اٹکتی نظر آرہی ہے، اور فی الحال کوئی ایسا

کام سمجھ بھی نہیں آرہا تھا اب صبح ابا جان کے ساتھ آئیں گے پھر دیکھیں گے۔"

"اب کہاں کا پروگرام ہے۔"

"بس انکل اب سیدھے گھر کی طرف چلیں گے۔"

"اور تم سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں اب تمہارے ساتھ تمہارے گھر جا رہا ہوں۔"

"ہائیں انکل ... تو کیا آپ تجربہ گاہ جائیں گے۔"

"ہاں... تمہارے بلانے پر آ گیا تھا۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"اوہ ... معاف کیجیے گا۔"

"ویسے میں تمہیں ایک بات بتا سکتا ہوں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"اللہ کا شکر ہے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اور تم نے اللہ کا شکر کس بات پر ادا کیا؟"

"اس بات پر کہ آپ ہمیں ایک بات بتا سکتے ہیں۔"

"دھت تیرے کی۔" انہوں نے محمود کے انداز میں کہا۔

"شکریہ انکل۔" محمود نے فوراً کہا۔

"کس بات کا شکریہ۔" انہوں نے محمود کو گھورا۔

"اس بات کا کہ آپ نے میرے انداز میں دھت تیرے کی کہا۔"

"دھت تیرے کی۔" وہ جھلا اٹھے۔

"آپ وہ بات بتاتے بتاتے رہ گئے۔" فرزانہ نے گویا یاد دلایا۔

"نہیں تو... رہا تو نہیں... بتانے لگا ہوں۔"

"آج تو آپ ہمارے بھی کان کاٹ رہے ہیں۔"

"ن نہیں تو۔" وہ بوکھلا اٹھے۔

"ہم تو پہلے ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ ہمارے انداز میں بات کر رہے ہیں۔" فاروق ہنسا۔

"اچھا یار... کر رہا ہوں... کر لو جو کر سکتے ہو۔"

"یہی تو مشکل ہے انکل۔" فرزانہ نے کہا۔

"کیسی مشکل... یہ مشکل کہاں سے آ کودی۔" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"یہ کہ ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"نہیں بھئی... جو کرنا چاہتے ہو کر لو... میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"تو پھر وہ بات بتا دیں... جو آپ بتانا چاہتے ہیں۔"

"حد ہوگئی... بھی وہ تو میں بتا ہی رہا ہوں۔" انہوں نے تلملا کر کہا۔

"بتا ہی تو نہیں رہے ہیں... بس ہماری طرح ادھر ادھر کی سنا رہے ہیں۔"

"اوہ اچھا... معاف کرنا۔"

"جی... اچھا... معاف کیا۔" فاروق نے کہا۔

اس وقت اس طرف کوئی ٹریفک نہیں تھی... اس لیے دونوں گاڑیاں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں... ورنہ وہ اس طرح بات چیت بھی نہ کر سکتے۔

"اب فرمایئے... آپ کیا بات بتانا چاہتے ہیں۔"

"جب تم لوگ فریاد حاصل کے ساتھ چلے گئے تھے اور میں امداد حاصل کے پاس بیٹھا رہ گیا تھا، تو اس وقت مجھے ایک خیال آیا تھا۔"

"یہ... یہ بہت اچھا ہوا۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا بہت اچھا ہوا۔" انہوں نے اسے گھورا۔

"یہ کہ آپ کو ایک خیال آ گیا تھا... اگر نہ آتا تو ہم کیا کر

لیتے۔"

" ہے کوئی تک۔" وہ جل گئے۔

" جی نہیں ... بالکل نہیں۔"

"اچھا جاؤ ... میں نہیں بتاتا۔" وہ بُرا مان گئے۔

" معافی چاہتے ہیں انکل ... اب نہیں بولیں گے ... چلیے بتائیے۔"

"میں نے تمام کمروں کا آلات کے ذریعے جائزہ لیا تھا۔"

" اوہ ... تو پھر۔"

" سب کمروں میں آلات کا جال بچھا ہے ... یعنی کسی بھی کمرے میں کوئی بات کی جائے تو وہ کہیں اور سنی جا رہی ہوتی ہے۔"

" نن ... نہیں۔"

ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

☆☆☆☆☆

خطرہ بڑھتا ہے

چند لمحے سکتے کے عالم میں گزر گئے... پھر محمود نے کہا:

" آپ کو یہ بات ہمیں وہیں بتا دینی چاہیے تھی۔"

" کیوں! اس صورت میں تم کیا کرتے۔"

" ہم وہاں ٹھہر جاتے ... پہلے اگر ہم نے یہ رائے قائم کر لی تھی کہ وہاں کچھ نہیں ہونے والا اور یہ سب چکر عارف بھائی کا چلایا ہوا ہے تو اب یہ سن کر ہم یہ کہیں گے کہ وہاں کچھ ہونے والا ہے اور یہ چکر عارف بھائی کا چلایا ہوا شاید نہیں... شاید اس لیے کہ ابھی بھی اس بات کا بہرحال امکان ہے کہ یہ، چکر اس کا ہے... لیکن آلات ملنے کی صورت میں ہم اب کہہ سکتے ہیں کہ اس کیس کا مجرم کوئی اور ہے..."

"تب تو پھر وہاں خطرہ ہے۔"

" جی ہاں! لیکن ابھی سورج غروب نہیں ہوا... خطرہ اگر وہاں ہے تو رات سے پہلے کچھ نہیں ہوگا... اور اس وقت تک ہم ابا جان سے

مشورہ کر لیں گے۔"

"اچھی بات ہے، یونہی سہی۔"

پھر وہ گھر پہنچ گئے ... پروفیسر داؤد کا اگرچہ ان کے ساتھ آنے کا پروگرام نہیں تھا ... لیکن پھر بھی وہ آ گئے تھے ... انسپکٹر جمشید گھر ہی میں مل گئے:

"تو آپ فارغ ہو گئے۔"

"فارغ ہوا تو نہیں ... تم لوگوں کے خیال سے تھوڑی دیر کے لیے آ گیا ہوں۔"

"لیکن آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ ہم آ رہے ہیں۔"

"معلوم نہیں ہوا ... یہاں پہنچ کر فون کرنے والا تھا ... لیکن تم خود ہی آ گئے۔ اب مجھے تمام حالات سناؤ۔"

"جی اچھا ..." محمود نے کہا ... پھر پروفیسر داؤد کی طرف دیکھا۔

"اجازت ہے انکل۔"

"اس میں اجازت کی کون سی بات ہے۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"اچھی بات ہے ... تو سنیے ابا جان۔"

اس نے کہا اور شروع سے اس وقت تک کے حالات سناتا چلا

گیا۔ اس کے خاموش ہونے پر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"مجھے تو معاملہ سنجیدہ لگتا ہے ... کیا عارف بھائی ایسا آدمی ہو سکتا ہے کہ ہر کمرے میں آلات نصب کر سکے۔"

"ہم اس کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے ... ارشاد حاصل وغیرہ کا کہنا یہ ہے کہ وہ بچپن سے اس گھر کا ملازم ہے ... اور اس کے والد بھی اس گھر کے ملازم تھے ... لیکن کسی کا کیا پتا کب کوئی بدل جائے۔"

"ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو ... خیر ... ہم چیک کریں گے ... پہلے تم بتاؤ ... تم اب کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"جج ... جی ... ہم ... یعنی کہ ہم۔" فاروق ہکلایا۔

"تو اور کیا ... میں تمہارے فرشتوں سے پوچھ رہا ہوں۔"

"ہم ... تو واپس آ گئے ہیں ... ظاہر ہے، ہمارے لیے وہاں کرنے کا کوئی کام نہیں تھا۔"

"حد ہو گئی ..." انسپکٹر جمشید جل گئے، پھر انہوں نے محمود سے کہا:

"تم بتاؤ ... تم کیا کہتے ہو؟"

"میرا خیال ہے ... وہاں ہمارے کرنے کا کام تھا۔"

"اور وہ کیا؟"

"نوٹ بک کی تلاش۔"

"ارے باپ رے ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"تو اس میں گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"ہاں! یہ تو ہے۔"

"میں کہہ رہا تھا ... تم لوگوں کو نوٹ بک کو تلاش کرنا چاہیے تھا۔"

"تو ہم واپس چلے جاتے ہیں۔"

"اب تو نوٹ بک کو ادھر سے ادھر کر دیا گیا ہوگا ... ویسے وہاں کوئی نہ کوئی گڑبڑ ہو کر رہے گی ... اس بات کو لکھ لو۔"

"جی اچھا... لکھ لو محمود۔"

"کیوں... تمہارے ہاتھ نہیں ہیں ... تمہارے پاس قلم نہیں ہے... جیب میں ننھی سی نوٹ بک نہیں ہے۔" محمود جل گیا۔

"یہ سب تو ہے۔"

"تو پھر تم خود لکھ لونا۔"

"اچھی بات ہے ... لیکن ... اب لکھنے کی کیا ضرورت رہ گئی... اب تو ہم واپس وہاں جا ہی رہے ہیں۔"

"تو میں تجربہ گاہ چلتا ہوں ... میں ان دنوں بہت مصروف ہوں... ہاں کوئی ضرورت پیش آجائے تو اور بات ہے ... فون کر دینا۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"جی اچھا... ویسے ہمارا جی چاہ رہا ہے کہ آپ ساتھ چلیں... بلکہ انکل خان رحمان کو بھی بلا لیں ... بور ہونے سے بال بال بچے رہیں گے۔"

"اگر تم کہتے ہو تو بلا لیتا ہوں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں پروفیسر صاحب... آپ ان کی باتوں پر نہ جائیں ... انہیں آپ کی مصروفیات کا خیال رکھنا چاہیے۔"

"نہیں ... اب میں تم لوگوں کے ساتھ ہی جاؤں گا ... خان رحمان کو بھی بلا لیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے موبائل جیب سے نکالا اور انہیں فون کرنے لگے ... سلسلہ ملتے ہی دوسری طرف سے چیختی آواز سنائی دی:

"پروفیسر صاحب... فوراً ادھر آجائیں ... جمشید اور بچوں کو بھی بلا لیں ... یہاں ایک خوفناک معاملہ پیش آگیا ہے۔"

"کیا ... کیا ہوا ... جلدی بتاؤ خان رحمان۔"

لیکن فون بند ہو چکا تھا ... انہوں نے گھبراہٹ کے عالم میں

دوبارہ نمبر ملایا، لیکن ان کا فون بند تھا...اب تو وہ گھبرا گئے ۔

" آؤ بھئی چلیں ...نہ جانے خان رحمان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔"

وہ دوڑ پڑے ... جلدی جلدی پروفیسر داؤد کی گاڑی میں سوار ہوئے اور گاڑی پوری رفتار پر چھوڑ دی :

" پتا نہیں کیا بات ہے ... میں بہت گھبراہٹ محسوس کر رہی ہوں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

" ظاہر ہے ... ہم نے ابھی ابھی پریشان کن بات سنی ہے ... خان رحمان ہمیں فوراً اپنے گھر بلا رہے ہیں اور فون بھی ساتھ ہی انہوں نے بند کر دیا... پریشانی نہیں محسوس ہوگی تو اور کیا ہوگا ۔"

" ہاں... شاید یہی بات ہے ..." فرزانہ بڑ بڑائی ۔

" لیکن یقیناً کیوں نہیں۔" فاروق نے اسے گھورا ۔

" مم... مجھے پتا نہیں ... کیا بات ہے ۔" فرزانہ نے جواب میں کہا۔

" اللہ مالک ہے ... اللہ سے دعا کرو ۔" انسپکٹر جمشید نے اسے دلاسہ دیا ۔

نہایت مہارت سے ڈرائیونگ کرتے، انسپکٹر جمشید نے آخر پندرہ منٹ میں یہ فاصلہ طے کر لیا ... جب کہ فاصلہ پورے آدھ گھنٹے کا تھا...

پھر جونہی گاڑی خان رحمان کے دروازے پر رکی ... وہ دھک سے رہ گئے... دروازہ چوپٹ کھلا تھا ... گاڑی سے اترے ہی انہوں نے دوڑ لگا دی ... ساتھ ہی پروفیسر داؤد چلائے :

"خان رحمان ... ہم آگئے ہیں میرے دوست ۔"

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا ... اندر داخل ہوتے ہی سب نے ادھر ادھر دوڑ لگا دی ... آن کی آن میں انہوں نے پورا گھر دیکھ لیا... اب انہیں معلوم ہوا۔ خان رحمان اور ان کی بیوی ... ظہور اور اس کی بیوی سلمٰی ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا :

"دیکھو بھئی ... گھبرانے سے کچھ نہیں ہوگا ... پورے اطمینان سے گھر کا جائزہ لینا ہوگا ... اگر انہیں اغوا کیا گیا ہے... تو اغوا کرنے والوں کی کوئی چیز... قدموں یا انگلیوں کے نشانات ضرور مل جائیں گے ... ہمیں بہرحال ان کا سراغ لگانا ہوگا ... وہ ایسے نہیں ملیں گے ۔"

انہوں نے سر ہلا دیے ... اب سب نے گھر کا جائزہ شروع کیا ... انسپکٹر جمشید نے اکرام کو فون کر دیا ... ابھی اکرام نہیں پہنچا تھا کہ فرزانہ سگریٹ کا ایک ٹکڑا کسی جگہ سے اٹھا لائی ... اس میں سے تمباکو کی بو آرہی تھی، گویا وہ جس سگریٹ کا ٹکڑا تھا ...وہ ابھی ابھی پی گئی تھی :

" انکل کے گھر میں کوئی بھی سگریٹ نہیں پیتا۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے ... معلوم ہوا ... انہیں اغوا کیا گیا ہے۔"

ایسے میں محمود بھی وہاں آگیا ... اس کے ہاتھ میں ایک نیلے رنگ کا رومال تھا:

"یہ چھت سے ملا ہے ... گویا وہ اغوا کرنے والے پہلے کسی طرح چھت سے پہنچے تھے اور پھر زینے کے ذریعے گھر میں آئے تھے... سوال یہ ہے کہ وہ چھت پر کیسے پہنچے۔"

"اوہ ... آؤ۔"

انہوں نے کہا اور سیڑھیاں چڑھتے چلے گئے... انہوں نے چھت کے دائیں بائیں دیکھا... دائیں طرف والی چھت شیخ نصیر کی تھی ...اور دونوں چھتیں ملی ہوئی تھیں... درمیان میں ایک پانچ فٹ اونچی دیوار تھی... ظاہر ہے، اس دیوار کو پھلانگ کر اس کی طرف آنا کوئی مشکل کام نہیں تھا:

"وہ اس چھت سے آئے تھے ... گویا پہلے وہ شیخ نصیر صاحب کے گھر میں داخل ہوئے تھے ... آؤ۔"

شیخ نصیر کی چھت کا زینہ کھلا تھا ... وہ سیڑھیاں اترتے چلے گئے اور پھر ان کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ گئے ... شیخ نصیر اور ان کے گھر کے افراد ایک کمرے میں بندھے پڑے تھے ... ان کے

ہونٹوں پر بھی ٹیپ چپکائی گئی تھی۔

انہوں نے ان سب کی رسیاں کھولیں ... آہستہ آہستہ ٹیپ اتاری تاکہ انہیں کم سے کم تکلیف ہو ... منہ کھلتے ہی شیخ نصیر نے کہا:

"اللہ کا شکر ہے ... آپ آئے تو۔"

"تو کیا وہ خان رحمان وغیرہ کو لے گئے۔"

"جی ہاں! وہ ایک بڑی گاڑی میں آئے تھے ... گاڑی وہ اندر ہی لے آئے تھے ... اور دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔"

"آپ نے یہ نہیں بتایا کہ وہ اندر داخل کیسے ہو گئے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"میں بتاتا ہوں ... پہلے انہوں نے دستک دی تھی ... دستک دینے والا بہت شریف آدمی نظر آیا تھا ... اور پھر وہ لوگ ایک بڑی گاڑی میں آئے تھے... ساتھ ہی انہوں نے بتایا کہ کاروباری بات کرنے کے لیے آئے ہیں ... میرے بیٹوں کا کپڑے کا کافی بڑا کاروبار ہے ... لوگ ان سے ملنے کے لیے آتے ہی رہتے ہیں ... سو ہم نے انہیں ڈرائنگ روم میں بٹھا دیا ... اس کے بعد اس شریف آدمی نے پستول تان دیا ... اس کے ساتھیوں نے ہمیں باندھ دیا ... اس وقت تک ہم نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ ڈاکو ہیں ... لیکن پھر ہم نے محسوس

کیا ... وہ تو سیڑھیاں چڑھ کر چھت پر چلے گئے ہیں ... پھر کچھ دیر بعد ہم نے گاڑی اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی:

"ہم سمجھ گئے ... آپ کی چھت سے وہ خان رحمان کی چھت پر اترے اور نیچے پہنچ کر انہوں نے خان رحمان وغیرہ کو باندھ دیا... پھر گاڑی ان کے گھر کے اندر لے آئے ... اس میں انہیں لادا اور چلے گئے ... آپ صرف یہ بتا دیں ... وہ کل کتنے آدمی تھے اور کیا آپ ان میں سے کسی کا حلیہ بتا سکتے ہیں۔"

"وہ کل چھ آدمی تھے ... ان کے پاس بڑی بجارو تھی... اس شریف صورت آدمی کا حلیہ میں بتا سکتا ہوں... کیونکہ مجھ سے اسی نے ہاتھ ملایا تھا اور بات کی تھی۔"

"ٹھیک ہے ... بتائیں حلیہ ... محمود لکھ لو۔"

"جی ابا جان۔"

"وہ لمبے قد کا، سرخ و سفید رنگ کا ... نیلی آنکھوں والا شخص تھا، اس کے دائیں کان کی لو پر ایک سرخ نشان تھا ... بالکل خون کے رنگ کا ... یوں لگتا تھا جیسے کان ابھی ابھی زخمی ہوا ہے۔"

"ہوں... خیر... دیکھتے ہیں۔"

جلد ہی سب انسپکٹر اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا...

انسپکٹر جمشید نے سرخ کان کی لو والے کا حلیہ بتایا تو وہ زور سے چونکا:

"یہ حلیہ مانگے کا ہے۔"

"مانگا؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"جی ہاں! مانگا ... بہت ماہر ہے ... وارداتیں کر کے بچ نکلتا ہے... آج تک پکڑا نہیں گیا۔"

"تب پھر تم نے اسے کیسے پہچان لیا۔"

"اس کے ساتھی کئی بار پکڑے جا چکے ہیں ... ان سے اس کا حلیہ معلوم ہوا تھا۔"

"اور اس کا ٹھکانہ۔"

"نہیں معلوم سر۔"

"اوہ... یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"میں نے یہی کہا سر... اس کا ایڈریس ہم میں سے کسی کو معلوم نہیں۔"

"اوہ... یہ بُرا ہوا ... خیر کوئی پروا نہیں... دونوں گھروں سے انگلیوں کے نشانات اٹھوا لو... ہم باہر گاڑی کے ٹائروں کو چیک کرتے ہیں۔"

"جی اچھا۔"

نشانات چیک کرتے وہ کافی دور تک نکل آئے... پھر پختہ سڑک پر نشانات غائب ہو گئے ... اور وہ صرف سمت کا اندازہ لگا سکے ... لیکن صرف سمت کا اندازہ لگانے سے وہ اس گاڑی تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اس کے باوجود وہ اپنی گاڑی میں روانہ ہو گئے :

" نہ جانے خان رحمان کہاں اور کس حال میں ہوں گے ۔" پروفیسر داؤد بڑبڑائے ۔

" اللہ اپنا رحم فرمائے ... یہ اچانک کیا شروع ہو گیا ... الجھے ہوئے تو تھے ہم ارشاد حاصل کیس میں ۔" فاروق نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا ۔

"گھبراتے نہیں ... میں تمام پولیس اسٹیشنوں کو فون کر رہا ہوں... اس طرح کسی طرف سے بھی کوئی کام کی خبر مل سکتی ہے ...اور ہم تو خود ان کی تلاش میں نکلے ہوئے ہی ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ اسی سڑک پر گئے ہیں ... ٹائروں کے نشانات کی ہم نے تصاویر لے لی ہیں ... ہمیں دائیں بائیں دیکھتے ہوئے آگے بڑھنا ہے۔ میں صرف آگے دیکھ رہا ہوں ... تم لوگ دائیں طرف اور بائیں طرف دیکھتے رہو ... رات ہو چلی ہے ... کام مشکل ہو رہا ہے ... لیکن ہم تلاشی جاری رکھیں گے ۔"

اتنا کہنے کے بعد انہوں نے آئی جی صاحب کے نمبر ملائے:

" السلام علیکم جمشید ... خیر تو ہے ..." ان کی آواز سن کر آئی جی صاحب نے کہا۔

انہوں نے صورت حال بتائی... پھر کہا :

" آپ تمام پولیس اسٹیشن کو فون کرا دیں ۔"

"تم فکر نہ کرو جمشید ... سارے شہر کی پولیس خان رحمان اور ان کے گھر کے افراد کی تلاش میں نکل کھڑی ہوگی... اور اللہ نے چاہا تو صبح سے پہلے ہم انہیں تلاش کر لیں گے ۔"

" انشاء اللہ !" انہوں نے فوراً کہا ۔

ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے دیکھا ... اسکرین پر خان رحمان کا نام تھا:

☆☆☆☆☆

چاندنی گھاٹ

"انکل کا فون؟" محمود چلا اٹھا۔

"کیا۔" ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"کیا ہوا جمشید۔" آئی جی صاحب نے چونک کر پوچھا۔

"محمود کے نمبر پر خان رحمان کا فون آیا ہے... پہلے ہم اسے دیکھ لیں۔"

"ٹھیک ہے... لیکن تم یہ موبائل بند نہ کرو... تاکہ میں بھی سن لوں۔"

"جی اچھا۔"

ادھر محمود کہہ رہا تھا:

"السلام علیکم انکل... آپ کہاں ہیں۔"

"انکل ہمارے قبضے میں ہیں... ہمت ہے تو آکر چھڑا لو۔"

ایک کھردری آواز گونجی۔

"لیکن کہاں۔" محمود پرجوش انداز میں بولا۔

"چاندنی گھاٹ آجاؤ۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی فون بند کر دیا گیا۔

"چاندنی گھاٹ... یہ کہاں ہے۔"

کوئی کچھ نہ بولا... گویا کسی کو معلوم نہیں تھا... چاندنی گھاٹ کہاں ہے۔

"میں اکرام سے پتا کرتا ہوں... اسے ضرور معلوم ہوگا... چاندنی گھاٹ کہاں ہے۔"

"اور اکرام اس وقت کہاں ہے جمشید۔"

"اسے ہم خان رحمان کے گھر چھوڑ کر آئے تھے۔"

"تو پھر جلدی پوچھو جمشید۔" آئی جی صاحب نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

انہوں نے اکرام کا نمبر ملایا... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی:

"یس سر!"

"اکرام... چاندنی گھاٹ کہاں ہے؟"

"کک... کیوں سر۔" مارے حیرت کے اس نے پوچھا۔

"اغوا کرنے والے خان رحمان کو وہاں لے گئے ہیں... اور وہ

ہمیں وہاں آنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔"

"ارے باپ رے۔" مارے پریشانی کے اکرام کے منہ سے نکلا۔

"کیا ہوگیا... خیر تو ہے۔" انہوں نے منہ بنایا۔

"سر! چاندنی گھاٹ سزا یافتہ لوگوں کی بستی ہے... یعنی جو لوگ کسی نہ کسی جرم میں سزا کاٹتے ہیں... رہا ہونے کے بعد چاندنی گھاٹ چلے جاتے ہیں... اس طرح وہاں سزا یافتہ لوگوں کے لیے جگہیں مل جاتی ہیں... کم کرایہ پر اچھی رہائش اور اچھے کھانے مل جاتے ہیں... لہٰذا ایسے سب لوگ اسی طرف کا رُخ کرتے ہیں۔"

"اور یہ چاندنی گھاٹ ہے کہاں؟"

"جنوبی پہاڑیوں کی طرف۔"

"بس ہم پہنچ رہے ہیں... تم بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ پہنچ جاؤ۔"

"اور جمشید... ہم لوگ بھی آرہے ہیں... تم فکر نہ کرو... ہم پورے گھاٹ کو گھیر لیں گے۔"

"شکریہ۔"

جلد ہی وہ چاندنی گھاٹ کا رخ کر رہے تھے... اچانک انہیں

ایک چٹان نظر آئی... اور ساتھ ہی چٹان کے اوپر سے ان کی طرف فائر کیا گیا... وہ فوراً ادھر ادھر لڑھک گئے... اور جلد ہی سب کے سب اوٹ لے چکے تھے:

"خوش آمدید انسپکٹر جمشید... آخر تم ہمارے جال میں آ ہی گئے... بہت انتظار تھا تمہارا۔"

"کیا چاہتے ہو۔" انہوں نے نرم لہجے میں کہا۔

"تمہارے دوست کی قیمت... اگر قیمت ادا نہیں کرو گے تو ان کی لاش وصول کرو گے اور یہ بھی یاد رکھنا... اگر تم نے ادھر سے کوئی فائر کرنے کی کوشش کی... یا کسی طرح ہمیں گھیرنے کی کوشش کی تو ہمارا تو کچھ نہیں بگڑے گا... تمہارے دوست اور ان کے ساتھی اپنی جانوں سے جائیں گے... اب سوچ لو... ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا... کیونکہ ہم اس وقت ایسی جگہ پر ہیں، جہاں تم چاروں طرف سے کوشش کر لو گے، تب بھی نہیں پہنچ سکو گے۔ اب فیصلہ تم کرو گے... اپنے دوست کو بچانا ہے... یا ان سب کو داؤ پر لگانا ہے... ہوں..."

"نہیں... ہم اپنے دوست کو بچانا پسند کریں گے... بدلے میں تم کیا چاہتے ہو۔"

"ہاں! اب آئے ہو سیدھے راستے پر... اسے کہتے ہیں عقل

منڈی... ہوں..."

"تم نے بتایا نہیں... چاہتے کیا ہو۔"

"جیل میں میرا ایک ساتھی ہے... بدلے میں اسے چھڑانا چاہتا ہوں۔"

"کیا..." ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"ہاں! اور یہ کام تمہارے لیے کچھ بھی مشکل نہیں۔"

"اس پر مقدمہ تو نہیں چل رہا؟" انہوں نے پوچھا۔

"نہیں... بے چارے کو دس سال کی سزا ہوئی ہے۔"

"اچھی بات ہے... اس کا نام نمبر وغیرہ بتاؤ۔"

"نام ہے، ریاض اچھو... سنٹرل جیل میں ہے... نمبر ہے 519۔"

"میں پوچھتا ہوں۔"

"خوشی کی بات ہے۔"

انہوں نے سپرنٹنڈنٹ جیل کے نمبر ملائے... ان سے اس قیدی کے بارے میں پوچھا... اس نام کا قیدی واقعی جیل میں موجود تھا... اور اس نے کسی پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔

معلومات لے کر انہوں نے آئی جی صاحب سے بات کی اور ان

سے کہا:

"صورت حال نازک ہے... اگر ہم اس قیدی کو رہا کر دیتے ہیں تو خان رحمان اور ان کے گھر والوں کو بچا لیا جائے گا... اس کے بعد اس قیدی کو دوبارہ جیل پہنچانا میرا کام ہوگا۔"

"تب پھر جمشید... میں جیل حکام سے بات کرتا ہوں... اگر انہوں نے کوئی اعتراض کیا تو ہم صدر صاحب سے بات کریں گے۔"

"جی... ٹھیک ہے۔"

تھوڑی دیر بعد انہیں پیغام ملا کہ اس قیدی کو رہا کر دینے کی منظوری ہوگئی ہے... ٹھیک ایک گھنٹے بعد اسے جیل سے باہر نکال دیا جائے گا:

"بہت بہت شکریہ!" انہوں نے کہا، پھر بلند آواز میں کہا:

"سنو بھئی! ریاض اچھو ٹھیک ایک گھنٹے بعد رہا کر دیا جائے گا۔"

"اچھی بات ہے... آپ لوگ یہاں سے چلے جائیں... جونہی ریاض اچھو باہر آئے گا، وہ مجھے فون کرے گا... ہمارے درمیان یہ بات طے ہو چکی ہے... اس کا فون آتے ہی ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیں گے... اور یہ اپنے گھر پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے... ہم جا رہے ہیں۔"

اور وہ واقعی وہاں سے روانہ ہوگئے ... اس وقت محمود نے کہا:

"کیا ہم واقعی جا رہے ہیں۔"

"ہاں! پہلے خان رحمان گھر پہنچ جائیں ... پھر ان سے بنٹ لیں گے ... ریاض اچھو بھاگ کر کہاں جائے گا۔"

"لیکن ابا جان ... بات پلے نہیں پڑی۔" فرزانہ نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"کون سی بات؟"

"ہم تو ارشاد حاصل والے معاملے میں الجھے ہوئے تھے... یہ درمیان میں کیا معاملہ آ کودا۔"

"درمیان میں کوئی معاملہ کودتے کیا دیر لگتی ہے ... کودتے ہی رہتے ہیں۔" انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

وہ بھی لگے برے برے منہ بنانے ... اس طرح کوئی مجرم ان کی مرضی کے خلاف ان سے کوئی کام لینے میں کامیاب ہوجائے تو یہ بات انہیں ہضم نہیں ہوتی تھی۔

آخر وہ گھر پہنچ گئے ... سب چپ چپ تھے ... پھر پورا ایک گھنٹا گزرنے کے بعد انہوں نے آئی جی صاحب کو فون کیا ... ان کی آواز سن کر انہوں نے پوچھا:

"ہاں جمشید ... کیا بنا۔"

"سر یہی پوچھنے کے لیے تو میں نے آپ کو فون کیا تھا۔"

"مطلب یہ کہ تم بھی مجھ سے یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ کیا بنا۔"

"جی سر۔"

"اور مجھے پوچھنا پڑے گا... ابرار گیلانی صاحب سے۔"

"آپ کا مطلب ہے ... سپرنٹنڈنٹ جیل سے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ہاں! ابھی فون کر کے بتاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا ... پھر پانچ منٹ بعد ان کا فون آیا ... انہوں نے بتایا:

"جمشید ... معاملہ کچھ گڑبڑ ہے۔"

"جی ... کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"جیل سے بتایا گیا ہے کہ گیلانی صاحب نہیں ہیں ... اور ان کا موبائل بند ہے ... میں نے ان کے اسسٹنٹ سے پوچھا کہ کیا ریاض اچھو کو چھوڑ دیا گیا ہے ... تو انہوں نے بتایا کہ ابھی نہیں ... گیلانی صاحب اسی سلسلے میں کہیں گئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے ... آپ فکر نہ کریں۔"

"اب ظاہر ہے، تم صدر صاحب کو فون کرو گے۔"

"جی! اس کے سوا چارہ نہیں، ویسے کیا آپ نے پہلے گیلانی صاحب کو خود کہا تھا کہ ریاض اچھو کو چھوڑ دیں۔"

"نہیں ... صدر صاحب سے ہی فون کرایا تھا ... کیونکہ وہ میرے کہنے سے کیسے چھوڑ سکتے تھے۔ وہ مجھ سے کہتے کہ تحریری حکم نامہ بھیج دیں ... میں اسے چھوڑ دوں گا اور تحریری حکم نامہ بھیجنے کا اختیار نہیں تھا ...اس لیے صدر صاحب سے کہنا پڑا تھا۔ صدر صاحب نے انہیں حکم دیا تھا، پھر مجھے بتایا تھا کہ ان سے کہہ دیا گیا ہے۔"

"اور اس کے باوجود انہوں نے ریاض اچھو کو نہیں چھوڑا... کیا یہ عجیب بات نہیں۔"

"بہت زیادہ عجیب ہے جمشید ... تم فوراً صدر صاحب سے بات کرو ... مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

اب انہوں نے صدر صاحب کے نمبر ملائے ... سلسلہ ملتے ہی انہوں نے کہا:

"السلام علیکم سر! جمشید بات کر رہا ہوں۔"

"خان صاحب آ گئے جمشید۔"

"اسی سلسلے میں فون کیا ہے سر۔"

"کیا مطلب ... تو کیا وہ نہیں آئے۔"

"جی نہیں ... وجہ یہ ہے کہ ابھی تک ریاض اچھو کو نہیں چھوڑا گیا۔"

"یہ ... یہ کیسے ہو سکتا ہے ... میں نے خود گیلانی صاحب سے کہا ہے۔"

"یہی بات ہے سر ... لیکن ابھی تک اس پر عمل نہیں ہوا... دوسری طرف اگر اچھو ایک گھنٹے کے اندر اپنے گھر نہیں پہنچا ... تو وہ نامعلوم آدمی کچھ بھی کر سکتا ہے۔"

"ہوں ... میں دیکھتا ہوں۔"

فون بند کر کے وہ لگے انتظار کرنے ... آخر صدر صاحب کا فون موصول ہوا:

"اسے چھوڑ دیا گیا ہے ... جمشید۔"

"سر! میری خفیہ فورس کا ایک شخص اس کا خفیہ طور پر تعاقب کرے گا... اس طرح میں جان لوں گا کہ وہ کہاں گیا ہے ..."

"کوئی بات نہیں جمشید ... ہمارے لیے خان رحمان قیمتی ہیں ... انہوں نے ملک اور قوم کے لیے تم لوگوں کے ساتھ رہتے ہوئے کیا

نہیں کیا... جس طرح تم جان ہتھیلی پر لیے پھرتے ہو ... اسی طرح خان رحمان تمہارے ساتھ رہتے ہیں ... لہٰذا ریاض اچھو جائے بھاڑ میں... کرتے رہنا اسے گرفتار، کوئی جلدی نہیں ... پہلے خان رحمان گھر آجائیں۔"

"میں اس نامعلوم شخص کا نمبر ملاتا ہوں ... اگرچہ ہوگا تو وہ بند ہی ... ساتھ ہی میری ایک درخواست ہے ... گیلانی صاحب سے یہ ضرور پوچھیں کہ جب آپ نے انہیں حکم دیا تھا تو انہوں نے ریاض اچھو کو اس وقت کیوں رہا نہ کیا۔"

"میں یہ بات پوچھ چکا ہوں ... ان کا کہنا ہے کہ حکومت میں شامل ایک اہم آدمی کو اس سے کوئی کام لینا تھا ... اس لیے اسے وہاں بھیجا گیا تھا... جب میرا حکم گیلانی صاحب کو ملا تو وہ پریشان ہو گئے اور فوراً اس اہم آدمی کے پاس خود چل کر گئے ... اس طرح اسے وہاں سے ساتھ لائے اور پھر جیل میں لا کر اسے باہر نکالا گیا ... تاکہ دیکھنے والے یہی کہیں، انہوں نے ریاض اچھو کو جیل سے جاتے دیکھا ... جب کہ اس اہم آدمی کے ہاں اسے خفیہ طور پر یعنی رات کی تاریکی میں بھیجا گیا تھا۔"

"اور وہ اہم آدمی کون ہے سر۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر

پوچھا۔

جواب میں صدر صاحب خاموش رہے ... جب کئی سیکنڈ گزر گئے، تب انسپکٹر جمشید نے کہا:

"میں سمجھ گیا سر ... آپ بتانا نہیں چاہتے۔"

"یہ بات نہیں جمشید ... میں چاہتا ہوں... یہ بات یہیں ختم ہو جائے اور بس۔"

"ٹھیک ہے سر ... شکریہ۔"

اب انہوں نے خان رحمان کے نمبر ملائے ... لیکن ان کا موبائل بدستور بند تھا۔ وہ کوشش کرتے رہے ... ناکامی آڑے آئی... تنگ آ کر انہوں نے خفیہ فورس کے کارکن کو فون کیا:

"ہاں نمبر 3... کیا رہا۔"

"ریاض اچھو اپنے گھر پہنچ گیا ہے ... وہ ساسانی روڈ کے مکان نمبر 33 میں رہتا ہے..."

"کیا وہ ابھی ابھی پہنچا ہے۔"

"یس سر۔"

"تب تو پھر اس نے ابھی فون کیا ہوگا... خیر... تم وہیں موجود رہو... اسے کچھ نہ کہنا..."

"جی اچھا۔"

اب انہوں نے پھر خان رحمان کے نمبر ملائے ... اسی وقت ان کی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم جمشید۔"

"اللہ کا شکر ہے ... خان رحمان ... تمہاری آواز سنائی دی ... تم کہاں ہو۔"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"رات کا وقت ہے ...انہوں نے مجھے ایک سڑک پر چھوڑ دیا ہے... اب مجھے معلوم نہیں ... کہ شہر پہنچنے کے لیے مجھے دائیں طرف جانا ہے یا بائیں طرف۔"

انہیں ہنسی آگئی... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"تم لوگ ایسا کرو کہ وہیں ٹھہرو... کسی گاڑی کا انتظار کرو... بتا دے گا کہ شہر کس طرف ہے ... بچوں کو ساتھ لے کر جو بھی گزرے گا ... ضرور رک کر بتائے گا اور اس سے یہ بھی پوچھ لینا کہ وہ سڑک ہے کون سی ... بس پھر ہم پہنچ جائیں گے۔"

"اچھی بات ہے ... جمشید ... ویسے یار تم ذرا فون پر باتیں

کرتے رہو... دل بہلا رہے گا۔"

"ٹھیک ہے ... جب باتیں ہی کرنی ہیں تو پھر تم بتاؤ...اغوا کرنے والے کون تھے۔"

"کچھ پتا نہیں ...وہ سب نقاب میں تھے ... البتہ میں ان کی آواز سن کر ضرور پہچان لوں گا۔"

"یہ تو خیر ہم بھی کر لیں گے۔"

"لیکن ابا جان ... اگر وہ آواز بدل کر بول رہے ہوں تو ہم کیسے پہچان لیں گے۔"

"چلو خیر! یہ بعد کی بات ہے ... پہلے تو خان رحمان کا مسئلہ حل ہونا چاہیے ... بے چارے رات کے وقت گھر کے افراد کے ساتھ سڑک پر کھڑے ہیں۔"

"کوئی بات نہیں جمشید ... اللہ مالک ہے ... ویسے تم گاڑی میں تیار بیٹھو... تاکہ جونہی پتا چلے ... تم روانہ ہو سکو۔"

"تم فکر نہ کرو ... ہم اسی وقت پروفیسر صاحب کی گاڑی میں بیٹھ رہے ہیں ...اب یہ بھی بتا دو...اغوا کر کے تم لوگوں کو کہاں لے گئے تھے۔"

"سیدھے اس جگہ گئے تھے ... جہاں تم لوگوں کو بلایا تھا ... وہ

جگہ واقعی بہت خطرناک ہے ... اگر تم ان پر فائرنگ کرتے تو پہلے ہم مارے جاتے۔"

"یہ بات میں نے محسوس کر لی تھی ... ہم کل دن کی روشنی میں اس جگہ کا جائزہ لیں گے ... تم فکر نہ کرو۔"

"ایک گاڑی آرہی ہے جمشید۔"

"بس ٹھیک ہے ... تم لوگ اسے رکنے کا اشارہ کرو ... ویسے تو سنسان سڑک پر کوئی اس طرح گاڑی نہیں روکتا، کیونکہ لٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے ... لیکن چونکہ تمہارے ساتھ بچے ہیں ... اس لیے امید ہے ... وہ گاڑی روک لے گا ... تم ذرا بچوں کو آگے رکھو۔"

"اچھی بات ہے ... اس نے گاڑی کی رفتار کم کر لی ہے جمشید۔"

"بس ٹھیک ہے ... ہمیں تو اس سے صرف سمت پوچھنی ہے ... اور یہ کہ وہ سڑک کون سی ہے۔"

"ٹھیک ہے ... میں موبائل کان سے ہٹا رہا ہوں ... لیکن تم موبائل آف نہ کرنا۔"

"فکر نہ کرو۔"

اب دوسری طرف خاموشی چھا گئی ... پھر گاڑی کی آواز سنائی

دینے لگی اور کچھ بات چیت کی آواز آنے لگی ... جلد ہی خان رحمان نے کہا:

"جمشید ... ہم شہر سے تیس کلو میٹر دور ہیں ... اور یہ سڑک ہے مغربی۔"

"کیا کہا انکل ... مغربی۔" محمود، فاروق اوز فرزانہ کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"ہاں مغربی ... کیوں کیا بات ہے۔"

"کچھ دیر پہلے ہم بھی مغربی سڑک پر ایک گھرانے میں گئے تھے ... خیر ہم آرہے ہیں ... انشاء اللہ پندرہ بیس منٹ میں وہاں پہنچ جائیں گے۔"

"اللہ کا شکر ہے۔"

وہ اسی وقت مغربی سڑک پر روانہ ہو گئے ... موبائل پر رابطہ برقرار تھا۔ وہ خان رحمان سے باتیں کرتے اور فاصلہ طے ہوتا رہا ... آخر وہ لوگ انہیں نظر آگئے ... انہوں نے ان کے قریب پہنچ کر گاڑی روک لی ... اب سب نے ایک ساتھ کہا:

"اللہ کا شکر ہے۔"

اب انہوں نے گھر کی راہ لی ... اسی وقت انسپکٹر جمشید نے کہا:

"سب لوگ آج رات ہمارے ہاں گزاریں گے ... میری بیگم نے سب کے لیے مزے مزے کے کھانے ضرور بنائے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے جمشید ... ان حالات میں اپنے گھر جانے کو تو جی بھی نہیں چاہ رہا۔"

"اور ابھی ہمیں ریاض اچھو کو بھی گرفتار کرنا ہے۔"

"کل دن نکلنے پر کرتے رہنا۔" پروفیسر داؤد نے منہ بنایا۔

"ہاں بالکل ... ویسے وہ خفیہ فورس کی نظروں میں ہے۔"

"یہ اور اچھی بات ہے۔"

"پہلے میں اغوا کرنے والے پر ہاتھ ڈالوں گا... پھر ریاض اچھو کو گرفتار کروں گا ... کیونکہ ہمارا اصل مجرم ریاض اچھو نہیں ... تم لوگوں کو اغوا کرنے والا ہے۔"

"ٹھیک ہے جمشید۔"

پھر وہ گھر پہنچ گئے ... بیگم جمشید نے واقعی بہت مزے مزے کے کھانے بنائے تھے ...اور بنائے بھی تھے بہت بڑی مقدار میں ... سب لوگوں کے سامنے جب وہ سب کھانے ایک ساتھ رکھے گئے، تب ان سب کے منہ سے مختلف آوازیں نکلیں ... مثلاً کچھ نے کہا ... بھئی واہ... بھابی ہوں تو ایسی ... کچھ نے کہا ... بھئی واہ امی ہوں تو

ایسی... اور کچھ نے کہا ... بھئی واہ... آنٹی ہوں تو ایسی... اور کچھ نے کہا ... بھئی واہ ... بہن ہو تو ایسی:

"اچھا بس ... ہو گئی کافی تعریف ... یہ کھانا تعریف کے لیے نہیں ... کھانے کے لیے ہیں۔"

پھر وہ کھانوں پر ٹوٹ پڑے ...انہوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور خوب کھانے کے بعد انہیں جلد ہی نیند نے آلیا ... لیکن ایسے میں بھی پہلے انہوں نے وضو کر کے عشاء کی نماز ادا کی ... اور پھر سونے کے لیے لیٹے۔ اس کے بعد انہیں کوئی خبر نہ رہی ... اس قدر گہری نیند آئی کہ کیا کبھی آئی ہو گی ... صبح بیگم جمشید نے انہیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا جلد ہی بیگم جمشید نے سب کے لیے ناشتا تیار کر دیا ... اس کے بعد انسپکٹر جمشید نے نمبر 3 سے رپورٹ لی۔ اس نے بتایا:

"ریاض اچھو گھر سے نہیں نکلا ..."

"بہت خوب۔"

عین اس وقت محمود کے فون کی گھنٹی بجی... اس نے موبائل کی اسکرین کی طرف دیکھا ... اس پر ارشاد حاصل کا نام نظر آیا ... اس نے جلدی سے بٹن دبا دیا ... دوسری طرف سے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا گیا:

"آپ محمود صاحب ہیں نا... انسپکٹر جمشید کے بیٹے؟"

"جی ہاں! فرمائیے... خیر تو ہے... آپ کی آواز میں بہت گھبراہٹ ہے۔" محمود کے جملے نے باقی سب لوگوں کو بھی اس کی طرف دیکھنے پر مجبور کر دیا... ادھر محمود فون سن رہا تھا... انہوں نے اس کے چہرے کو زبردست جھٹکا لگتے دیکھا... آخر فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑا... اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان کی طرف دیکھا:

"کک... کیا بات ہے... خیر تو ہے۔" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

"نن نہیں۔"

"نن نہیں کیا؟"

"خیر نہیں ہے... امداد حاصل کو قتل کر دیا گیا ہے۔"

"کیا!!!"

☆☆☆☆☆

دو چیزیں

ان سب نے کھوئے کھوئے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا... یوں لگا جیسے ان کے پاس کہنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو... آخر فرزانہ کے منہ سے نکلا:

"تت... تو بے چارے امداد حاصل کو قتل کر ہی دیا گیا..."

"ہاں! امید نہیں تھی کہ ایسا ہوگا۔" محمود نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"سن کر افسوس ہوا... کیا خیال ہے ابا جان... وہاں جانا چاہیے یا..."

"ضرور جانا چاہیے..." انسپکٹر جمشید نے سر ہلایا۔

"تو پھر چلیے... کہیں پولیس اسٹیشن سے پہنچنے والے حضرات چیزیں ادھر ادھر نہ کر دیں... موقع واردات کا جائزہ بہت اہم ہے۔"

"فکر نہ کرو..." انہوں نے کہا اور پھر وہاں سے روانہ

ہوئے۔

سب چپ چپ تھے ... محمود، فاروق اور فرزانہ کو تو بار بار امداد حاصل کا چہرہ آنکھوں کے سامنے گھومتا نظر آ رہا تھا:

"افسوس!" فرزانہ کی آواز ابھری۔

"وہ بہت اچھے انسان تھے ... پھر بھی نہ جانے کیوں ... کوئی انہیں ہلاک کرنے پر تل گیا تھا ..."

"وہ اپنے کیے کی سزا پائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"محمود ... تم ارشاد حاصل کے نمبر ڈائل کرو ... لیکن نہیں ... وہ اس وقت فون سننے کی پوزیشن میں کہاں ہوں گے۔"

"تب پھر عارف بھائی کو فون کیا جا سکتا ہے۔"

"ان کے نمبر ہیں تمہارے پاس۔"

"جی ہاں ... وہاں رہتے ہوئے میں نے نمبر محفوظ کر لیے تھے۔"

"ملاؤ پھر ... عارف بھائی کا نمبر۔"

محمود نے نمبر ڈائل کیا۔ جلد ہی عارف بھائی کی روتی آواز سنائی دی:

"جی ... فرمائیے ... عارف بات کر رہا ہوں۔"

"اور میں محمود ہوں ... بہت افسوس ہوا ... ہم آ رہے ہیں ...

میرے والد آپ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"اچھی بات ہے ... کہیے۔"

محمود نے موبائل انہیں دے دیا:

"عارف صاحب ... ابھی یہاں پولیس تو نہیں پہنچی۔"

"جی ... جی نہیں ... لیکن پہنچنے والی ہے ... کیونکہ فریاد صاحب نے فون کر دیا ہے ..." اس نے منہ بنایا۔

"بس ٹھیک ہے ... ہم آ رہے ہیں ... آپ پولیس والوں کو ہمارا بتا دیجیے گا ... اور کہہ دیجیے گا کہ وہ ہمارے آنے تک موقع واردات کا جائزہ نہ لیں۔"

"جی ... جی اچھا ... میں کہہ دوں گا ... کیا وہ بات مان لیں گے۔"

"ہاں ان شاء اللہ!"

"اچھی بات ہے ..."

اس طرح وہ تیز رفتاری سے چلتے ہوئے حاصل پور پہنچ گئے۔ کافی پولیس نظر آ رہی تھی۔ ان کی گاڑی حاصل پور کے گیٹ پر پہنچی تو سب کی نظریں ان کی طرف اٹھ گئیں ... وہ رکے بغیر آگے بڑھتے چلے گئے ... یہاں تک کہ ارشاد حاصل کے دروازے پر پہنچ گئے ... عارف بھائی

دروازے پر موجود تھے:

"اللہ کا شکر ہے ... آپ آ گئے... پولیس آفیسر کو روکنا میرے لیے بہت مشکل کام ثابت ہوا ہے، انسپکٹر جاوید رحیمی تو رک ہی نہیں رہے تھے... جب میں نے انہیں آپ کے فون کے بارے میں بتایا تو انہوں نے اور زیادہ ناراضی سے کہا ... انسپکٹر جمشید کون ہوتے ہیں ... میرے علاقے میں مجھے پابند کرنے والے ۔"

"اوہ اچھا ... آیئے اندر چلیں ۔"

وہ برآمدے سے گزرتے ہوئے امداد حاصل کے کمرے کی طرف چلنے لگے... تمام کمروں کے دروازے کھلے تھے... اور سب کی آنکھوں سے خوف جھانک رہا تھا ... آخر وہ امداد حاصل کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گئے ... دروازہ کھلا تھا... اندر بستر پر امداد حاصل کی لاش پڑی تھی ... آنکھیں اور زبان باہر نکل آئی تھیں ... اس طرح ان کا چہرہ کافی بھیانک لگ رہا تھا ... فرش پر خون بھی پھیل گیا تھا... خون بہت کم مقدار میں نظر آیا ... اس پر انہیں حیرت ہوئی... وہ اچھے ڈیل ڈول کے آدمی تھے۔ بوڑھے ضرور تھے... لیکن سرخ وسفید رنگ کے تھے ... گویا خون تو ان میں کافی تھا۔ تب پھر ان کے بدن سے اتنا کم خون کیوں نکلا تھا ... یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آسکی:

"ابھی کوئی اور اندر تو نہیں گیا۔" انہوں نے پوچھا۔

"جی نہیں ... سب سے پہلے عارف بھائی نے لاش دیکھی... انہوں نے اندر داخل ہوئے بغیر ہی جان لیا تھا کہ انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے ... کیونکہ ایک تو فرش پر خون تھا... دوسرے آنکھیں اور زبان باہر نکلی ہوئی تھیں۔ بس انہوں نے چیخ کر سب کو جمع کر لیا ... سب کے سب اندر جاتے ہوئے ڈر رہے تھے..."

"یہ بہت اچھا ہوا... ابھی کوئی اندر نہیں جائے گا ... یہاں تک کہ ہم بھی نہیں ... پہلے جائے واردات کی تصاویر لی جائیں گی ... لاش کی بھی تصاویر لی جائیں گی ... انگلیوں کے نشانات اٹھائے جائیں گے... یہ بھی دیکھا جائے گا کہ مجرم اپنی کوئی چیز تو لاش کے پاس نہیں چھوڑ گیا ... اس کے بعد ہم اندر داخل ہوں گے ۔"

سب نے اپنے سر ہلا دیے ... جلد ہی اکرام اور اس کا عملہ وہاں پہنچ گیا ... انسپکٹر جمشید نے اکرام کو ہدایات دی اور پھر اس نے اپنے عملے کے ساتھ کام شروع کر دیا ... ان کے فارغ ہونے کے بعد وہ اندر داخل ہوئے... ساتھ ہی انہوں نے اکرام سے پوچھا:

"کوئی چیز ملی ۔"

"ہاں ملی تو ہیں چند چیزیں، البتہ نشانات نہیں ملے ... جس خنجر

سے وار کیا گیا ہے ... قاتل وہ خنجر بھی ساتھ ہی لے گیا ہے۔"

"اور وہ چیزیں کیا ہیں۔"

"ایک جیبی کنگھا ... اور ایک چیپ سٹک، یعنی ہونٹوں پر لگانے والی سٹک ... خشکی دور کرنے کے لیے۔"

"بہت خوب۔"

اب وہ اندر داخل ہوئے ... نشانات وغیرہ کے ضائع ہونے کا تو اب کوئی خطرہ ہی نہیں رہ گیا تھا ... نہ اندر کسی کی کوئی چیز پائی گئی تھی ... لہٰذا اب وہ بے فکری سے اندر جا سکتے تھے ... انہوں نے لاش کو بغور دیکھا ... فرش پر پھیلے خون کو دیکھا ...

"اس کیس میں یہ تھوڑا سا خون بہت اہم ہے ... جیبی کنگھا اور چیپ سٹک بھی اہم ہے ... کیا ان دونوں چیزوں پر بھی انگلیوں کے نشانات نہیں ہیں۔"

"ان پر تو خیر ہیں ... ظاہر ہے، وہ جن کی ہیں، ان کی انگلیوں کے نشانات تو ہوں گے نا۔"

"اچھی بات ہے ... اب یہ بات تو پھر پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ہی بتائے گی کہ خون اتنا کم کیوں نکلا ... لاش بھجوا دو۔"

"جی اچھا! اور وہ دونوں چیزیں مجھے دے دو۔"

اکرام نے کاغذ میں احتیاط سے لپٹی گئی دونوں چیزیں ان کی طرف بڑھا دیں۔ انہوں نے کاغذ کو کھولا ... اچانک ان کے منہ سے ہلکی سی آواز نکل گئی:

"کوئی خاص بات ابا جان۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"اس کنگھے پر ایک بال ہے ... ننھا سا بال ... اور اس بال سے ہم قاتل کو نہایت آسانی سے پکڑ سکتے ہیں۔"

"تب تو یہ کیس بہت آسان ثابت ہوا۔"

"انشاء اللہ! لیکن اگر آسانی سے نہ بھی پکڑ سکے تو محنت کر کے پکڑ لیں گے ... کیونکہ محنت سے ڈرنے والے اے آساں نہیں ہم۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

آخر وہ کمرے سے نکل آئے ... گھر کے افراد سر جھکائے کھڑے نظر آئے:

"آپ لوگ ایک جگہ بیٹھ جائیں ... لاش آپ کو دو گھنٹے سے پہلے نہیں ملے گی ... لہٰذا اس دوران ہم کچھ کام کر لیتے ہیں ... اگرچہ ان حالات میں آپ حضرات سے سوالات کرنا بہت ناگوار ہے ... یعنی آپ کو یہ بہت ناگوار گزرے گا ... لیکن کیا کیا جائے ... مجبوری ہے... جو کام ہو جائے ... اچھا ہے ... اور یہ تو بہرحال آپ بھی چاہیں گے

کہ مجرم گرفتار ہو جائے۔"

"بھلا ہم کیوں نہ چاہیں گے۔" ارشاد حاصل نے غمگین لہجے میں کہا۔

"آج صبح جب آپ لوگ بیدار ہوئے تو بیرونی دروازہ اندر سے بند تھا یا کھلا۔"

"عارف بھائی بتائیں گے ... کیونکہ صبح سب سے پہلے یہ اٹھتے ہیں..." ارشاد حاصل نے کہا۔

"جی عارف بھائی؟" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف دیکھا۔

"بیرونی دروازہ اندر سے بند تھا۔"

"تب تو بات صاف ہوگئی۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"جی کیا مطلب ... کیا صاف ہوگئی۔"

"یہ کہ قتل گھر کے کسی فرد نے کیا ہے ... قاتل باہر سے نہیں آیا۔"

"یہ ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" فریاد نے چلا کر کہا۔

"کیوں ... کیا میری بات غلط ہے۔"

"بالکل ... گھر کا کوئی فرد یہ کام نہیں کر سکتا ... ہم سب کو ان سے محبت تھی۔"

"تب پھر قاتل اندر کیسے آیا۔"

"یہ دیکھنا آپ کا کام ہے ... ہم نہیں جانتے، وہ اندر کیسے آیا... لیکن آپ کو یہ جائزہ لینا چاہیے ... ورنہ آپ تو ہمیں قاتل ثابت کر دیں گے۔" زوبی بیگم نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"آپ فکر نہ کریں ... ہم لوگ بلاوجہ کسی کو قاتل ثابت کرنے کے عادی نہیں ... جو کام کریں گے ... اسے ثابت کریں گے ... مجرم اپنے منہ سے اقرار کرے گا کہ ہاں میں نے یہ کام کیا ہے ... لہٰذا آپ مطمئن رہیں اور غصے میں نہ آئیں۔ غصے میں آنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا۔"

"آپ یہ بھی تو دیکھیں ... ہم کس کیفیت سے دوچار ہیں۔"

"مجھے احساس ہے ... پوری طرح احساس ہے ... لیکن ہم بھی تو آپ ہی کے لیے یہاں آئے ہیں، آپ یہ بھی تو دیکھیں۔"

"اچھی بات ہے ... اب ہم غصے میں نہیں آئیں گے۔"

"اب دیکھیے ... آج صبح جب عارف میاں بیدار ہوئے تو انہوں نے دروازہ اندر سے بند پایا۔ اب اگر یہ کام آپ میں سے کسی کا نہیں ہے تو کیا سب سے بڑا سوال یہ نہیں ہے کہ قاتل اندر کیسے آیا۔"

”جی ہاں! یہ تو ہے۔“

”خیر... ہم اس بات کا جائزہ بھی لے لیں گے کہ قاتل امداد حاصل کے کمرے میں داخل کیسے ہوا... عارف بھائی... ان کا معمول کیا تھا... وہ اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرکے سوتے تھے یا کھلا رکھ کر۔“

”جی وہ ہمیشہ دروازہ اندر سے بند کرکے سوتے تھے... یہاں تک کہ گرمیوں کے دنوں میں بھی... کیونکہ ان کے کمرے میں اے سی موجود ہے۔“

”بالکل ٹھیک... اب اگر کمرے کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا... تو قاتل اندر کیسے آیا۔ کمرے میں ایک کھڑکی بھی موجود ہے... اس میں سلاخیں نہیں ہیں... تو کیا وہ اس کھڑکی کے ذریعے اندر آیا اور کھڑکی اندر سے بند نہیں تھی... لیکن کیوں... اگر امداد صاحب دروازہ اندر سے بند کرکے سوتے ہیں تو پھر کھڑکی بھی ضرور بند کرتے ہوں گے... عارف میاں آپ بتائیں۔“

”جی ہاں... کیوں نہیں... وہ کھڑکی بھی بند کرکے سوتے تھے۔“

”تب پھر... قاتل اندر کیسے داخل ہوا... اس کمرے میں اندر

داخل ہونے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے... ایک دروازہ ہے اور ایک کھڑکی...“

”جی ہاں! یہی بات ہے۔“

”تب تو پھر بات عجیب ہوگئی... اور صبح دروازہ کھلا ملا ہے... اور وہ مردہ پڑے تھے... دروازہ اگر اندر سے بند ملتا... تو یہ کہا جاتا کہ انہوں نے خودکشی کی ہے... اس صورت میں خنجر بھی لاش میں پیوست ملتا... یا وہیں کہیں گرا پڑا ہوتا... مطلب یہ کہ کیس الجھ گیا ہے... آپ لوگوں میں سے کوئی اس سلسلے میں کوئی خیال پیش کرسکتا ہے۔“

وہ لگے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے... آخر ارشاد حاصل نے کہا:

”ہماری تو عقلیں دنگ ہیں۔“

”آپ ٹھیک کہتے ہیں... اچھا یہ بتائیں... رات گھر میں باہر کا کوئی شخص تو نہیں آیا ہوا تھا۔“

”جی نہیں... یہاں کوئی نہیں آیا ہوا تھا... بس ہم گھر کے افراد ہی تھے۔“

”اچھی بات ہے... میں آپ کو دو چیزیں دکھاتا ہوں۔“

یہ کہہ کر انہوں نے وہ کاغذ کھولا ... اس میں جیبی کنگھا اور چیپ سٹک رکھے گئے تھے:

"ارے! یہ... یہ کیا۔" ارشاد حاصل اور فریاد حاصل چلا اٹھے۔

"کیوں ... کیا بات ہے۔"

"یہ... یہ کنگھا میرا ہے۔" ارشاد حاصل نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اور یہ ... یہ چیپ سٹک میری ہے۔" فریاد نے بھی فوراً کہا۔

"اور یہ آپ کو کہاں سے ملیں۔" ارشاد چلایا۔

انہوں نے دونوں کی طرف دیکھا ... ان کے رنگ بری طرح اڑ گئے تھے۔ خود ان دونوں کی بیگمات اور اشنہ کا رنگ بھی فق ہو گیا تھا ... عارف بھائی پھٹی پھٹی آنکھوں سے ان دونوں چیزوں کو دیکھ رہے تھے... پھر کمرے میں ایک سرسراتی آواز ابھری:

"نہیں نہیں ... یہ ... یہ ہمارے خلاف سازش ہے... جال ہے... منصوبہ ہے ... کسی نے ہمیں پھنسانے کی کوشش کی ہے۔"

"یہی تو مشکل ہے ... کمرے کا دروازہ تو رات کے وقت امداد حاصل بند کر دیتے تھے ... اور کھڑکی بھی... پھر یہ دونوں چیزیں لاش کے پاس کیوں پڑی پائی گئی ہیں ... یہ دونوں چیزیں تو آپ کی

ہیں ... آپ کو کیوں معلوم نہیں کہ یہ آپ کے پاس کیوں نہیں ہیں۔"

"ہم... ہم کچھ نہیں جانتے... ہمارے خیال میں تو ان دونوں چیزوں کو ہماری جیبوں میں ہونا چاہیے تھا ... کہیں یہ ان سے ملتی جلتی دوسری چیزیں تو نہیں ہیں۔" فریاد حاصل نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا ... اور پھر دونوں جلدی جلدی اپنی جیبیں ٹٹولنے لگے ... لیکن ان کی جیبوں میں کنگھا اور وہ چیپ سٹک نہیں نکلے۔

"ن نہیں ... نہیں۔" وہ ہکلائے۔

"مطلب یہ کہ آپ کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے کہ یہ دونوں چیزیں کمرے میں کیسے پہنچ گئیں۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے۔"

"معاملہ ہر لمحے الجھتا جا رہا ہے ... ہم ایک بار پھر اس کمرے کا جائزہ لیتے ہیں ... شاید ہم کسی نتیجے پر پہنچ جائیں... لیکن اس سے پہلے ایک بات اور بھی۔" انسپکٹر جمشید یہ کہہ کر رک گئے۔

"ایک بات اور بھی ... کیا مطلب؟"

"اس کنگھے کو دیکھیے ... مسٹر ارشاد ... آپ کا ہے یہ کنگھا۔"

"جی ... جی ہاں۔"

"آپ اسے غور سے دیکھیے ... لیکن صرف دیکھیے گا... ہاتھ نہ

لگائیے گا۔"

ارشاد حاصل لگے اس کنگھے کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے، آخر انہوں نے کہا:

"مجھے تو کوئی بات نظر نہیں آ رہی۔"

"مسٹر فریاد... آپ دیکھیں۔"

"دیکھ چکا ہوں، ارشاد بھائی کے ساتھ... کنگھا ہی ہے، یہ اور کچھ نہیں۔" انہوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"عارف بھائی... آپ دیکھیں۔"

"میں بھی دیکھ چکا ہوں... آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔"

"بیگم ارشاد اور بیگم فریاد... اور اشنہ صاحبہ... آپ تینوں بھی کنگھے کا جائزہ لے لیں۔"

"جی لے چکے ہیں... نہ جانے آپ ہمیں کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"ایک عجیب ترین چیز... بلکہ ایک عجیب ترین بات۔" انہوں نے پراسرار انداز میں کہا۔

"تب پھر آپ ہی دکھائیں ہمیں... ہمیں تو کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔"

"اوکے... میں دکھا دیتا ہوں... میرا کیا جاتا ہے... یہ

دیکھیے... یہ کیا ہے... اس کنگھے میں۔"

وہ سب کنگھے پر ایک ساتھ جھک گئے... آخر ارشاد حاصل کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا:

"ارے... یہ... یہ کیا؟"

☆☆☆☆☆

کنگھے میں بال

ارشاد حاصل کی حیرت زدہ آواز سن کر باقی لوگ حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے ... ادھر انہوں نے کہا:

"یہ... یہ ایک بال ہے ... کنگھی میں لگا بال۔"

"بالکل ٹھیک ہے ... اسی کی طرف میرا اشارہ تھا ..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"آپ... کیا کہنا چاہتے ہیں۔" ارشاد حاصل نے حیران ہو کر پوچھا۔

"پہلے تو آپ بتائیں نا... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"یہ بال میرا نہیں۔"

"ہاں! یہی بات ہے ... کنگھا آپ کا ضرور ہے ... لیکن اس میں لگا ہوا بال آپ کا نہیں ... ویسے آپ یہ بتائیں ... کیا آپ کو پتا

نہیں چلا، آپ کا کنگھا غائب ہے۔"

"نہیں ... ایک چھوٹے سے عام سے کنگھے کی کیا اہمیت تھی ... جب مجھے یہ جیب میں نہیں ملا تو میں نے اپنی دراز میں سے دوسرا نکال لیا ..."

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ... ایک عام سی چیز کے سلسلے میں آدمی یہی کرتا ہے، لیکن یہ بال ہمارے بہت کام آئے گا ... لیکن ..." انسپکٹر جمشید یہ کہتے ہوئے مسکرائے۔

"لیکن کیا۔"

"اس پر ہمیں ابھی کام کرنا ہے ..." یہ کہہ کر انہوں نے دونوں چیزیں پھر کاغذ میں لپیٹ لیں۔

"آئیں بھئی ... ذرا امداد حاصل کا کمرہ دیکھ لیں اور اس بات کا جائزہ لے لیں کہ کوئی کس طرح اندر داخل ہوا ہوگا۔"

"مجھے تو اس کھڑکی کا معاملہ گڑبڑ لگتا ہے ... یا پھر رات دروازہ ہی کسی طرح کھلا رہ گیا۔" فرزانہ نے سوچ میں گم انداز میں کہا۔

"ایک صورت اور بھی ہے۔" محمود کی آواز سنائی دی۔

وہ اس کی طرف مڑے:

"اور وہ کیا؟" کئی آوازیں ابھریں۔

"اس معاملے میں گھر کے کسی آدمی نے قاتل کی مدد کی ہو ... اس کے لیے بیرونی دروازہ کھولا ہو... اور جب قاتل نے اپنا کام کر لیا تو اس کے جانے کے بعد اس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا ہو۔" محمود کہتا چلا گیا۔

"حد ہو گئی ... ارے بھائی ... مان لیا ... اس طرح کسی کو اندر داخل کر لیا گیا ... لیکن وہ امداد صاحب کے کمرے میں کیسے داخل ہوا... سوال تو یہ ہے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ اب ہم جاننے کی کوشش کر تو رہے ہیں۔" فرزانہ مسکرائی۔

"لگتا ہے ... آج ہم سب کی عقلیں جواب دے دیں گی۔" محمود نے بوکھلا کر کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" پروفیسر داؤد نے انہیں گھورا۔

اب وہ کمرے میں داخل ہوئے ... دروازے کو دیکھا... اس میں چابی والا تالا نصب تھا، گویا سوتے وقت امداد حاصل اس میں چابی گھما دیتے تھے... لیکن وہ باہر سے کھولا جا سکتا تھا ... چابی کا ہونا ضروری تھا...اور چابی دوسری بنوا لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا... بلکہ گھر میں ایسی بھی ایک سے زائد چابیاں رہی ہوں گی ...یہ بات معلوم کرنے کے

لیے انہوں نے کمرے سے باہر قدم رکھا اور ان سے پوچھا:

"اس تالے کی دوسری چابیاں کس کے پاس ہوتی ہیں۔"

"تینوں چابیاں ابا جی اپنے پاس ہی رکھتے تھے ... میز کی دراز میں ہوں گی۔"

انہوں نے میز کی دراز کھولی ...اندر واقعی دوسری چابیاں موجود تھیں... اس کا مطلب تھا کہ چابیاں بھی جگہ پر تھیں پھر بھی کوئی اندر داخل ہو گیا، چابیوں کے ساتھ ہی ایک اور چیز بھی موجود تھی اور اسے دیکھ کر انسپکٹر جمشید چونک اٹھے:

"یہ شیشی کیسی ہے۔"

اب ارشاد حاصل اندر آ گئے... شیشی کو دیکھ کر انہوں نے کہا:

"ابا جی کو رات کو نیند نہیں آتی تھی ... ان کے ڈاکٹر نے انہیں یہ گولیاں لکھ دی تھیں۔ وہ سونے سے پہلے اس میں سے ایک گولی لے لیتے تھے... نیند نہ آنے کی صورت میں دوسری بھی لے لیتے تھے... ڈاکٹر نے دو سے زیادہ لینے سے منع کر رکھا تھا۔"

"لیکن ..." انسپکٹر جمشید نے پرزور انداز میں کہا۔

"یہ شیشی خالی ہے۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے... چلانے والوں میں

عارف بھائی بھی تھا۔

"کیا بات ہے... خیر تو ہے۔"

"اس... اس شیشی میں دس گولیاں ہوتی ہیں... انہوں نے یہ شیشی ابھی کل ہی شروع کی تھی... خود میں نے ہی انہیں لا کر دی تھی..."

"کہاں سے لا کر دی تھی۔"

"اپنے کمرے سے... بازار سے میں اکٹھی ہی لے آتا ہوں... ہم لوگ شہر سے باہر ہیں... بار بار جانے سے بچنے کے لیے کئی شیشیاں لے آتا ہوں... یہ شیشی انہیں کل ہی دی گئی تھی... اور اس میں دس گولیاں ہوتی ہیں۔"

"اگر انہوں نے کل رات دو گولیاں کھائی تھیں... اور دو آج رات کھائی تھیں تو شیشی میں اب بھی چھ گولیاں ہونی چاہیں تھیں... لیکن اس میں ایک بھی نہیں ہے... اور وہ اکٹھی آٹھ گولیاں بھلا کیسے کھا سکتے تھے... ڈاکٹر نے تو انہیں دو سے زیادہ گولیاں کھانے سے روکا ہوا تھا۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے..." عارف بھائی نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

"تب پھر... باقی گولیاں کہاں گئیں۔"

"م... مجھے نہیں معلوم۔"

"ہم آپ کا کمرہ دیکھنا چاہتے ہیں... آپ ہمارے ساتھ چل کر ہمیں باقی شیشیاں دکھائیں۔"

"آئیے۔" اس نے پریشانی اور الجھن کے عالم میں کہا۔

وہ اسی وقت اس کے ساتھ اس کے کمرے میں پہنچے۔ اس نے الماری کا تالا کھولا... انہوں نے دیکھا... الماری میں واقعی اس جیسی پانچ شیشیاں موجود تھیں۔

انہوں نے ان پانچوں کا جائزہ لیا... ہر ایک میں دس دس گولیاں موجود تھیں:

"ٹھیک ہے... اب آپ بتائیں... اس شیشی کی چھ گولیاں کہاں گئیں۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"اچھی بات ہے... آئیے، وہیں چلتے ہیں۔"

ایک بار پھر وہ امداد حاصل کے کمرے کے پاس پہنچ گئے... انہوں نے ارشاد حاصل سے کہا:

"ان کے ڈاکٹر کا نمبر ملائیے... میں ان سے بات کرنا چاہتا

ہوں ... ابھی انہیں توان کی موت کے بارے میں نہیں بتایا گیا۔“

”جی نہیں ...“

”اچھی بات ہے ... ملائیں نمبر۔“

انہوں نے نمبر ملائے ... اور ڈاکٹر کو بتایا کہ انسپکٹر جمشید ان سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ... پھر انہوں نے موبائل انہیں دے دیا:

”السلام علیکم ڈاکٹر صاحب۔“

”وعلیکم السلام۔“ ادھر سے ڈاکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

”آپ نے جو امداد حاصل صاحب کو نیند کی گولیاں لکھی ہیں... وہ زیادہ سے زیادہ دو لی جا سکتی ہیں ... یہی بات ہے نا۔“

”جی ہاں ! بالکل۔“

”اگر کوئی دو سے زیادہ لے لے ...“

”تو یہ خطرناک ثابت ہوں گی ... دو کی بجائے تین لے لی جائیں تو نیند بے ہوشی میں تبدیل ہو جائے گی۔“

”اور اگر چار لے لی جائیں۔“

”تب تو اس کا اثر دور کیے بغیر انہیں جگایا نہیں جا سکے گا۔“

”اور ... اور اگر پانچ لے لی جائیں۔“

”اس صورت میں موت واقع ہونے کا خطرہ ہے ... چھ کھا لی

جائیں تو یقیناً موت واقع ہو جائے گی ... لیکن بات کیا ہے ... آپ اس قدر تفصیل میں کیوں پوچھ رہے ہیں۔“

”آپ کے مریض امداد حاصل صاحب ... اب اس دنیا میں نہیں رہے ... انہیں کسی نے قتل کر دیا ہے۔“

”کیا !!!“ ڈاکٹر چلا اٹھے ... پھر انہوں نے گھبرا کر کہا۔

”آپ... آپ وہیں ٹھہریئے گا ... میں آ رہا ہوں۔“

”جی... جی اچھا۔“ اس بار انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔ پتا نہیں ڈاکٹر صاحب ... ان سے کیا کہنا چاہتے تھے کہ خود آ رہے تھے اور فون پر نہیں بتا رہے تھے۔

”ڈاکٹر صاحب خود آ رہے ہیں ... غالباً وہ کوئی خاص بات بتانا چاہتے ہیں۔“

آخر ایک گاڑی وہاں آ کر رکی ... اس سے ایک ڈاکٹر اترے ... جلد ہی عارف بھائی انہیں اندر لے آئے ... انہوں نے انسپکٹر جمشید سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا:

”آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی... گولیوں کے معاملے نے پریشان کر دیا۔ اس لیے خود چلا آیا... کیا امداد صاحب نے زیادہ گولیاں کھا لیں تھیں۔“

"چھ گولیاں غائب ہیں ... یہ ہمیں معلوم نہیں کہ انہوں نے کتنی گولیاں کھائی تھیں... جب کہ آپ نے انہیں دو سے زیادہ کھانے سے منع کیا تھا۔"

"ایک آدمی نے فون کیا تھا ... وہ ان گولیوں کے بارے میں بالکل ایسی ہی باتیں پوچھ رہا تھا۔"

"اوہو اچھا۔" مارے حیرت کے انہوں نے کہا۔

"جی ہاں... لیکن میں نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا..."

"یہ سن کر حیرت ہوئی ... بھلا وہ شخص کیا پوچھ رہا تھا۔"

"یہی کہ اگر گولیاں تین، چار پانچ کھالی جائیں تو کوئی خطرہ تو نہیں... میں نے اس سے کہا تھا، میں فون پر ایسی باتیں کسی ایسے شخص کو نہیں بتا سکتا جو میرا مریض نہیں ... آپ کلینک آجائیں ... مشورہ فیس ادا کریں ... اس طرح آپ کے نام کا اندراج رجسٹر میں ہو جائے ... تب میں آپ کو اس قسم کی باتیں بتا سکوں گا ... کیونکہ یہ عام باتیں نہیں ہیں ... بہت خطرناک باتیں ہیں ... میرے یہ الفاظ سنتے ہی اس نے فون بند کر دیا۔"

"آپ نے اس سے اس کا نام پوچھا تھا۔"

"جی ... جی نہیں۔" ڈاکٹر نے کہا۔

"آپ کا نام کیا ہے اور کلینک کا پتا بھی نوٹ کرا دیں۔"

"جی اچھا ... میرا نام ڈاکٹر اظہر صبوری ہے ... پتا ہے ... میلان روڈ۔"

محمود نے نام نمبر اور پتا نوٹ کر لیا:

"شاید ہمیں پھر بھی آپ سے بات کرنے کی ضرورت پیش آئے۔"

"بندہ حاضر ہے ..." اس نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ہے... آپ تشریف لے جا سکتے ہیں۔"

"میں ارشاد صاحب اور فریاد صاحب کے پاس چند منٹ بیٹھوں گا۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں۔"

وہ اٹھ گیا ... اب انہوں نے سب انسپکٹر اکرام کے نمبر ڈائل کیے...اس کی آواز سنتے ہی انہوں نے کہا:

"پوسٹ مارٹم کب تک ہو جائے گا۔"

"جی ... ایک گھنٹا تو لگ جائے گا... شروع ہو چکا ہے۔"

"اچھی بات ہے ... جونہی رپورٹ ملے ... فون کر دینا ... اور ڈاکٹر حضرات سے کہہ دو کہ معدے کی رپورٹ بہت ضروری ہے۔"

"جی اچھا۔"

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑے:

"ہم ابھی تک یہ معلوم نہیں کر سکے کہ قاتل مقتول کے کمرے میں کیسے داخل ہوا ... آؤ ذرا اس کھڑکی کو دیکھ لیں۔"

وہ کھڑکی کے نزدیک آ گئے ... کھینچ تان کر اور زور لگا کر اس کا جائزہ لیا ... اس کا دروازہ مضبوط تھا ... پھر اکھڑا ہوا تو تھا نہیں کہ کہا جاسکتا ... قاتل کھڑکی توڑ کر اندر آیا ہوگا:

"کیا خیال ہے ... اس کھڑکی سے کوئی کام تو نہیں لیا گیا۔"

"یہ ہو تو سکتا ہے۔" فرزانہ نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"خیر ... میں اس پر اور زور لگاتا ہوں۔"

اب انہوں نے کھڑکی کو باہر کی طرف دھکیلا اور خوب زور لگایا... لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی:

"تم سب باری باری ... اسے دیکھو ... مجھے لگتا ہے ... اس جرم کا کھڑکی سے ضرور کوئی تعلق ہے۔" انہوں نے بڑا سا منہ بنایا۔

اب وہ لگے اس کے ایک ایک انچ کو دیکھنے ... باری باری انہوں نے کوشش کر لی ... سب سے آخر میں فاروق کی باری آئی ...

ابھی اس نے کھڑکی کو ہاتھ لگایا ہی تھا کہ ان سب کے منہ سے چیخ کے انداز میں نکلا:

"ارے! یہ کیا!!!"

موت کا وقت

ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھٹی کی پھٹی اور منہ کھلے کے کھلے رہ گئے ... کھڑکی کا فریم کسی دروازے کی طرح باہر کی طرف نکل گیا تھا ... اور اب باہر سے کسی بچے کا بھی اندر آ جانا نہایت آسان تھا... دوسری طرف باغ تھا ... اور اس میں درخت بھی تھے اور پودے بھی اور گھنی گھاس بھی اور اس طرف سے آنے والے کے پیروں کے نشانات بھی وہ حاصل کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھے:

"یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"یہ فریم پہلے ہی اس کام کے لیے تیار کروا لیا گیا تھا ... یعنی اسے اس طرح فٹ کیا گیا تھا کہ ضرورت کے وقت اسے کھولا جائے سکے ... فاروق تم نے کیا کیا تھا۔"

"مم ... میں نے ..."

"ہاں ... یہ فریم تو تم نے ہی کھولا ہے۔"

"میں نے تو بس فریم میں لگا یہ نشان دبایا تھا ... آپ بھی دیکھ لیں، نشان کوئی خاص نہیں ہے ... ایسا لگتا ہے جیسے پینٹ کرنے والے سے اس جگہ پینٹ ذرا زیادہ لگ گیا ہے ...بلکہ زیادہ پینٹ لگ جانے کی وجہ سے تھوڑا سا ابھار بھی محسوس ہو رہا ہے ... میں نے تو بس بے خیالی میں اس جگہ پر دباؤ ڈال دیا تھا ... مم... معافی چاہتا ہوں ۔"

"اور سنیں ... حضرت معافی مانگ رہے ہیں... ارے بھائی... تمہارے اس جگہ دباؤ ڈالنے سے تو کام بن گیا ... ورنہ ہم تو ٹکریں مارتے رہتے ۔" محمود مسکرایا۔

"تو پھر اللہ کا شکر ادا کرو۔" فاروق مسکرایا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے... یا اللہ تیرا شکر ہے ۔" فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

"اس کا مطلب ہے ... قاتل اس طرح کھڑکی کھول کر اندر ... مم... مگر نہیں ... اس طرح تو کھڑکی اندر سے کھلی ہے ..." انسپکٹر جمشید نے قدرے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"تو اسے بند کرکے باہر سے کھول کر دیکھ لیتے ہیں ... شاید اس طرف بھی ایسا ابھرا ہوا نشان موجود ہو ۔"

"ٹھیک ہے ... فاروق دوسری طرف پھلانگ جاؤ ۔"

"لیکن ابا جان! اس سے پہلے ہم فریم کا جائزہ کیوں نہ لے لیں ... کیونکہ کھڑکی کا اس رخ سے جائزہ نہیں لیا گیا تھا ...یعنی یہ تو ہمیں اب معلوم ہوا ہے کہ باہر سے کوئی کھڑکی پھلانگ کر اندر آیا تھا ۔"

"ٹھیک ہے ... تم اس سے کھڑکی نہ پھلانگو ... بلکہ گھر کے اندرونی دروازے سے نکل کر باغ میں جاؤ ... ہم کھڑکی بند کر رہے ہیں ۔"

"اچھی بات ہے ۔"

فاروق نے باہر کا رخ کیا ... ادھر انہوں نے کھڑکی کا فریم پہلے کی طرح کر دیا۔ جلد ہی دوسری طرف فاروق نظر آیا ...اس نے جائزہ لینے کے بعد کہا:

"اس طرف بھی ایسا ہی نشان موجود ہے ... لیکن یہاں کوئی نشان وغیرہ نہیں ہے ..."

"اچھی بات ہے ... اس نشان کو دبا دو ۔"

فاروق نے نشان کو دبایا تو فریم پھر باہر نکل گیا:

"بس ٹھیک ہے ... یہ بات ثابت ہوگئی کہ قاتل اس طرف سے ہی آیا تھا ... اندر آجاؤ ... بلکہ اب تم یہیں سے آجاؤ ۔"

فاروق کھڑکی پھلانگ کر اندر آگیا:

"قاتل نے بہت عرصے پہلے کھڑکی میں یہ میکنزم فٹ کرا لیا تھا... سوال یہ ہے کہ کیسے ... میرا خیال ہے ... اس سوال کا جواب ارشاد حاصل یا فریاد حاصل دے سکیں گے ... محمود ... ان دونوں حضرات کو بلا لو۔"

"جی اچھا۔"

محمود باہر نکل کر ان کے پاس گیا اور انہیں لے آیا... اس وقت تک وہ کھڑکی پھر بند کر چکے تھے:

"ہم نے ایک بات دریافت کی ہے۔"

"اوہو اچھا... وہ کیا۔"

"یہ دیکھیے ... کھڑکی... قاتل اس کے ذریعے اندر آیا تھا۔"

"لیکن یہ تو بند تھی۔" ارشاد حاصل نے برا سا منہ بنایا۔

"ابھی دکھاتے ہیں کہ کوئی بند کھڑکی سے اندر کیسے آیا تھا۔" یہ کہہ کر انہوں نے اس نشان کو دبا دیا ... فوراً ہی کھڑکی کا فریم باہر نکل گیا... ان دونوں کے منہ سے یک دم نکلا:

"ارے! یہ کیا۔"

دیکھیے ... اس نشان کو دبانے سے یہ فریم باہر نکل آیا... اور باغ سے کسی کا اندر آنا ذرا بھی مشکل نہیں رہتا..."

"یا اللہ رحم۔"

"اب آپ بتائیں ... یہ میکنزم کس نے بنوایا۔"

"بھلا ہم کیوں بنوانے لگے۔"

"اس کی ضرورت اس شخص کو تھی ... جو امداد حاصل صاحب کو قتل کرنا چاہتا تھا..."

"وہ ہمارے ابا جی تھے ... ہم انہیں کیوں قتل کرتے...انہوں نے ہمیں کبھی کوئی پریشانی نہیں دی... اپنی دولت کا منہ بند کر کے نہیں رکھا ... جو ہم نے چاہا، وہ انہوں نے دیا ... آپ کے بچے ان تمام حالات کا جائزہ لے چکے ہیں۔" ارشاد حاصل نے جلے بھنے لہجے میں کہا۔

"آپ کی باتیں بالکل ٹھیک ہیں ... لیکن مشکل یہ ہے کہ قتل ہو چکا ہے... آپ لاش کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں تو یہ کس نے کیا ہے ... آپ یہ بات معلوم کریں نا ... اور ثبوت پیش کریں۔" فریاد حاصل نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اسی کوشش میں ہیں ... ہمیں یہاں کسی سے کوئی دشمنی نہیں ہے ... جو مجرم ثابت ہوا ... اس کے گلے میں پھانسی کا پھندا ڈالیں گے۔"

"ٹھیک ہے ... ہم تو چاہتے ہیں، قاتل گرفتار ہو ..." ارشاد حاصل نے کہا۔

"یہ کوٹھی کب بنی تھی ... کس نے بنوائی تھی۔"

"ظاہر ہے... ہمارے ابا جی نے بنوائی تھی ... بلکہ سارا حاصل پور انہوں نے بنوایا تھا ... اس وقت تو ان کے والد حاصل جان بھی زندہ تھے۔ جب یہ بنوایا گیا ..." ارشاد حاصل نے فوراً کہا۔

"بالکل ٹھیک... ہم تو یہ جاننا چاہتے ہیں ... اس کھڑکی کے فریم میں یہ کاری گری، کب لڑائی گئی۔ کیا شروع سے یہ نظام اس میں رکھا گیا تھا یا بعد میں بنوایا گیا۔"

"مجھے معلوم نہیں ... بلکہ میرے بھائی فریاد کو بھی یہ بات معلوم نہیں ... ہمارے سامنے تو یہ معاملہ آیا ہی اب ہے۔"

"کیا کبھی آپ لوگوں نے مکان کو خالی بھی چھوڑا ہے ... میرا مطلب ہے، سیر وغیرہ کے سلسلے میں؟"

"ہاں کیوں نہیں ... ہم ہر سال گرمی کے موسم میں پہاڑی مقام پر ضرور جاتے ہیں۔ اور جاتے بھی ہیں ... پندرہ بیس یا اس سے بھی زیادہ دن کے لیے۔" فریاد حاصل نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اور اس دوران یہاں کون رہتا ہے ... میرا مطلب ہے ... کوئی رہتا ہے یا نہیں۔"

"ہم عارف بھائی کو یہیں چھوڑ جاتے ہیں۔"

"تب پھر مہربانی فرما کر آپ ذرا عارف بھائی کو بلا لیں ... ہم یہ بات ان سے بھی پوچھنا پسند کریں گے۔"

ارشاد حاصل نے گھنٹی کا بٹن دبا دیا ... تھوڑی دیر پہلے تو عارف یہیں سب لوگوں کے پاس موجود تھا ... شاید کسی کام سے چلا گیا تھا ... جلد ہی وہ آ گیا:

"عارف بھائی ... یہ حضرات کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"جی پوچھیے۔"

"جب یہ حضرات موسم گرما میں پہاڑی مقام پر جاتے ہیں... تو آپ کو یہاں چھوڑ جاتے ہیں... کیا یہ بات ٹھیک ہے۔"

"جی ہاں ... بالکل ٹھیک ہے ..." اس نے کہا۔

"آئیے ہم آپ کو بتاتے ہیں ... قاتل اندر کیسے داخل ہوا۔"

وہ اسے امداد حاصل کے کمرے میں لے آئے:

"آپ اس کھڑکی کو دیکھ رہے ہیں۔"

"جی... جی ہاں ... بالکل دیکھ رہا ہوں۔"

"فاروق ... ذرا انہیں کھڑکی کھول کر دکھانا۔"

"جی اچھا..."

فاروق نے اس نشان کو پھر دبایا ... ایک جھٹکے سے فریم باہر نکل

گیا:

"ارے!" عارف بھائی کے منہ سے نکلا... انسپکٹر جمشید اس کا بغور جائزہ لے رہے تھے... اور یہ جاننے کی کوشش میں تھے کہ اس کے چہرے پر سچی حیرت ظاہر ہوتی ہے یا مصنوعی۔

"یہ کام جس نے بھی کرایا ہے... صرف ان دنوں میں کرایا ہے، جب گھر کے لوگ پہاڑ پر گئے ہوئے تھے... لیکن ان دنوں میں آپ یہاں ہوتے ہیں... لہٰذا آپ بتائیں... اس فریم میں کاری گری آپ کے ہوتے ہوئے کس نے لڑائی ہے... اس کے لیے ظاہر ہے، کسی ماہر کاریگر کو بلایا گیا ہوگا... اس نے کچھ وقت لگا کر کھڑکی کو اس قابل بنایا ہوگا... اور یہ کام ایک دو منٹ کا نہیں ہوسکتا... اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں... کیونکہ امداد حاصل کے قتل کے لیے اس کھڑکی میں یہ نظام لگایا گیا ہے۔"

"میں آپ کی بات سمجھ رہا ہوں... اور آپ ظاہر ہے... میری بات پر یقین نہیں کریں گے، لیکن بات یہی ہے کہ مجھے معلوم نہیں... یہ کام کب اور کس نے کرایا۔"

"ہوں... ہم اس بات کا جائزہ لیں گے... لیکن اس وقت تک اس کیس میں سب سے زیادہ شک کی زد میں آپ ہی آتے ہیں

... دونوں خط آپ کی تحریر میں لکھے گئے ہیں... اس گھر میں جو کچھ بھی کوئی کرانا چاہے... آپ کی مرضی کے بغیر یا آپ کے علم میں لائے بغیر کوئی نہیں کرا سکتا، لہٰذا اس کھڑکی میں جو کچھ کرایا گیا، وہ بھی آپ کے ہوتے ہوئے ہی کرایا گیا... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"میں... میں... یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ کام میرا ہے تو امداد حاصل صاحب کو قتل کرنے سے میرا کیا مقصد ہوسکتا ہے... سب سے پہلے تو یہ دیکھنا چاہیے۔"

"ہم دیکھیں گے اور دیکھ رہے ہیں... ابھی ہمیں معلوم نہیں... اپنی جائیداد میں سے امداد حاصل صاحب نے آپ کے نام کتنی رقم کی وصیت کی ہے... ہوسکتا ہے... وہ کوئی بڑی رقم ہو اور آپ کو امداد صاحب نے بتایا ہو اور اس رقم کو فوری طور پر حاصل کرنے کے لیے آپ یہ کام کر گزرے ہوں۔"

"اس کا آسان حل تو پھر یہ ہے کہ آپ اس مکینک کو تلاش کرلیں... جس نے کھڑکی میں یہ نظام لگایا ہے... وہ بتا دے گا کہ اس سے کس نے یہ کام لیا ہے۔"

"اس قسم کے کام کرنے والے شہر میں نہ جانے کتنے کاریگر ہوں گے... پورے شہر میں اگر ایک آدمی ہوتا تو پھر ہم یہ کام کر سکتے تھے...

خیر... ہم بہت جلد معلوم کر لیں گے کہ یہ کام کس کا ہے۔"

" ویسے جناب! اس موقعے پر مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے۔" ارشاد حاصل بول اٹھے۔

" ضرور... کیوں نہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" اب یہ بات ثابت ہو گئی کہ اس جرم سے میرا یا فریاد کا کوئی تعلق نہیں۔"

" یہ بات کیسے ثابت ہو گئی بھلا؟" انہوں نے حیران ہو کر پوچھا۔

" اس کھڑکی کے اس نظام سے۔"

" نہیں جناب... ہوسکتا ہے... آپ میں سے کسی نے یہ نظام اس میں لگوایا ہو... خود کو شک سے بچانے کے لیے۔"

" حد ہوگئی۔" فریاد حاصل نے جھلا کر کہا۔

" دیکھیے... قاتل کھڑکی کے باہر سے ضرور آیا تھا، لیکن بیرونی دروازہ اندر سے بند تھا... آپ دونوں... بلکہ آپ چاروں کو یہ آسانی حاصل تھی کہ چپکے سے اٹھ کر اپنے کمرے سے نکل کر باغ میں جاتا اور کھڑکی کے ذریعے اندر آجاتا... پھر اپنا کام کر کے کھڑکی اسی طرح بند کرتا اور اپنے کمرے میں آجاتا... بیرونی دروازہ بھی اندر سے بند ملا

ہے... لہٰذا آپ بھی شک کی زد میں آتے ہیں... بلکہ بہت زیادہ آتے ہیں... کیونکہ آپ کا جیبی کنگھا اور فریاد صاحب کی چیپ سٹک دونوں لاش کے پاس سے ملے ہیں..."

"اور میرے کنگھے میں ایک ننھا سا بال بھی تو ملا ہے۔" ارشاد حاصل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

" بالکل... ملا ہے... ابھی ہم یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ وہ بال کس کا ہے... اندازہ یہی ہے کہ بال آپ کا ہی ہے۔"

"لاش کے پاس سے ملنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے جان بوجھ کر غائب کیا گیا تھا کہ اس موقع پر یہ یہاں گرایا جا سکے... ظاہر ہے قاتل خود اسی صورت میں بچے گا جب وہ کسی اور کو قاتل ثابت کرنے میں کامیاب ہو جائے اور یہی اس کا منصوبہ ہے۔"

" میں اس بات کو مانتا ہوں... یہ بات ہو سکتی ہے... لیکن آپ بھی قاتل ہو سکتے ہیں اور خود کو شک سے بچانے کے لیے آپ نے خود ہی کنگھا گرا دیا ہو۔"

" اور اپنے بھائی فریاد کی چیپ سٹک بھی؟" انہوں نے طنزیہ کہا۔

" یہ بات بھی ٹھیک ہے... یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ یہ قتل آپ دونوں نے مل کر کیا ہو... قتل کے وقت فریاد بھی ساتھ رہے ہوں۔"

"آپ تو بس ہمیں قاتل ثابت کرنے پر تل گئے ہیں۔" فریاد بھنا اٹھا۔

"یہ بات نہیں ... ہم لوگ کسی کو زبردستی قاتل یا مجرم ثابت کرنے کے عادی نہیں ... پہلے بھی کہہ چکے ہیں ... ہم پورے ثبوت پیش کرتے ہیں... یہاں تک کہ مجرم خود مان لیتا ہے کہ جرم اس نے کیا ہے ... بہرحال اس کیس میں ہمیں سب سے زیادہ شک عارف بھائی پر ہے ... کیونکہ یہ واردات کرنے کے لیے جو آسانی انہیں حاصل تھی ... اور کسی کو نہیں تھی ...انہیں بیرونی دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں تھی ... آپ لوگوں کے پہاڑ پر جانے کے بعد یہ اس کھڑکی میں وہ نظام لگوا سکتے تھے ... خیر... ابھی اس کیس میں کچھ اور لوگوں سے بھی تفتیش کرنے کی ضرورت ہے ... کیونکہ امداد حاصل صاحب کی موت کی صورت میں ان لوگوں کو بھی فائدہ پہنچے گا۔"

"آپ کا مطلب ہے تیفور حاصل ... الطاف سلمہ اور عارف ... جو ملک سے باہر ہیں۔ ان کے گھر کے لوگ؟"

"جی ہاں! بلکہ ایک اور شخص بھی ہے ... نوازش سلیم۔"

"کیا !!!" زولی بہت زور سے چلائی ... اس کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا۔ پھر اس نے کانپتی آواز میں کہا:

"آپ... آپ میرے بھائی پر شک کر رہے ہیں ... بھلا اس کا اس قتل سے کیونکر تعلق ہوسکتا ہے ... نن ... نہیں۔"

"شک تو ہم آپ پر اور ارشاد صاحب کی بیگم راشفہ صاحبہ پر بھی کر رہے ہیں ... ارشاد صاحب اور فریاد صاحب پر بھی کر رہے ہیں ... اس کیس میں مزے دار بات تو یہی ہے کہ سب کے سب شک کی زد میں آتے ہیں ... کوئی کم، کوئی زیادہ ... لیکن جو اس وقت کم زد میں ہے ... کچھ دیر بعد وہ زیادہ زد میں آ سکتا ہے ... لہٰذا ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ تیفور حاصل اور امداد حاصل کی بیٹیاں نظر نہیں آ رہیں ... کیا یہ لوگ نہیں آئے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"ساتھ والے کمرے میں موجود ہیں ... آپ لوگوں کی آمد سے پہلے ہی اس کمرے میں چلے گئے تھے۔"

"اوہ اچھا! ہمیں ان سے بھی تو سوالات کرتے ہیں۔"

"دستک دے کر اندر چلے جائیں۔"

اب انہوں نے دوسرے کمرے کے دروازے پر دستک دی... اندر سے فوراً کہا گیا:

"ہم تو بہت دیر سے آپ کا انتظار کر رہے ہیں ... بلکہ تھک گئے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ شاید آپ تمام تر وقت انہی لوگوں کو دے دیں

گے۔"

"ارے ارے ... ایسی بھی کیا بات ہے۔"

یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید اندر داخل ہو گئے ... وہ سب اندر موجود تھے ... تیفور حاصل، ایاز، صائمہ، زاہد اور تیفور کی والدہ:

"پہلی بات تو یہ کہ ہمیں اس سانحے پر بہت رنج ہے ... ہم آپ کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"بس رہنے دیں ... یہاں کون کسی کے غم میں برابر کا شریک ہوتا ہے ... یہ رسمی باتیں ہیں۔" تیفور کی والدہ نے کہا۔

"میرا اندازہ ہے کہ آپ تیفور کی والدہ ہیں... دراصل سارے گھرانے سے مجھے میرے بچوں نے غائبانہ تعارف کرایا ہے ... لیکن میں اندازے سے بتا سکتا ہوں کہ کون کون صاحب یا صاحبہ ہیں۔"

"ہوں ... آپ کا اندازہ درست ہے۔"

"آپ کا اس سانحے کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"یہ سب کیا دھرا انہیں دونوں کا ہے۔" تیفور کی والدہ نے نفرت سے ہونٹ سکوڑے۔

"آپ کا نام ہمیں معلوم نہیں ... بتا دیں تو آسانی رہے گی۔"

"میں ریحانہ ہوں... مجھے امداد حاصل ..."

"وہ مجھے معلوم ہے...تو آپ کے خیال میں یہ کام ان کے بیٹوں کا ہے۔"

"تو اور کن کا ہوسکتا ہے ... دیکھیے نا ... جائیداد کا بڑا حصہ تو ان دونوں کو ملے گا۔"

"جی نہیں ... بیٹیوں کو بھی ملے گا ... میرا مطلب ہے ... ایاز کی والدہ اور عرفان صاحب کی والدہ کو بھی ملے گا ... بلکہ سبھی کو ملے گا۔"

"زیادہ حصہ ان دونوں کو ملے گا۔"

"یہ معاملہ شرعی ہے ... اللہ تعالیٰ نے جو حصہ جس کا مقرر کر دیا ہے... وہ تو ملے گا... سوال تو یہاں یہ ہے کہ انہیں قتل کس نے کیا؟"

"ظاہر ہے ... ان دونوں نے ہی کیا ہے ..."

انہوں نے دونوں خواتین اور دونوں لڑکوں کا بغور جائزہ لیا... پھر تیفور کی والدہ کو دیکھا ... ایسے میں موبائل کی گھنٹی بجنے لگی ... انہوں نے دیکھا... فون اکرام کا تھا ...ریسیور کان سے لگاتے ہی اکرام کی آواز سنائی دی:

"سر! عجیب خبر ہے۔"

"تو پوسٹ مارٹم ہوگیا۔"

"جی ... جی ہاں ۔"

"خیر... رپورٹ نہ بتانا... ہم گھر آ کر تم سے بات کریں گے ۔"

"جی ... اچھا ۔" اکرام نے حیران ہو کر کہا ...اسے یہ بات سن کر بہت حیرت ہوئی تھی ۔ اس کا تو خیال تھا کہ وہ فوراً جاننا چاہیں گے کہ کیا رپورٹ ہے ... ان کی بات سن کر اس نے کہا :

"تو کیا آپ کو اندازہ ہے کہ رپورٹ کیا آئی ہو گی ۔" یہ الفاظ اس نے حیران ہو کر کہے ۔

"میرا خیال ہے کہ میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا ہوں ۔"

"جی اچھا ۔"

انہوں نے فون بند کر دیا ... اب تو وہ بہت زیادہ بے چینی محسوس کرنے لگے :

"اس میں شک نہیں کہ ان کے مقابلے میں آپ لوگوں پر مجرم ہونے کا شک بہت کم کیا جا سکتا ہے ... لیکن ... اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بات ہو ہی نہیں سکتی ... مطلب یہ کہ آپ لوگ بھی یہ جرم کر سکتے ہیں ... آپ کے پاس بھی وجہ موجود ہے ... یعنی ان کی جائیداد میں سے اپنا حصہ خود ہی وصول کرنا چاہتے ہوں گے آپ... اس لیے آپ لوگوں نے ان کے قتل کا منصوبہ بنایا ۔"

"کیا بات کرتے ہیں آپ ... یعنی کہ حد ہو گئی ۔"

"حد تو خیر واقعی ہو گئی ..."

"آپ کے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ کام ہمارا یا ہم میں سے کسی کا ہے ... جب کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم عورتیں ہیں اور یہ دونوں لڑکے اس قسم کے کام کے قابل نہیں ہو سکتے ۔" ریحانہ نے جلدی جلدی کہا ۔

"آپ ٹھیک کہتی ہیں ...واقعی ... یہ دونوں لڑکے اتنا خوف ناک کام نہیں کر سکتے ...اور آپ تینوں کے بارے میں بھی نہیں سوچا جا سکتا کہ آپ نے یہ کام کیا ہوگا... لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہ ایک بہت عجیب بات ہے... اور یہاں کچھ بھی ناممکن نہیں ... میرا مطلب ہے ... یہ بات ناممکن نہیں کہ آپ بھی یہ جرم کر سکتے تھے ۔" انسپکٹر جمشید جلدی جلدی کہہ گئے ۔

"آپ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے ... کوئی ثبوت پیش کریں ۔"

تیفور کی والدہ ریحانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا ۔

"ہم ثبوت بھی پیش کریں گے محترمہ... فی الحال آپ ان دونوں چیزوں کو دیکھ لیں ذرا ۔"

یہ کہہ کر انہوں نے کنگھے اور چیپ سٹک پر سے کاغذ ہٹا دیا ...

اب وہ سب اسے غور سے دیکھ رہے تھے:

"یہ ایک جیبی کنگھا ہے اور یہ ہے ایک عدد چیپ سٹک... ان سے ہمارا دور کا بھی تعلق نہیں ..." ریحانہ نے منہ بناتے ہوئے کہا۔

"بالکل ٹھیک ... یہ کنگھا اور یہ چیپ سٹک لاش کے پاس سے ملے ہیں۔"

"اوہ۔" مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

"اور یہ کنگھا ہے ارشاد حاصل کا، جب کہ چیپ سٹک ہے فریاد کی۔"

"دیکھا آپ نے ... میں تو پہلے کہہ چکی ہوں ... کہ یہ کام انہی لوگوں کا ہے۔"

"دیکھیے ... آپ کا کام ہے ... صرف سوالات کے جوابات دینا ... باقی کام ہمارا ہے۔"

"اچھی بات ہے ... فرمائیں۔"

"جب ارشاد حاصل اور فریاد حاصل موسم گرما میں پہاڑ پر جاتے ہیں تو آپ لوگ بھی ان کے ساتھ جاتے ہیں۔"

"نہیں ... ہماری اور ان لوگوں کو نہیں بنتی ... جہاں وہ جاتے ہیں یا جانے کا پروگرام بناتے ہیں ... ہم وہاں جانے کا پروگرام ہرگز

نہیں بناتے۔"

"اچھی بات ہے ... تب تو پھر یہ کام آپ لوگوں کا ہو سکتا ہے۔"

"کیا مطلب ... یعنی قتل والد کا ... توبہ توبہ ... کیا بات کرتے ہیں ... ہم عورتیں ہیں اور یہ ہمارے بچے ہیں ... ہم دو عدد عورتوں کے خاوند ملک سے باہر رہتے ہیں۔"

"یہ کوئی بات نہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب ..."

"کسی وقت بھی کوئی ملک میں آسکتا ہے ... اور اپنا کام کر کے پھر واپس جا سکتا ہے ... مطلب یہ کہ آپ کے خاوندوں میں سے کوئی یہ منصوبہ بنا سکتا ہے ... یہ سوچ کر کہ اس کے بارے میں تو خیال کر لیا جائے گا کہ وہ تو ملک سے باہر ہے ... یہ کام کر ہی نہیں سکتا۔"

"تب پھر آپ کو ملک میں آنے اور جانے والے لوگوں کا ریکارڈ چیک کرنا ہوگا۔"

"ہاں! یہ بات ہے ... ہم یہ کام کریں گے ... اور اگر ان کا آنا جانا ثابت ہوگیا تو سب سے زیادہ شک کی زد میں وہ آئیں گے کہ انہوں نے اپنے ملک میں آمد کو خفیہ کیوں رکھا۔"

"بالکل یہی بات ہے ... آپ ضرور چیک کریں۔" صائمہ نے بے فکری کے عالم میں کہا۔

"لیکن آپ اس کیس کو ایک اور رُخ سے کیوں نہیں لیتے۔" ریحانہ نے بُرا مان کر کہا۔

"وہ کون سا رخ ہے ... یہ آپ بتا دیں۔"

"کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ رشتے دار حضرات کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہ ہو ... اور یہ کام ہی کسی باہر کے آدمی کا ہو۔"

"اس بات کا امکان بہت کم ہے ... کیونکہ معاملہ کسی دشمنی کا نہیں ... یہ سیاسی نہیں ... صرف اور صرف دولت کا ہے ... امداد حاصل کی دولت بے تحاشہ ہے ... بس کوئی نا معلوم آدمی یہ چاہتا تھا کہ امداد حاصل اس دنیا سے رخصت ہو جائیں ... تاکہ اسے دولت جلد از جلد مل جائے۔"

"تب پھر آپ سن لیں ... ہم میں سے کسی کو یہ جلدی نہیں تھی۔" زاہدہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"آپ کے کہنے سے کیا ہوتا ہے ... ہو سکتا ہے، کسی کو بہت جلدی ہو۔"

"خیر ... میں اپنے بارے میں تو کہہ سکتی ہوں نا۔"

"ہاں! ضرور کیوں نہیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

پھر انسپکٹر جمشید نے اٹھتے ہوئے کہا:

"ابھی ہمیں ایک اور گھر بھی جانا ہے ... اس کے بعد تفتیش تقریباً مکمل حل ہو جائے گی، لہٰذا ہم چل دیے۔"

وہ وہاں سے نکل آئے ... جلد ہی وہ نوازش سلیم کے گھر کے دروازے کی گھنٹی بجا رہے تھے ... دروازہ خود اسی نے کھولا:

"آپ کو خبر تو مل گئی ہو گی۔"

"جی ہاں! بہت افسوس ہوا ... کسی ظالم نے بے چارے امداد حاصل کو مار ڈالا۔"

"آپ کے خیال میں یہ کام کس کا ہو سکتا ہے۔"

"ارشاد حاصل اور فریاد حاصل کا ... کیونکہ امداد حاصل کی زیادہ تر دولت تو انہی کے حصے میں آئے گی۔"

"کیوں بھئی ... بہنوں کا حصہ بھی تو ہوتا ہے ... چاہے نصف ہی ہوتا ہے، لیکن جب اتنی بڑی جائیداد تقسیم ہو گی ... تو انہیں بھی کوئی معمولی دولت تو نہیں ملے گی ... لہٰذا سبھی کے حصے میں کافی دولت آئے گی ... اس بنیاد پر ان میں سے ہر کوئی قاتل ہو سکتا ہے۔"

"آپ نے میرا خیال پوچھا ... میں نے بتا دیا۔" نوازش سلیم

نے منہ بنایا۔

"اور آپ بھی تو ... میرا مطلب ہے ... فائدے میں رہیں گے۔"

"وہ کیسے؟" نوازش سلیم نے جل کر کہا۔

"آپ کی بہن آخر امداد حاصل کے چھوٹے بیٹے فریاد حاصل کی بیوی ہے... فریاد حاصل کو ملنے والی دولت پر آپ کی بہن کا بھی کنٹرول ہوگا، اس طرح آپ بھی ان سے دولت لے سکتے ہیں ... لیکن اس سے زیادہ فائدہ اس صورت میں ہوگا کہ ارشاد اور فریاد ... کو قتل کے جرم میں سزا ہو جائے۔"

"نن... نہیں۔" نوازش سلیم چلا اٹھا۔

"کیوں... اس میں اس قدر غصے میں آنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"آپ مجھ پر الزام عائد کر رہے ہیں ... جب کہ اس معاملے سے میرا دور کا بھی تعلق نہیں ...اور آپ کے خیال میں اگر تعلق ہے تو آپ اس تعلق کو ثابت کریں۔"

"ہم اسی کوشش میں تو ہیں کہ قاتل کو گرفتار کرلیں ... ایک منٹ... مجھے ایک خیال آیا ہے ... پہلے ذرا میں اس بارے میں معلوم

کرلوں۔"

اور پھر انہوں نے اکرام کو فون کیا ... سلسلہ ملتے ہی انہوں نے کہا:

"اکرام... رپورٹ میں کیا وقت بتایا گیا ہے ... امداد حاصل کی موت کس وقت ہوئی؟"

"رات کو ٹھیک ساڑھے بارہ بجے۔"

"اوہ ...رات کو ساڑھے بارہ بجے۔"

"شکریہ اکرام ..." انہوں نے موبائل بند کیا اور نوازش سلیم کی طرف مڑے:

"آپ رات ساڑھے بارہ بجے کہاں تھے؟"

"کیا مطلب؟" اس نے خوف کے عالم میں کہا۔

اور ان سب کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں:

☆☆☆☆☆

اس کا دوست

اب تو ان کی نظریں اس پر جم کر رہ گئیں... ادھر اس کی زبان بالکل گنگ ہو کر رہ گئی۔ آنکھوں میں خوف ہی خوف تھا، آخر جب وہ کچھ نہ بولا تو انہوں نے کہا:

"آپ نے اب تک سوال کا جواب نہیں دیا... سوال کا جواب تو آپ کو دینا ہوگا۔"

"کیا سوال تھا آپ کا۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"حیرت ہے... آپ سوال بھی بھول گئے... تو پھر خوف کس بات کا محسوس کر رہے ہیں۔"

"آپ اس بات کو چھوڑیں... سوال بتائیں۔"

"میرا سوال تھا... آپ کل رات ساڑھے بارہ بجے کہاں تھے۔"

"میں رانا منیر انور کے ہاں تھا۔"

"یہ کون ہیں۔"

"میرے دوست... انہوں نے رات کے کھانے کی دعوت دی ہوئی تھی... بس کھانے کے بعد وہاں دیر لگ گئی... گپ شپ لگاتے رہے... جب میں وہاں سے چلا تو رات کے دو بج رہے تھے۔"

"ہوں... ان کا نمبر اور یہ بھی بتائیں... وہ کیا کام کرتے ہیں۔"

"وکیل ہیں۔"

"اوہ اچھا... ان کا نمبر بتائیں۔"

انہوں نے نمبر نوٹ کیا اور پھر ڈائل کر ڈالا:

"نوازش سلیم صاحب... آپ اب منہ سے کچھ نہ بولیے گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ ملتے ہی ایک کھردری سی آواز سنائی دی:

"جی فرمائیے۔"

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں... آپ رانا منیر انور ہیں؟"

"جی... جی ہاں... آپ نے کیا کہا... انسپکٹر جمشید۔" ادھر سے چونک کر پوچھا گیا۔

"جی ہاں... میرا نام یہی ہے... آپ سے پوچھنا ہے، آپ کل

رات کہاں تھے۔"

"کیا مطلب ... آپ ... یہ کیوں پوچھ رہے آپ۔"

" یہ ہم بعد میں بتائیں گے ... پہلے آپ سوال کا جواب دے دیں۔"

" میں اپنے گھر میں تھا۔"

" اور رات آپ کے ساتھ کون تھا۔"

" آخر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"آپ سوال کا جواب دیں ...وجہ ہم بعد میں بتائیں گے۔"

"رات میرے گھر پر میرے دوست نوازش سلیم ساتھ تھے ... ان کی میرے گھر میں دعوت تھی۔"

" اوہ اچھا ...ہم آپ سے ملنا چاہتے ہیں ... قتل کی ایک واردات ہوئی ہے ... اس میں آپ کے دوست پر بھی شبہ کیا جا رہا ہے۔"

" تو کیا واردات کل رات ہوئی ہے؟" رانا منیر انور نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے ... نوازش سلیم آپ کے ہاں کب آئے تھے ... اور کب گئے۔"

" رات دس بجے ہی آ گئے تھے ... لیکن واپسی میں انہیں دیر ہو گئی تھی ... غالباً دو تو بج ہی گئے تھے ...چند منٹ کم یا زیادہ ہو سکتے تھے... بہرحال پونے دو بجے تو وہ ضرور یہیں تھے۔"

"آپ اس وقت کہاں ہیں ... ہم اسی وقت آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔"

" آ جائیے ... میں اپنے دفتر میں ہوں...اور میرا دفتر شاہین روڈ پر ہے ...109 شاہین روڈ۔"

"ہم آ رہے ہیں ... پندرہ بیس منٹ کے اندر ... آپ کہیں جائیے گا نہیں۔" انہوں نے کہا۔

" آخر کیوں ... آپ مجھے پابند کیسے کر سکتے ہیں۔"

" میں پابند نہیں کر رہا ... احتیاطاً کہہ رہا ہوں کہ... کہیں ایسا نہ ہو... ہم آئیں اور آپ کہیں چلے جائیں ..."

"اچھی بات ہے ... میں یہیں موجود ہوں۔"

اور پھر وہ نوازش سلیم سے رخصت ہو کر رانا منیر انور کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں انہوں نے اکرام کو فون کیا:

" ہاں اکرام ... اب ذرا پوسٹ مارٹم کی رپورٹ وضاحت سے بیان کر دو ..."

جی اچھا۔'' اکرام نے کہا اور بتاتا چلا گیا ... پھر انہوں نے اکرام کو چند ہدایات دیں ... اور فون بند کر دیا۔

جلد ہی وہ رانا منیر انور کے دفتر پہنچ گئے ...وہ اپنی کرسی پر موجود تھے ...ان کے دائیں طرف ایک چھوٹی میز پر شاید ان کے نائب بیٹھے تھے...علیک سلیک کے بعد وہ کرسیوں پر ان کے سامنے بیٹھ گئے :

'' معاملہ قتل کا ہے ... نوازش سلیم کی ہمشیرہ کے سسر کو قتل کر دیا گیا ہے... آپ شاید انہیں جانتے ہوں گے۔''

'' میں نے آپ سے بات کرنے کے بعد نوازش سلیم کو فون کیا تھا... اس بات کی شکایت ان سے کی تھی کہ واردات کا علم ہوتے ہی انہوں نے مجھے فون کیوں نہ کیا ... بہرحال بات اب میرے علم میں ہے۔''

'' شکریہ ! آپ کا کہنا ہے کہ رات ان کی آپ کے ہاں دعوت تھی... اور وہ آپ کے ہاں رات دس بجے پہنچ گئے تھے اور دو بجے کے قریب ان کی واپسی ہوئی تھی ۔''

''جی ہاں! بالکل یہی بات ہے ۔''

'' تو کیا وہ رات دس بجے سے دو بجے تک یہیں رہے ... اس دوران تھوڑی بہت دیر کے لیے بھی کہیں نہیں گئے ۔''

'' جی نہیں ... وہ تمام وقت یہیں رہے ۔'' رانا منیر انور نے پورے اطمینان سے کہا۔

'' اور آپ دونوں اکیلے رہے یا آپ کے ساتھ کوئی اور بھی تھا۔''

''ہم دونوں ہی رہے ... کوئی اور ساتھ نہیں تھا ...اس لیے کہ دوست تو ہم دونوں ہیں ... میرے بچے تو ان کے دوست نہیں ...یوں بھی میرے بچے اتنی رات گئے تک جاگنے کے عادی نہیں۔ رہ گئیں میری بیوی ... وہ پردہ دار خاتون ہیں ۔''

'' شکریہ ہمیں بس یہی معلوم کرنا تھا ... ہمارا اطمینان ہو گیا ... تاہم آپ کا اپنے دوست کے بارے میں کیا خیال ہے ۔''

رانا منیر نے ان کی طرف ایک بھرپور نظر ڈالی ... میز پر پڑی پنسل اٹھائی اور اس کی نوک سے بالوں کو کھجلاتے ہوئے کہنے لگے:

'' میں کسی ایسے ویسے شخص کو کیوں دوست بنانے لگا ... نوازش سلیم ایک بہترین انسان ہیں ... اور میرے بہترین دوست ۔''

'' شکریہ... اب اجازت۔'' یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے ...انہوں نے مصافحہ کرنے کے لیے اپنا ہاتھ ان کی طرف بڑھا دیا ... رانا منیر نے بھی ہاتھ آگے کر دیا ... دونوں نے ہاتھ

ملایا...اس وقت انسپکٹر جمشید نے کہا:

"آپ سے مل کر خوشی ہوئی ... اس کیس کے سلسلے میں کوئی ضرورت پڑی تو ہم پھر بھی آپ سے ملیں گے۔"

"آپ کی انگوٹھی میں کوئی نوکیلا سرا ابھرا ہوا ہے ...وہ میری ہتھیلی میں چبھ گیا ہے۔" رانا منیر نے برا سا منہ بنایا۔

"انگوٹھی ... کیا کہہ رہے ہیں آپ ...یہ دیکھیے ... میری انگلی میں تو کوئی انگوٹھی نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"تو پھر کیا چیز چبھی ہے۔"

"کوئی چیز بھی نہیں چبھی ... آپ کو یونہی محسوس ہوا ہوگا۔"

"شش شاید۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"آیئے بھئی چلیں۔"

"چپراسی آپ کو بیرونی دروازے تک چھوڑ آتا ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔"

"کوئی حرج نہیں ...عاقل ... انہیں دروازے تک رخصت کر آؤ۔" اس نے آواز دی۔ فوراً ہی ایک دبلا پتلا ملازم ان کے نزدیک آ گیا اور دروازے تک لے آیا۔

"اوہو ... ہم نے وکیل صاحب کا گھر کا پتا تو پوچھا ہی نہیں ...

عاقل صاحب سے پوچھ لیتے ہیں۔"

"جی ضرور ...نوٹ کر لیجیے ... خاور بیگ کالونی ... کوٹھی نمبر B.19۔"

"شکریہ جناب۔"

اس سے ہاتھ ملا کر وہ گاڑی میں آ بیٹھے:

"کیا خیال ہے... ذرا وکیل صاحب کے گھر تک نہ ہو آئیں۔" انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی ... کیا آپ ان پر شک کر رہے ہیں۔"

"شک تو میں سب پر کر رہا ہوں ... کیونکہ ہر ایک قاتل ہو سکتا ہے۔"

"اگر وکیل صاحب سچ بول رہے ہیں ... تب تو نوازش سلیم مجرم نہیں ہوسکتا ... لیکن ہوسکتا ہے... وہ اپنے دوست کو بچانے کے لیے جھوٹ بول رہا ہو۔"

"اوہ۔"

انہوں نے گاڑی کوٹھی نمبرB.19 کے سامنے روک دی ... گھنٹی کے جواب میں ایک ملازم باہر آیا:

"رانا منیر انور صاحب یہیں رہتے ہیں۔"

"جی ہاں... لیکن وہ تو اس وقت دفتر میں ہوتے ہیں ... رات کو گیارہ بجے سے پہلے نہیں آتے۔"

"کل تو وہ دس بجے گھر پر تھے۔"

"نہیں... یہ کس نے کہہ دیا آپ سے ... وہ کل بھی ساڑھے گیارہ بجے ہی گھر آئے تھے۔"

"اوہ ہاں یاد آیا... کل تو ان کی ان کے دوست کے گھر دعوت تھی۔"

"دعوت... جی نہیں ... ان کی کل کسی دوست کے گھر دعوت نہیں تھی... ہاں انہوں نے اپنے دوست کی دعوت کی ہوئی تھی ... نوازش سلیم ان کے دوست ہیں ... وہ ضرور رات آئے ہوئے تھے۔"

"اوہو اچھا ... نوازش سلیم کب آئے تھے یہاں۔"

"لل... لیکن ... آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" اب ملازم نے حیران ہو کر کہا۔

"ایسے ہی۔"

"وہ رات ساڑھے گیارہ بجے آئے تھے...ساڑھے گیارہ بجے ہی رانا صاحب آئے تھے، گویا دونوں ایک وقت میں ہی گھر کے دروازے پر پہنچے تھے۔"

"بہت خوب! اور نوازش سلیم صاحب واپس کب گئے۔"

"بات کیا ہے ... آپ یہ اتنی بہت ساری باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"اس کی وجہ ہے ... آپ بتا دیں... تو مہربانی ہو گی ..."

"نہیں ... کوئی وجہ ہے جو آپ اس طرح پوچھ رہے ہیں... پہلے وجہ بتائیں، کہیں وہ مجھ پر نہ گرجیں برسیں۔"

"وجہ تو خیر ہے ... آپ بتائیں نہ بتائیں...ہم معلوم پھر بھی کر لیں گے، ہمارا تعلق پولیس سے ہے ... اب بتائیں ... نوازش سلیم یہاں سے کب واپس گئے تھے۔"

"رات کے دو بجے۔"

"اوہ اچھا ... آپ کا شکریہ...."

وہ لگے واپس مڑنے تو ملازم نے حیران ہو کر کہا:

"یہ کیا ... آپ واپس جا رہے ہیں ... گھر کے کسی فرد سے آپ ملے ہی نہیں تو پھر آئے کس لیے تھے۔"

"بس چند سوالات پوچھنے تھے ... ان کے جوابات آپ ہی سے معلوم ہو گئے ... اس لیے اب کیا کریں گے کسی اور سے مل کر۔"

"اچھی بات ہے۔" ملازم نے کہا مگر وہیں کھڑا رہا۔

پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"واپسی کا وقت تو ملازم نے بھی دو بجے بتایا ہے... لیکن آمد میں اختلاف پایا جاتا ہے... یعنی وکیل رانا منیر کا کہنا ہے کہ نوازش سلیم ان سے ملنے دس بجے رات کو آئے... ملازم کا کہنا ہے کہ ساڑھے گیارہ بجے آئے... اور یہ کہ وکیل صاحب دفتر سے آتے ہی گیارہ بجے کے بعد ہیں... آخر وکیل کو یہ جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی... جب کہ قتل کا وقت تو ساڑھے بارہ بجے ہے... اور نوازش سلیم اس وقت گھر میں تھا... وکیل کا بھی یہی کہنا ہے... گویا جب قتل ہوا... یہ دونوں گھر میں تھے... ملازم بھی یہی بیان دے رہا ہے... کیوں بھائی۔"

"یہ... یہ آپ نے کیا کہا... قتل... کس کا قتل..." مارے حیرت اور خوف کے ملازم کے منہ سے نکلا۔

"نوازش سلیم کی بہن کے سسر کو قتل کر دیا گیا ہے... شک نوازش سلیم پر کیا جا رہا ہے... وکیل صاحب کا بیان یہ ہے کہ ان کا دوست نوازش ان کے ساتھ ان کی کوٹھی پر موجود تھا... اگر یہ بات درست ہے، تب تو پھر نوازش سلیم قاتل نہیں ہوسکتا۔"

"یہ بات تو خیر ٹھیک ہے... کہ وہ رات مہمان تھے... انہوں نے کئی بار مجھے اندر بلایا بھی تھا... ایک بار سگریٹ منگوائے تھے... اس

وقت بھی دونوں اپنے کمرے میں تھے۔"

"سگریٹ... تو کیا رانا منیر صاحب سگریٹ پیتے ہیں۔"

"وہ تو نہیں پیتے... نوازش سلیم البتہ پیتے ہیں۔"

"اوہ اچھا... اس کے علاوہ بھی انہوں نے آپ سے کوئی چیز منگوائی تھی۔"

"جی ہاں... رس ملائی بھی منگوائی تھی... وہ کھانے کے بعد کھانا چاہتے تھے۔"

"اوہ ہاں یاد آیا... نوازش سلیم صاحب کی تو رات یہاں دعوت تھی۔"

"جی... جی ہاں... یہی بات ہے۔"

"اچھا بس... ہم چلتے ہیں۔"

"جی اچھا!"

وہ پھر گاڑی میں آ بیٹھے... اب انہوں نے گھر کا رخ کیا:

"اب ذرا گھر کی بھی ہوا کھا لیں۔"

"اور امی جان کی کھری کھری سن لیں..." فاروق مسکرایا۔

"ہاں! مجبوری ہے۔" انسپکٹر جمشید ہنس دیے۔

"اس کا مطلب ہے... نوازش سلیم تو پھر مجرم نہیں ہے...

کیونکہ وہ تو ساڑھے بارہ بجے یہاں تھا۔“ محمود نے پُرخیال انداز میں کہا۔

” ہاں یہی بات ہے ... لیکن ان کے بیانات میں یہ اختلاف بھی ہے کہ رانا منیر انور کا کہنا ہے کہ نوازش سلیم دس بجے ان کے گھر آ گئے تھے... جب کہ ملازم کا کہنا ہے کہ ساڑھے گیارہ بجے آئے تھے... یہ کیا بات ہوئی بھلا۔“

”ایک وکیل ملازم کے مقابلے میں ذمے دار آدمی ہے... لہٰذا وکیل کی بات پر اعتبار کیا جائے گا ...ملازم سے غلطی ہو سکتی ہے۔“ فرزانہ نے کہا۔

”ہاں! یہ بات تو ہے ... خیر ہم اس بات پر غور کر لیتے ہیں... قتل کا الزام بہرحال ہم نوازش سلیم پر نہیں لگا سکتے ... کیونکہ اس کے پاس ایک وکیل کی مضبوط گواہی ہے کہ وہ ان کے ساتھ ان کے گھر پر تھا ... دس بجے اور ساڑھے گیارہ بجے والی بات میں کیا گڑبڑ ہے ... یہ ہمیں دیکھنا ہو گا۔“

” ایک اور بات جو ابھی ذہن میں الجھن پیدا کر رہی ہے ... عارف بھائی کی وہ نوٹ بک ہے ... جس میں وہ اشعار لکھتا رہا ہے ... وہ اب تک نہیں مل سکی۔“

” اس کے سلسلے میں ہمیں کوشش کرنی ہو گی ... اور یہ کوشش تمام جگہوں پر ایک ہی وقت میں ہو گی۔“

” جی کیا مطلب؟“ وہ چونک اٹھے۔

”مطلب یہ کہ اس کے بارے میں جہاں جہاں ہونے کے امکانات ہو سکتے ہیں... وہاں وہاں ... ایک ہی وقت میں تلاشی لی جائے گی ... تاکہ کوئی وہ نوٹ بک ادھر ادھر نہ کر دے۔“

” بالکل ٹھیک ہے ... اب یہی کرنا ہو گا۔“

وہ رات انہوں نے نوٹ بک کی تلاش میں گزاری... اس کے لیے انہیں کافی محنت کرنا پڑی... خفیہ طور پر دوسروں کے گھروں میں گھسنا اور ایک نوٹ بک کو تلاش کرنا، آسان کام تو تھا نہیں ... لیکن آخر وہ بھی دھن کے پکے ٹھہرے ... نوٹ بک کو تلاش کر کے ہی چھوڑا۔

نوٹ بک کے ملتے ہی ان کے چہروں پر کامیابی کے آثار نمودار ہو گئے اور ان کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں۔

دوسرے دن وہ اس شخص کے سامنے بیٹھے تھے... جس کے پاس سے نوٹ بک ملی تھی ... اور وہ انہیں حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا... جب کہ ابھی انہوں نے اسے نوٹ بک نہیں دکھائی تھی:

☆☆☆☆☆

بال

"میں سمجھا نہیں... آخر آپ مجھے اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں۔" عارف بھائی نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"تو اور کس طرح دیکھیں۔"

"اس طرح دیکھنے کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہیے۔" اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں! یہ بات ٹھیک ہے ... اور وجہ ہمارے پاس ہے۔"

"کیا مطلب ... وجہ آپ کے پاس ہے ... اور وہ کیا؟"

"یہ رہی وجہ۔" انسپکٹر جمشید نے یہ کہتے ہوئے وہ پیکٹ کھول ڈالا... جس میں وہ نوٹ بک رکھ کر لائے تھے۔

"یہ... یہ کیا۔"

"آپ کی اپنی نوٹ بک ... جس میں آپ اشعار لکھتے رہتے ہیں۔"

"نن... نہیں... نہیں۔" وہ مارے خوف کے چلایا۔

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"م... میں ... میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"اچھی بات ہے ... اب بات سب کے سامنے ہوگی ..."

"جی ... کیا کہا ... سب کے سامنے بات ہوگی۔"

"ہاں... یہی بات ہے۔"

"کیا بات ہوگی ... " اس نے گھبرا کر کہا۔

"ہم سب کو بتائیں گے کہ ہم نے نوٹ بک تلاش کر لی ہے ... اور یہ بھی معلوم کر لیا ہے کہ دونوں خط کس نے لکھے تھے۔"

"نن نہیں..."

"تب پھر بتائیں... اصل بات کیا ہے اور اصل بات چھپانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"جی اچھا ... بتاتا ہوں۔" عارف بھائی نے کہا اور خطوط کے بارے میں بتانے لگا ... وہ غور سے سنتے رہے ... اس کے خاموش ہونے پر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"اور اگر تمہارا بیان جھوٹ ہوا۔"

"جی نہیں... یہ جھوٹ ثابت نہیں کیا جاسکتا۔"

"اچھی بات ہے ... آؤ چلیں۔"

انہوں نے اسے ساتھ لیا اور گھر کے اندرونی حصے کے باہر پہنچے۔

اس وقت عارف بھائی نے کہا:

"آخر آپ کیا کرنا چاہتے ہیں۔"

"اس کھیل کو اب ختم کرنا چاہتا ہوں... اب ہمیں یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ دونوں خط آپ نے ہی لکھے تھے ... آپ کی تحریر کی نقل کر کے کسی اور نے نہیں لکھے تھے... اس کے ساتھ ہی ہم نے کچھ اور بھی خاص باتیں معلوم کر لی ہیں ... لہٰذا اب ہم مجرم کو پکڑ سکتے ہیں... مجرم نے شروع سے لے کر اب تک خود کو بچانے کی پوری پوری کوشش کی ہے ... لیکن نہیں... میں یہ باتیں آپ کو کیوں بتا رہا ہوں... یہ باتیں تو ہمیں سب کے سامنے بتانی ہیں... اور ہم اسی لیے یہاں آئے ہیں۔"

اب انہوں نے ارشاد حاصل اور فریاد حاصل کے دروازوں پر دستک دی ... انہوں نے دروازے کھول دیے اور انہیں دیکھ کر حیران ہو گئے:

"ہم اس کہانی کو اب ختم کرنا چاہتے ہیں ... اس لیے آئے ہیں۔"

"جی ... کیا مطلب ... کون سی کہانی۔"

"امداد حاصل صاحب کے قتل کی کہانی۔"

"آپ... آپ کا مطلب ... آپ نے قاتل کا پتا چلا لیا ہے..." مارے حیرت کے فریاد نے کہا:

"یہی کہا جا سکتا ہے۔"

"کہا جا سکتا ہے ... کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہمیں امید ہے ... ہم اس کیس کے مجرم تک پہنچ گئے ہیں، لیکن یہ بات آپ بھی جانتے ہیں کہ مجرم ہر ممکن حد تک اپنے جرم سے انکار ہی کرتا ہے ... جب تک کہ اس کے خلاف ٹھوس ثبوت نہ پیش کر دیا جائے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔" ارشاد حاصل نے کہا۔

"بس تو پھر ہم کوشش کریں گے کہ اس مجلس میں ٹھوس ثبوت پیش کر دیں، اس لیے ہماری درخواست ہے کہ سب لوگ ایک جگہ جمع ہو جائیں ... آپ تیفور حاصل، ان کی والدہ، ایاز... صائمہ صاحبہ، عرفان، زاہدہ صاحبہ... نوازش سلیم اور سیما نوازش صاحبہ کو بلا لیں ... اور ہاں! آپ ڈاکٹر صبوری کو بھی بلوا لیں..."

"جی... کیا کہا آپ نے ... ڈاکٹر صبوری کو... جو ابا جی کا

علاج کرتے رہے ہیں۔'' ارشاد حاصل نے چونک کر کہا۔

'' جی ہاں اور ان کے ساتھ ایک اور شخص کو بھی بلوانا پڑے گا...
اور وہ ہیں رانا منیر انور... یہ وکیل ہیں... اور نوازش سلیم کے دوست ہیں۔''

'' اتنے بہت سے لوگوں کو جمع کریں گے آپ... گویا ان میں سے کوئی ایک مجرم ہے۔'' فریاد حاصل نے حیران ہو کر کہا۔

'' ابھی ہم جب تفصیل بیان کریں گے تو آپ جان لیں گے کہ ان سب کو جمع کرنے کی ضرورت تھی یا نہیں۔''

''اچھی بات ہے...اس کام میں تو پھر کچھ دیر لگے گی۔''

''کوئی بات نہیں... ہم انتظار کر لیں گے۔''

'' میں سب کو فون کرتا ہوں... اس وقت شام کے سات بج رہے ہیں، امید ہے... سب آٹھ بجے تک آسکیں گے۔'' ارشاد نے کہا۔

'' بہت بہت شکریہ۔''

اور پھر انہوں نے ان کے سامنے ہی فون کرنا شروع کیے... جلد ہی وہ سب کو فون کر کے فارغ ہو گئے... آخر کچھ دیر بعد ان لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا... یہاں تک کہ ایک گھنٹے بعد سبھی لوگ

آگئے... ان میں سب سے زیادہ پریشان رانا منیر انور وکیل تھے... آخر ان سے رہا نہ گیا۔ وہ پکار اٹھے:

'' آخر آپ لوگوں نے مجھے کیوں بلایا ہے... اس کیس سے میرا کیا تعلق۔''

'' کیا آپ نوازش سلیم کے دوست نہیں ہیں۔''

'' تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے، کیا نوازش سلیم کا دوست ہونا جرم ہے۔''

''یہ بات تو خیر نہیں... لیکن ہم نے آپ کی ضرورت محسوس کی تو آپ کو بلا لیا۔''

'' اچھا خیر۔'' اس نے کندھے اچکا دیے...'' اب فرمائیں... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

'' میں عرض کرتا ہوں... ہمارے لیے یہ ایک مشکل کیس ثابت ہوا ہے، کیس نے ہر موڑ پر ایک نئی کروٹ لی ہے... ہمارے نزدیک تو کیس اس وقت شروع ہوا تھا، جب ہمیں وہ خط ملا تھا کہ کوئی اس گھر میں قتل ہونے والا ہے...اس طرح ہم اس طرف متوجہ ہوئے تھے... لیکن یہاں قتل کا پروگرام پہلے ہی بنایا گیا تھا...اس کی تیاریاں بھی شروع کر دی گئی تھیں... اس کا ثبوت ہے امداد حاصل کے کمرے کی

کھڑکی۔"

"کھڑکی ... کیا مطلب ؟" وہ ایک ساتھ چلائے۔

اس وقت وہ ان سب کا بغور جائزہ لے رہے تھے... دراصل وہ اندازہ لگانا چاہتے تھے کہ کھڑکی کے بارے میں کسے معلوم ہے... اور انہوں نے یہ اندازہ فوراً ہی لگا لیا:

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" تیفور حاصل نے بے چینی کے عالم میں کہا۔

"اگر آپ زحمت محسوس نہ کریں تو امداد حاصل صاحب کے کمرے تک چلیں ... ہم آپ کو ایک حیرت انگیز چیز دکھانا چاہتے ہیں۔"

"چلیے ... دیکھ لیتے ہیں، حیرت انگیز چیز۔" نوازش سلیم نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے ... اور پھر سب کے سب امداد حاصل کے کمرے میں داخل ہوئے... انسپکٹر جمشید کھڑکی کے پاس چلے آئے... سب لوگ اب کھڑکی کی طرف متوجہ تھے ... آخر انہوں نے نشان والی جگہ کو دبایا تو فریم باہر نکل گیا... ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"ارے! یہ... یہ کیا ؟"

"یہی دکھانے کے لیے آپ کو یہاں لایا گیا ہے ... قاتل کھڑکی کے ذریعے اندر آیا تھا، لیکن کھڑکی تو اندر سے بند تھی... لیکن قاتل اس میں یہ نظام فٹ کرا چکا تھا ... اس لیے اسے معلوم تھا کہ وہ جب چاہے گا اس کمرے میں داخل ہو سکے گا ...اور پھر اس نے ایسا ہی کیا ... اپنا کام کیا اور چلتا بنا۔" یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"کھڑکی تو ہم نے دیکھ لی... یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ قتل اس کھڑکی کے راستے کیا گیا ہے ... آئیے پھر ڈرائنگ روم میں چل کر بیٹھتے ہیں۔" ارشاد حاصل نے کہا۔

"جی ہاں... چلیے۔"

وہ سب پھر ڈرائنگ روم میں آ گئے:

"اب فرمائیے ... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔"

"اس کیس کے قاتل کی پہلے سے ہی یہ منصوبہ بندی تھی کہ ہمیں غلط رخ پر ڈال دیا جائے ... چنانچہ اس نے ایسا انتظام کیا کہ عارف بھائی نے وہ خط لکھ کر امداد حاصل صاحب کو ہمیں خبردار کرنا ضروری سمجھا۔"

"کیا مطلب ... بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

"قاتل چاہتا تھا، عارف بھائی امداد حاصل کو بھی خبردار کر دیں

اور ہمیں بھی... تاکہ یہاں قتل کی فضا تیار ہوجائے ... ہم تفتیش کے گھوڑے دوڑاتے رہیں... اور قاتل اپنی چالاکیوں کی بنیاد پر بال بال بچ جائے، ہم اس کی گرد کو بھی نہ پاسکیں... لیکن اس سے بس ایک ننھی منھی سی غلطی ہوگئی ... اگر وہ غلطی نہ ہوتی تو ہم لاکھ اس پر شک کرتے ...اسے قاتل پھر بھی ثابت نہ کر پاتے۔" یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے ۔

" بھلا اس طرح ہمارے پلے کوئی بات پڑ سکتی ہے ... ہرگز نہیں۔" ارشاد حاصل نے جھلا کر کہا۔

" قاتل نے آج سے ایک ماہ پہلے عارف بھائی کو فون کیا ... ایک گمنام فون ... کہ خبردار ... کوئی شخص امداد حاصل کو قتل کرنا چاہتا ہے ... بس اتنا کہتے ہی اس نے فون بند کر دیا ...عارف بھائی پریشان ہوگئے، اور پھر انہوں نے وہ کالے رنگ والی ڈبیا بھی دیکھ لیں جن کے بارے میں خیال یہ کیا گیا کہ یہ بات چیت سننے کا آلہ ہے اور ساری گفتگو کہیں سنی جا رہی ہے...اصل میں یہ بھی قاتل کا ایک جال تھا ورنہ بات چیت سننے کی اسے کوئی ایسی خاص ضرورت نہیں تھی۔ عارف بھائی نے یہ بات امداد حاصل کو بتائی تو انہوں نے اس کا مذاق اڑایا اور اس بات کا کوئی اثر لینے سے انکار کر دیا... لیکن عارف بھائی اس گھر کے

بہت ہی وفادار ہیں اور ہمدرد بھی ... جب انہوں نے دیکھا کہ ان کی بات پر کوئی دھیان نہیں دیا گیا تو انہوں نے ایک خط خفیہ انداز میں انہیں لکھا ... دوسرا ہمیں لکھا ... اس طرح ہم اس معاملے میں دلچسپی لینے پر مجبور ہوئے... قاتل اپنا جال بچھا چکا تھا ... اس نے عین اس روز چند جرائم پیشہ لوگوں کے ذریعے ہمارے دوست خان رحمان کو اغوا کر لیا ... جس روز اسے یہ واردات کرنا تھی ... یعنی امداد حاصل کے قتل کی واردات ... ہم ادھر الجھ گئے اور ادھر ڈیوٹی نہ دے سکے ... ورنہ محمود، فاروق اور فرزانہ کا تو پروگرام تھا کہ وہ یہاں رات کو جاگ کر ڈیوٹی دیں گے ...اغوا کرنے والوں نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کا پروگرام بنایا ...یعنی ایک طرف تو قتل کی واردات ان کے لیے آسان ہو گئی ... کیونکہ ہم ادھر مصروف ہوگئے، دوسری طرف انہوں نے ہمارے ساتھی کو چھوڑنے کے بدلے جیل سے اپنے ایک ساتھی کو چھڑا لیا ... اس طرح ان کا یہ کام بھی ہوگیا ...اور وہ کام بھی ... لیکن ہم لوگ پہلے ہی انتظام کر چکے تھے ... جیل سے انہوں نے جس ساتھی کو چھڑایا تھا ... میری خفیہ فورس نے اس کا پتا لگا لیا کہ اسے جیل سے نکلنے کے بعد کہاں لے جایا گیا ہے ...لہٰذا ہم اسے پھر گرفتار کر چکے ہیں ... ہم نے اس کے ذریعے اس شخص کو بھی گرفتار کر لیا ہے ... جس نے

خان رحمان کو اغوا کیا تھا ... اکرام... لے آؤ بھی... اس شخص کو اور
اسے بھی لے آؤ۔"

اکرام اور اس کے ماتحت گرفتار شدہ دو آدمیوں کو لے کر اندر
داخل ہوئے:

"ان میں سے ایک کا نام ریاض اچھو ہے ... اسے جیل سے رہا
کرایا گیا ... دوسرے کا نام طغرل بیگ ہے ... یہ چھٹا ہوا جرائم پیشہ
ہے ... کئی بار کا سزا یافتہ ہے ... اس نے اپنے آدمیوں کے ذریعے
خان رحمان کو اغوا کیا تھا ... دراصل یہ چاہتے تھے کہ ہماری توجہ
خان رحمان کی طرف ہو جائے ... سو ایسا کرنے میں یہ کامیاب رہے
... ادھر کھڑکی کا راستہ پہلے ہی تیار کر لیا گیا تھا ... اس لیے ہمارے
مجرم صاحب نے طغرل بیگ کے ایک ماہر قاتل کو یہ کام کرنے کے لیے
بھیجا ...اور وہ اپنا کام کر کے کھڑکی کے ذریعے نکل گیا۔"

"لیکن کیسے۔" تیفور حاصل نے بھنا کر کہا۔

"کیسے سے کیا مراد۔" محمود نے مسکرا کر پوچھا۔

"مطلب یہ کہ بیرونی دروازہ تو بند تھا ... وہ کھڑکی تک پہنچا
کیسے۔"

"پانی کے پائپ کے ذریعے پہلے چھت پر آیا...رسی کی سیڑھی

کے ذریعے صحن میں آیا اور کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہوا ... اسی طرح
وہ اپنا کام کر کے واپس چلا گیا ... میں نے بتایا کہ وہ بہت ماہر قاتل
تھا... یہ کام کسی اناڑی سے تو لیا ہی نہیں گیا۔"

"لیکن جناب! آپ بھول رہے ہیں... کمرہ واردات سے ایک
جیبی کنگھا اور ایک چیپ سٹک ملے ہیں ... اگر قاتل باہر سے آیا تو پھر
کمرے سے یہ چیزیں کیسے مل گئیں۔" فریاد حاصل نے طنزیہ انداز میں
کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے ... لیکن یہ دونوں چیزیں پہلے ہی اڑائی گئی
تھیں... اور قاتل کو دے دی گئیں... یہی تو قاتل کی غلطی ہے ... اسے
ایسا کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی... بلاوجہ اس نے عقل مندی
دکھائی۔" محمود نے جلدی سے کہا۔

"یہ بات بھی نہیں ہے ... ان دو چیزوں سے قاتل کا مقصد تھا
کہ قتل کے جرم میں آپ دونوں کو گرفتار کر لیا جائے ... تاکہ جائیداد
کے بڑے حصے دار کم ہو جائیں اور اس طرح زیادہ دولت اس کے ہاتھ
میں آئے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کک... کیا مطلب ... یہ کیا کہا آپ نے۔" مارے حیرت
کے تیفور حاصل چلا اٹھا۔

"مطلب وہی جو میں نے بیان کیا ہے..."

"ہمارے پاس اس بات کا ثبوت ہے کہ کنگھا اور چیپ سٹک چرائے گئے تھے... اور پھر قاتل کے ہاتھ سے لاش کے پاس گرائے تھے۔"

"اور اس بات کا کیا ثبوت ہے آپ کے پاس۔"

"میں دکھاتا ہوں... یہ دیکھیے! یہ ہے وہ کنگھا... اس کنگھے میں ایک ننھا سا بال پھنسا ہوا ہے... آپ سب اس بال کو دیکھ سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے... اس میں واقعی ایک چھوٹا سا بال پھنسا ہوا ہے... تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔"

"اس سے یہ ہوتا ہے کہ یہ بال ارشاد حاصل کا نہیں ہے۔"

"کیا مطلب... آپ کو کیسے معلوم ہوگیا کہ یہ ارشاد حاصل کا بال نہیں ہے۔"

"میں بتا دیتا ہوں کہ ہمیں یہ کیسے معلوم ہوگیا... لیکن پہلے آپ یہ سن لیں... اگر کنگھا چرایا نہ جاتا تو ضرور بال ارشاد حاصل کا ہوتا... اب چونکہ یہ بال ارشاد حاصل کا نہیں ہے... اس لیے... کسی اور کا ہے اور اسی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کنگھا چرایا گیا تھا۔"

"یہاں پر ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے۔" نوازش سلیم مسکرایا۔

"اور وہ کیا؟" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہم نے مان لیا... کنگھا چرایا گیا تھا... چرانے والے نے یہ لاش کے پاس گرانے کے لیے چرایا تھا... تو اس میں بال کہاں سے آگیا... اس نے بالوں میں کنگھا کرنے کے لیے نہیں چرایا تھا۔"

"ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں... اس کیس میں مجرم سے یہی سب سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"جی... کون سی غلطی۔"

"اس نے کنگھا گرانے سے پہلے یہ نہیں دیکھا کہ اس میں بال لگا ہوا ہے... یا پھر اس نے اس بات کو کوئی اہمیت نہ دی... جب کہ اس قسم کے کیسوں میں چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی بعض اوقات بہت بڑی اہمیت ہے... اور اس کیس میں یہ بال ہی مجرم کی گرفتاری کا سبب بن گیا ہے... اب یہ اور بات ہے کہ وہ پھانسی نہیں پا سکے گا... البتہ اسے سزا ضرور ہوگی۔"

"جی... یہ کیا کہا آپ نے... آپ کو کیا پتا کہ عدالت قاتل کو کیا سزا دیتی ہے۔"

"ہمیں یہ بات اس طرح معلوم ہے کہ وہ قاتل ہوتے ہوئے بھی قاتل نہیں ہے... وہ مجرم ضرور ہے... اس نے قتل بھی کیا ہے...

لیکن اس کے باوجود وہ قاتل نہیں ہے اور نہ اسے قتل کے کیس میں سزا ملے گی ... " یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید خاموش ہو گئے ... فوراً ہی ارشاد حاصل نے کہا:

" یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ... آپ کا دماغ آپ کے قابو میں نہیں ہے ... کیونکہ آپ نے اس وقت بالکل بے تکی بات کہی ہے ... اس بات کا نہ کوئی سر ہے نہ کوئی پیر ... ایک طرف تو آپ کہہ رہے ہیں کہ مجرم کی گرفتاری اس بال کے ذریعے عمل میں آئے گی ... ساتھ ہی کہہ رہے ہیں، لیکن اسے قتل کی سزا نہیں دی جا سکے گی ... ہاں ... سزا وہ ضرور پائے گا ... اگرچہ اس نے قتل کیا ہے ... آپ کی ان باتوں میں کوئی تک ہے بھلا۔"

" جی ہاں! بالکل ہے ... اگر ان دونوں میں کوئی تک نہ ہوتی تو میں یہ باتیں ہرگز نہ کرتا۔" وہ مسکرائے۔

"تب پھر آپ اپنی بات کی وضاحت کریں ... کیونکہ ہم آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکے۔" فریاد نے جھلا کر کہا۔

" ہاں ضرور کیوں نہیں ... اس کیس میں سب سے پہلے ہمیں عارف بھائی پر شک ہوا تھا ... کیونکہ خطوط ان کی تحریر میں لکھے گئے تھے ... لیکن کوشش کے باوجود ہم یہ نہ جان سکے کہ اگر یہ جرم ان کا

ہے ... امداد حاصل کو انہوں نے ہلاک کیا ہے تو اس سے ان کا کیا مقصد کیا تھا ... یہ اس جرم سے کیا فائدہ حاصل کر سکتے تھے ... دور دور تک ہمیں کوئی وجہ معلوم نہ ہو سکی۔ اس لیے ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ انہیں کوئی فائدہ نہیں تھا ... امداد صاحب کی موت کی صورت میں جائیداد میں سے کوئی بڑی رقم انہیں ملنی نہیں تھی ... اور چھوٹی موٹی رقم کے لیے کوئی اتنا بڑا جرم کرتا نہیں ... لہذا ہم نے طے کر لیا کہ کم از کم عارف بھائی مجرم نہیں ہیں۔"

" یا اللہ تیرا شکر ہے۔" عارف نے لمبا سانس کھینچا۔

" اور یہ کہ انہوں نے امداد حاصل کے لیے خطرہ واقعی محسوس کر لیا تھا ... سو انہیں بچانے کی خفیہ تدبیر کی اور ہمیں خط لکھ دیا ... خود امداد صاحب کو بھی خط لکھ کر خبردار کر دیا ... بہرحال ان کا یہ قدم بہت اچھا تھا ... اگرچہ ان کے اس قدم سے ہم لوگوں نے الجھن ضرور محسوس کی تھی ... خیر آگے چلتے ہیں ... اس کیس میں سب سے زیادہ جو شک کی زد میں آتے ہیں ... وہ ہیں ارشاد حاصل اور فریاد حاصل ... جائے واردات پر انہی کی دو چیزیں پائی گئیں ... ان دونوں چیزوں پر انگلیوں کے نشانات نہیں تھے ... گویا مجرم نے نشانات مٹا دیے تھے ... اس سے بھی ان پر زیادہ شک گزرا کہ کہیں انہوں نے خود کو شک سے بچانے

کے لیے... خود ہی اپنی چیزیں لاش کے پاس نہ گرا دی ہوں... ہم اس
پہلو پر غور کرتے رہے... بس پھر وہی بات کہ اس چھوٹے سے بال نے
ان دونوں پر سے شک رفع کر دیا... دل و دماغ نے یہی کہا کہ اگر یہ
جرم ان کا ہوتا تو کنگھے میں بال بھی تو انہی کا ہوتا... لیکن ایسا نہیں
ہے... یہ بال ان کا نہیں ہے۔" انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک
گئے۔

"لیکن آپ یہ بات اس قدر یقین سے کس طرح کہہ سکتے
ہیں... اور پھر عدالت میں دل اور دماغ کی بات کب چلتی ہے...
وہاں تو ثبوت دینا پڑتا ہے۔" نوازش سلیم نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں! یہ بات ہے... لیکن ہم یہ بات ثابت کر سکتے ہیں کہ یہ
بال بہرحال ان دونوں میں سے کسی کا نہیں ہے... ان دونوں کو
پھنسانے کی کوشش ضرور کی گئی ہے... اور وہ اس وجہ سے کہ جائیداد
کے دو حصے دار کم ہو جائیں۔"

"آپ کا اشارہ میری طرف ہے... لیکن مجھے اس کی کوئی پروا
نہیں... کیونکہ آپ مجھے قاتل ثابت نہیں کر سکتے... یہ بال چاہے ان
دونوں کا نہ ہو... لیکن یہ میرا بھی نہیں ہے... یہ اس کا ہے جس نے
امداد حاصل کو قتل کیا ہے... اور میں نے ایسا نہیں کیا۔" تیفور حاصل

نے غصے کے عالم میں کہا۔

"بات دراصل یہ ہے تیفور صاحب... ہم کوئی بات بھی بغیر ثبوت
کے نہیں کہتے اور جب ثبوت ہمارے ہاتھ لگ جاتا ہے تو پھر ہم کہے
بغیر رہتے بھی نہیں... مشکل یہ ہے کہ اس کیس کا قاتل، قاتل ہوتے
ہوئے بھی قاتل نہیں ہے۔"

"جی... کیا مطلب... یہ کیا کہا آپ نے۔"

کئی آوازیں ابھریں... ان سب کے چہروں پر حیرت دوڑ گئی:

☆☆☆☆☆

ایک اور مشکل

چند لمحے تک سب لوگ انہیں گھورتے رہے... آخر ارشاد حاصل نے کہا:

"یہ کیا کہا آپ نے... اس کیس کا مجرم قاتل ہوتے ہوئے بھی قاتل نہیں ہے... یہ کیا بات ہوئی بھلا... اس کیس میں ایک عدد لاش ملی ہے... اس کے سینے میں خنجر مارا گیا تھا... اور آپ کہہ رہے ہیں کہ اس کیس کا مجرم قاتل ہوتے ہوئے بھی قاتل نہیں ہے... یہ بات کیا ہوئی۔"

"یہ بات ہوئی ہے... تبھی ہم نے کہی ہے۔"

"تب پھر اپنی بات کی وضاحت کریں..." تیفور حاصل نے جل کر کہا۔

"اگر ہم یہ کہیں کہ اس کیس کے مجرم... دراصل نوازش سلیم ہیں... تو؟" یہ کہتے ہوئے وہ ایک جھٹکے سے رک گئے۔

"آپ یہ بات کہہ تو سکتے ہیں... لیکن اس بات کو عدالت میں ثابت نہیں کر سکتے... کیونکہ واردات کے وقت میں اپنے دوست رانا منیر انور کے ساتھ تھا... اور مزے کی بات یہ کہ وہ ایک وکیل ہیں... وہ جب عدالت میں یہ بیان دیں گے نوازش سلیم تو اس رات فلاں وقت سے فلاں وقت تک میرے ساتھ تھے تو اس وقت آپ کے لیے مشکل ہو جائے گی۔"

"ہاں! یہ بات ہے..." انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"بس تو پھر آپ بلاوجہ زحمت مول نہ لیں... ورنہ عدالت میں آپ کی بھد اڑے گی۔"

"تب پھر ہم کیا کریں۔" انہوں نے بے بسی کے انداز میں کہا۔

"صبر شکر کریں... آرام سے اپنے گھر بیٹھیں... کیس کے اصل مجرم کو پکڑیں... میں نے اگر یہ جرم کیا ہوتا تو میں رانا منیر انور کے ساتھ کیسے ہو سکتا تھا... یعنی پوسٹ مارٹم میں مرنے کا جو وقت بتایا گیا ہے... اس وقت... اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی میں ان کے ساتھ تھا اور اس بات کی گواہی تو وکیل صاحب کے گھر کے باقی افراد بھی دے سکتے ہیں..."

''ہاں! یہی بات ہے ... لیکن مسئلہ ایک اور ہے ...'' انسپکٹر جمشید نے اب بھی پریشانی کے عالم میں کہا۔

''چلیے آپ وہ بھی بتا دیں۔''

''وہ کنگھا جو جائے واردات سے ملا۔''

''حد ہو گئی... بتایا تو ہے کہ ارشاد حاصل صاحب سے تو وہ گم ہو گیا تھا۔''

''تب پھر وہ جائے واردات سے کیسے ملا۔''

''یہ اس مجرم کا ہے جس نے یہ واردات کی ہے ... اس نے کنگھا اور چیپ سٹک چرائی تھی ... تاکہ لاش کے پاس گرا سکے... اور یہ دونوں حضرات اس جرم میں سزا پا سکیں ... اس طرح جائیداد کے دو وارث بھی ختم ہو جائے اور مجرم بھی سزا سے بال بال بچ جاتا ... یہ تھی قاتل کی پلاننگ! آپ اس بات پر توجہ دیں... ہماری طرف نہیں ... ہمیں آپ مجرم ثابت کر ہی نہیں سکتے۔''

''لیکن جناب! اس کنگھے میں ایک ننھا سا بال پھنسا ہوا ملا ہے ... اس کا کیا کریں۔'' انسپکٹر جمشید نے بڑا سا منہ بنایا۔

''ہاں پھنسا ہوا ملا ہے ... تو ثابت کریں... وہ میرا بال ہے۔''

''آپ کہتے ہیں تو۔'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

محمود، فاروق اور فرزانہ نے چونک کر ان کی طرف دیکھا... یہ ان کا خاص انداز تھا ... جب وہ کوئی خاص بات کہنا چاہتے تھے تو اس طرح اچانک کہتے کہتے رک جاتے تھے۔

''آپ پھر کہتے کہتے رک گئے ... کہہ دیں جو کہنا ہے ... لیکن سچ یہی ہے کہ آپ درست طور پر اس کیس کی تفتیش نہیں کر سکے ... اور اب بار بار اٹک رہے ہیں۔'' تیفور حاصل نے طنزیہ انداز میں کہا ... ساتھ میں وہ مسکرایا بھی۔

''آپ... آپ ٹھیک کہتے ہیں... لیکن... مشکل ایک اور ہے۔''

اس بار انسپکٹر جمشید نے ڈرامائی انداز میں کہا ... ان کے چہرے پر ایک بھرپور مسکراہٹ نظر آئی:

☆☆☆☆☆

خاص بات

اب سب کی نظریں ان پر جمی تھیں ...ان سب کے چہروں پر بے چینی ہی بے چینی تھی ...یوں لگ رہا تھا... جیسے وہ سبھی مجرم ہوں ... امداد حاصل کی موت کے بعد آخر ان سبھی کو دولت ملنا تھی :

" مشکل یہ ہے کہ عارف بھائی نے مجھے ایک بہت عجیب بات بتائی ہے ...خاص بات ۔"

" اور وہ کیا ؟" ان سب کے منہ سے نکلا... ساتھ میں انہوں نے عارف بھائی کو گھورا بھی جیسے کہہ رہے ہوں :

" یہ تم نے انہیں تو خاص بات بتا دی اور ہمیں نہیں بتائی... تم ہمارے ملازم ہو یا ان کے ۔"

ادھر انسپکٹر جمشید کہہ رہے تھے:

" عارف بھائی نے بتایا کہ جب اس سال آپ لوگ پہاڑ پر گئے تھے... اور وہ تنہا یہاں رہ گئے تھے تو ان دنوں انہوں نے گھر کے اندر

کچھ آوازیں سنی تھیں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے ... انہوں نے سارے گھر کا چکر لگایا تھا ... لیکن کچھ بھی نظر نہیں آیا تھا۔ دوسری رات بھی ایسا ہی ہوا تھا ... لیکن کچھ نظر نہیں آیا تھا ... دوسرے دن صبح اٹھ کر انہوں نے سارے گھر کا جائزہ لیا تھا... اور تو انہیں کچھ نظر نہیں آیا تھا اور نہ کوئی چیز ملی تھی ... البتہ ..." ایک بار پھر وہ کہتے کہتے رک گئے۔

" البتہ کیا ؟"

"البتہ دوسرے دن انہیں امداد حاصل صاحب کے کمرے میں کھڑکی کے پاس کچھ سیاہی مائل ذرات فرش پر نظر آئے تھے ...یہ چونکہ اس قسم کے معاملات سے بالکل ناواقف ہیں، اس لیے انہوں نے اس وقت ان ذرات کو کوئی اہمیت نہیں دی تھی ... لیکن میں نے جب انہیں بند کھڑکی کھول کر دکھائی تو یہ دھک سے رہ گئے اور اس وقت انہوں نے مجھے یہ بات بتائی ... اس میں خاص بات یہ ہے کہ ان دنوں سارا خاندان پہاڑ پر گیا ہوا تھا ... کیونکہ امداد حاصل سبھی کو ساتھ لے جاتے تھے ...البتہ..." ایک بار وہ پھر خاموش ہو گئے۔

" حد ہوگئی ... آپ اپنی تقریر میں بار بار البتہ لے آتے ہیں اور ساتھ ہی رک جاتے ہیں ...ہے کوئی تک ۔" فریاد حاصل نے جھلا کر کہا ۔

"ہاں! یہ تو ہے۔" تیفور نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"تب پھر یہ کیسے طے ہو کہ جرم کس نے کیا ہے... کھڑکی میں میکنزم کس نے لگوایا تھا... کنگھا اور چیپ سٹک کس نے چرائے تھے... خنجر کس نے امداد حاصل کے جسم میں اتارا تھا... یہ سب باتیں کیسے معلوم ہوں..."

"یہ آپ بتائیں... تفتیش آپ کر رہے ہیں یا ہم۔" نوازش سلیم نے طنزیہ کہا۔

"تفتیش ہم کر رہے ہیں... اور کیس سے متعلق آدمیوں سے پوچھ گچھ بھی ہم ہی کر رہے ہیں... ہم ہی بتائیں گے... جرم کس نے کیا ہے... اور کیوں کیا ہے... اور کیسے کیا ہے... فکر نہ کریں۔" انسپکٹر جمشید بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔

"اچھی بات ہے... بتائیں پھر... ہم سب سن رہے ہیں۔" ارشاد حاصل نے نرم آواز میں کہا۔

"کنگھے میں اگر یہ ننھا سا بال نہ ہوتا تو ہم ارشاد حاصل کو ہی مجرم گرداتنے... اور ان کے ساتھ فریاد حاصل صاحب کو بھی، لیکن اس بال نے کام خراب کر دیا... قاتل نے بال کی طرف کوئی توجہ نہ دی... کوئی اہمیت نہ دی... اسے معلوم نہیں تھا... یہ بال اسے مجرم ثابت کر

دے گا... اس کیس میں مجرم نے خود کو بچانے کا پورا پورا انتظام کیا۔ اسے سو فیصد یقین تھا کہ اس کی طرف کسی کا خیال نہیں جائے گا۔ خیال چلا گیا تو بھی اسے کوئی مجرم ثابت نہیں کر سکے گا... کیونکہ اس کے پاس اپنی بے گناہی کا پورا پورا انتظام تھا... لیکن ایسا اس کے اپنے خیال میں تھا... جرم کرنے والے بھول جاتے ہیں کہ جرم چھپ نہیں سکتا... کوئی نہ کوئی خامی ضرور رہ جاتی ہے... کوئی لاکھ احتیاط بھی کر لے... منصوبہ بندی کر لے، لیکن کوئی نہ کوئی ثبوت ضرور چھوڑ جاتا ہے... اس کیس میں بھی یہی ہوا ہے... اصل مجرم نے ایڑی چوٹی کا زور اس بات پر لگا دیا تھا کہ کوئی ثبوت نہیں چھوڑے گا... کوئی نشان نہیں رہنے دے گا اور کوئی اس پر شک نہیں کر سکے گا... لیکن ایک ننھا سا بال اسے لے بیٹھا۔" یہاں تک کہہ کر وہ ایک بار پھر خاموش ہو گئے۔

"آخر آپ کب بتائیں گے کہ بال کس کا ہے، اصل مجرم کون ہے۔" فریاد حاصل نے بھناتے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں اب اسی طرف آ رہا ہوں... ہمارے چالاک مجرم کے دماغ میں یہ منصوبہ غالباً کافی دن پہلے آیا تھا... اس نے اس پر عمل کرنے کی منصوبہ بندی کر لی... تمام صورت حال کا غور سے جائزہ لیا... سوچتا رہا کہ وہ کس طرح اس پر عمل کر سکتا ہے... وہ سوچتا رہا...

سوچتا رہا... آخر اس نے منصوبے پر عملی طور پر کام شروع کر دیا... وہ اکیلا یہ کام نہیں کرسکتا تھا ... لہٰذا اس نے اس معاملے میں اپنا ایک ساتھی چن لیا... اب اسے اس کے ذریعے کام لینا تھا۔"

"آپ صاف صاف بتائیں نا ... اشاروں میں کیوں بات کر رہے ہیں... اس طرح الجھن محسوس ہو رہی ہے ... بتائیں ... اس شخص کا کیا نام ہے...اس نے کسے اپنا ساتھی بنایا۔" ارشاد حاصل کی بیوی راشفہ نے بے چینی کے عالم میں کہا۔ بے چین وہ سبھی تھے ... اور جلد از جلد ساری بات جان لینا چاہتے تھے۔

" آپ کہتے ہیں تو میں بالکل صاف صاف اور نام لے کر بات بتانا شروع کرتا ہوں... اگر میں یہ کہوں کہ اس کیس کا اصل مجرم ..."

"آپ پھر رک گئے۔" تیفور حاصل نے جھلا کر کہا۔

" اس کیس کا اصل مجرم عارف بھائی ہے۔"

" نن نہیں۔" عارف بھائی خوف کے عالم میں چلا اٹھا۔

"یہ... یہ عین ممکن ہے اور مجھے تو اس پر شروع سے شک تھا۔" تیفور حاصل نے چلا کر کہا۔

" ہرگز نہیں ... یہ غلط ہے ... بالکل غلط ... میں نے یہ جرم نہیں کیا..." عارف بھائی بھی چلایا۔

" چیخنے اور چلانے سے کچھ نہیں ہوگا ...بات غور سے سنیں ... میں نے یہ جملہ کہا تھا ...اگر میں یہ کہوں کہ اس کیس کا اصل مجرم عارف بھائی ہے... تو کیا آپ مان لیں گے۔ تیفور صاحب نے فوراً ہی رائے دے دی ... کوئی اور رائے دینا پسند کرے گا۔"

وہ سب چپ رہے ... آخر انہوں نے کہا:

" عارف بھائی بھی مجرم ہو سکتے تھے، لیکن مشکل یہ ہے کہ اس جرم سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ...امداد حاصل کی موت سے آخر انہیں کیا مل جائے گا ... ملازم کے لیے اگر ان کی کوئی وصیت ہو تو وہ کتنی ہو گی ... نہیں یہ بات حلق سے نہیں اترتی ... لہٰذا ہم عارف بھائی کو اس کیس میں مجرموں کی فہرست سے الگ کر دیتے ہیں۔"

" یا اللہ تیرا شکر ہے ... میں تو ڈر ہی گیا تھا۔"

"اب میں پھر کہتا ہوں ... اگر میں یہ کہوں کہ اس کیس کے اصل مجرم ارشاد حاصل اور فریاد حاصل ہیں تو ؟"

" یہ عین ممکن ہے ... بلکہ یہی بات ہے۔" تیفور حاصل نے خوش ہو کر کہا۔

" باقی حضرات کیا کہتے ہیں۔"

سب نے جلدی جلدی ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... اور پھر

انہوں نے نفی میں سر ہلا دیے ... گویا تیفور حاصل کے علاوہ کوئی اور کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا:

"تیفور حاصل صاحب کی رائے یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات قاتل ہو سکتے ہیں ... ہم بھی یہی نتیجہ نکالتے ... لیکن اس بال نے کام خراب کر دیا ... جو کنگھے میں پھنسا ہوا ملا ہے ... بال ارشاد حاصل کا نہیں ہے ..."

"تب پھر کس کا ہے۔"

"ابھی نہیں ... پہلے آپ جائزہ سن لیں ... بال کی وجہ سے یہ دونوں بال بال بچ گئے ... اب باری آتی ہے ... ایاز اور عرفان کی ... یہ چار بجے ہیں اور ان کے والد ملک سے باہر ہیں ... اور ان کی ملک میں آمد کے آثار نظر نہیں آتے ... ہم ضرورت محسوس کرتے تو پتا چلا سکتے تھے کہ وہ ملک میں آئے تو نہیں، لیکن اس بال کی وجہ سے پتا چلانے کی کوئی ضرورت نہیں ... ہاں اگر یہ بال یہاں موجود لوگوں میں سے کسی کا بھی نہ ہوتا تو پھر ان کے ملک میں آنے کا پتا چلایا جاتا ... لیکن چونکہ بال یہاں موجود لوگوں میں سے کسی ایک کا ہے، اس لیے اس کی ضرورت نہیں۔"

"تب پھر بال کس کا ہے۔" مارے بے چینی کے ارشاد حاصل

نے کہا۔

"ابھی نہیں ... پہلے یہ دیکھ لیتے ہیں ... اگر میں یہ کہوں کہ یہ کام تیفور حاصل کا ہے ... تو؟"

"بالکل ہو سکتا ہے ... یہ کام ان کا ... کیونکہ انہیں اپنے والد سے شدید رنج پہنچا ہے ... ان کی والدہ کو چھوڑ کر ... امداد حاصل نے دوسری شادی کی تھی ... اس سے بڑھ کر انہیں کوئی رنج اور کیا ہو سکتا ہے ... لہٰذا یہ کام ان کا بالکل ہو سکتا ہے ..." فریاد حاصل نے جلدی جلدی کہا۔

"پھر وہی بال ... کیا یہ بال ان کا بھی نہیں ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے ... آخر بال کس کا ہے ... آپ بتا کیوں نہیں دیتے۔"

"ہاں جس کا ہے ... وہی اس کیس کا مجرم ہے۔"

"تب پھر اب پیچھے رہ کون گیا ... نوازش سلیم ہی رہ جاتے ہیں۔"

"اور میں بتا چکا ہوں ... میں واردات کے وقت اپنے دوست رانا منیر انور کے گھر میں تھا ..." اس نے پرسکون انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے ... آپ کے پاس اس بات کا ثبوت

موجود ہے ... رانا منیر انور بھی یہی کہتے ہیں ... لیکن سوال تو پھر یہ ہے
کہ اگر ان میں سے کوئی بھی مجرم نہیں ہے تو پھر آخر مجرم کون ہے۔"

"پھر تو یہاں بس رانا منیر انور سلیم رہ جاتے ہیں ... لیکن بھلا
یہ کیوں ہونے لگے مجرم ... ان کا اس معاملے سے کیا تعلق... یہ
نوازش سلیم کے دوست ضرور ہیں، لیکن دوست ہونے کے ناطے یہ جرم
کیوں کرتے بھلا۔" تیفور حاصل نے برا سا منہ بنایا۔

"آپ نے ٹھیک کہا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب تو پھر ... کوئی بھی مجرم نہ ہوا ... اور ابھی آپ کہہ چکے
ہیں کہ اصل مجرم یہاں موجود ہے۔"

"یہی بات ہے ... اور یہی میں کہہ رہا ہوں کہ دیکھو اصل مجرم
کتنا چالاک ہے ... ہم سب کی طرف تو مجرم ہونے کی نشان دہی کر
رہے ہیں ... خیال ظاہر کر رہے ہیں ... لیکن اس کی طرف دھیان ہی
نہیں جارہا ... حالانکہ وہ یہاں موجود ہے۔"

"کیا مطلب ... کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ نوازش سلیم مجرم
ہیں۔" مارے حیرت کے کئی آوازیں ابھریں۔

انسپکٹر جمشید نے جواب میں کچھ نہ کہا ... وہ خالی خالی نظروں سے
سب کی طرف دیکھ رہے تھے:

"آپ کچھ نہیں کہہ رہے ... خاموش ہو گئے ہیں۔"

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ انسان کو دوست سوچ سمجھ کر بنانا
چاہیے... مسٹر نوازش سلیم نے ایک غلط شخص کو دوست بنایا ... اور اس
حالت کو پہنچ گئے ... یعنی قتل جیسا جرم کر بیٹھے۔"

"نن نہیں ... نہیں۔" نوازش سلیم نے چلا کر کہا۔

"اب چلانے کا کیا فائدہ ... پہلے نہ سوچا... نہ سمجھا... اور
اندھا دھند دوست کے کہنے پر چلنا شروع کر دیا۔"

"آخر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں ... یہ کہ یہ جرم دراصل نوازش سلیم
نے کیا ہے، امداد حاصل صاحب کو انہوں نے قتل کیا ہے ... اور اپنے
دوست رانا منیر انور وکیل کے کہنے پر ایسا کیا ہے۔"

"نن نہیں ... نہیں ... میں نے کچھ نہیں کیا ... میں نے یہ قتل
نہیں کیا۔" رانا منیر انور نے پریشانی کے عالم میں گھبرائی ہوئی آواز میں
کہا اور بے اختیارانہ انداز میں پنسل کی نوک سے سر کو کھجلانے لگے۔
انسپکٹر جمشید بغور ان کا جائزہ لے رہے تھے ... انہیں ایسا کرتے دیکھ کر
مسکرا پڑے... پھر انہوں نے کہا:

"بالکل یہی حرکت آپ نے اس وقت کی تھی ... جب ہم نے
پہلی بار آپ سے ملاقات کی تھی۔"

"کیا مطلب... کون سی حرکت۔" رانا منیر انور نے حیران ہو کر کہا۔

"یہی... میز سے پنسل اٹھا کر اس کی نوک سے سر کھجلانے والی حرکت۔"

"ہاں تو پھر... اس سے کیا ہوتا ہے... کیا آپ مجھے اس بات سے قاتل ثابت کریں گے۔" انہوں نے تلملا کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے... آپ کو ایسا کرنے کی عادت ہے... ہے یا نہیں۔"

"اوہو... تو اس سے میں قاتل کیسے ثابت ہو گیا۔"

"آپ نے نوازش سلیم کے ذریعے ارشاد حاصل کا کنگھا چرایا تھا... اور فریاد حاصل کی چیپ سٹک چرائی تھی... تاکہ کنگھے اور چیپ اسٹک کو لاش کے پاس گرا کر ارشاد حاصل اور فریاد حاصل کو پھنسوایا جا سکے، مگر برا ہو آپ کی اس عادت کا کہ آپ کے سر میں کھجلی ہوئی اب کنگھے سے تو سر کو کھجلایا جا سکتا ہے... چیپ سٹک سے نہیں... آپ نے غیرارادی طور پر اس سے سر کھجلایا اور اس طرح اس میں آپ کا بال پھنس گیا... آپ نے اس بال کی طرف کوئی توجہ نہ دی... اور وہی بال آپ کے جرم کا ثبوت بن گیا... یہ کنگھا جائے واردات سے ملا ہے اور اس میں آپ کا بال ہے... اگر یہ جرم آپ نے نہیں کیا... اور

کنگھا بھی آپ نے نہیں چرایا تو بتائیں... اس کنگھے میں آپ کا بال کیوں ہے... اب آپ کا براہ راست اس گھر سے واسطہ نہیں تھا مگر نوازش سلیم کا اس گھر سے واسطہ تھا تو میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ اور نوازش سلیم دونوں اس جرم میں برابر کے شریک ہیں۔"

"آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ بال میرا ہے۔"

"ہاں! اب کی ہے آپ نے قاعدے کی بات... یہ بال جڑ سے نکلا ہوا ہے... بال کے سرے پر جڑ صاف نظر آ رہی ہے۔"

"تب پھر... اس سے کیا ہوتا ہے... کیا میرے علاوہ اور کسی کے بالوں کی جڑیں نہیں ہیں۔" انہوں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اس پر سب لوگ ہنسنے لگے... لیکن انسپکٹر جمشید اور ان کے ساتھی نہیں ہنسے تھے:

"جڑیں تو سبھی کے بالوں میں ہوتی ہیں... لیکن ان جڑوں کے ذریعے آج کل مجرم پکڑنے کا کام بہت آسان ہو گیا... آپ کے اس بال کا ڈی این اے ٹسٹ کرایا جا چکا ہے... آپ کے سر سے ایک اور بال جڑ سمیت لیا جائے گا... اور اس کا ڈی این اے ٹسٹ کیا جائے گا... اگر دونوں بالوں کے خلیات ایک ہوئے تو آپ مجرم... ورنہ آپ مجرم نہیں۔"

"نن... نہیں۔" نوازش سلیم کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

☆☆☆☆☆

غلط آدمی

وہ سب سکتے میں آگئے۔ فوراً یہ بات جان لی کہ بال انہی کا ہے... ورنہ وہ اس قدر خوف زدہ کیوں ہوتے:

"تو پھر نوازش سلیم صاحب اب اپنے جرم کی تفصیل سنا دیں۔"

"مم... میں نے یہ قتل نہیں کیا۔"

"ارے... کیا واقعی۔" محمود نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے... میں نے یہ قتل نہیں کیا... لیکن قتل کے اس جرم میں میں برابر کا شریک ضرور ہوں... یہ میں تسلیم کرتا ہوں۔"

"اللہ کا شکر ہے، آپ نے اتنی بات تو مانی... اب باقی تفصیل بھی آپ سنا دیں۔ تو بہتر ہوگا... اس طرح آپ فائدے میں رہیں گے... ورنہ میں اپنے اندازوں کی بنیاد پر بیان کروں گا۔"

"جی اچھا... یہ ساری پٹی دراصل مجھے میرے مکار دوست

رانا منیر انور نے پڑھائی تھی... اور یہ بات کوئی آج کی نہیں... کافی مدت پہلے اس نے مجھ سے یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ اگر ہم امداد حاصل کو ایک منصوبے کے تحت قتل کر دیں تو الزام ارشاد حاصل اور فریاد حاصل پر آئے گا... یہ دونوں قتل کے الزام میں پکڑے جائیں گے ...اور ہم مزے اڑائیں گے... مزے اس طرح کہ امداد حاصل کی جائیداد بہت بڑی ہے... اس بہت بڑی جائیداد کے سب سے بڑے دو حصے دار قتل کے جرم میں پھنس جائیں گے... باقی حصے داروں کو بہت بہت زیادہ حصہ ملے گا..."

"لیکن... اس طرح آپ کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے... آپ کا تو اس جائیداد میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔" ارشاد حاصل نے برا سا منہ بنایا۔

"فریاد حاصل کا حصہ ظاہر ہے، ان کی بیوی کو ملنا تھا... ان کی بیوی آخر میری بہن ہے... بہن کو شیشے میں اتار کر اس سے کیا حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا... فریاد حاصل کا بیٹا ابھی بہت چھوٹا ہے... اس کی سرپرستی بھی ماموں جان کرتے... اس طرح سارا حصہ ان کے قبضے میں آتا... بس یہ منصوبہ تھا اس بڑے دوست کا... میری غلطی اس معاملے میں یہ ہے کہ میں نے ایک غلط آدمی کو دوست بنایا تھا... اور اس کا

نتیجہ آج میرے سامنے ہے ... نہ میں اسے دوست بناتا، نہ یہ دن دیکھنا
پڑتا ... " یہاں تک کہہ کر نوازش سلیم خاموش ہو گیا... اس کی آنکھوں
میں آنسو بہنے لگے ... اس کی بہن اس کی طرف پتھرائی ہوئی آنکھوں
سے دیکھ رہی تھی ...ایسے میں انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دینے لگی:

"لیکن کیس اب بھی مکمل طور پر صاف نہیں ہوا... اس میں اب
بھی الجھن باقی ہے اور وہ یہ کہ یہ دونوں حضرات تو گھر میں تھے...
گھر کے ملازم بھی اس بات کے گواہ ہیں ... کہ یہ اس رات گھر میں
تھے جس رات امداد حاصل کو قتل کیا گیا۔ مسٹر نوازش سلیم !کیا آپ اس
بات پر روشنی ڈالیں گے ۔"

"جی ... جی نہیں... اس بارے میں مسٹر رانا منیر انور بتائیں
گے... کیونکہ اصل منصوبہ ان کا تھا ... ساری تفصیل انہوں نے طے کی
تھی ... مجھے نہیں معلوم ... یہ سب کیسے کیا گیا ...میرے ذمے تو بس
اتنا کام تھا کہ میں ان دونوں حضرات کے روزمرہ استعمال کی ایک ایک
چیز لے آؤں ... میرے لیے یہ کنگھا اور چیپ سٹک اڑا لانا ذرا بھی
مشکل کام نہیں تھا ... کیونکہ آخر میرا بھی اس گھر سے خاص تعلق تھا ...
باقی کام رانا منیر نے کیا ... میں نہیں جانتا ۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں... میرا بھی یہی اندازہ ہے ... رانا

صاحب آپ کیا کہتے ہیں ۔"

"میں نے ایسا کوئی منصوبہ نہیں بنایا... یہ اگر کوئی منصوبہ تھا تو خود
نوازش سلیم ہوگا ... اور اس رات میں ان کے ساتھ رہا ہوں ...خود
انہوں نے یہ بیان دیا ہے ...میرا بیان بھی یہی ہے ... تب پھر میں
کیسے امداد حاصل کو قتل کر سکتا تھا ۔"

"مگر آپ کا بال... اس بارے میں کیا کہیں گے آپ کہ آپ کا
بال کنگھے میں موجود ہے۔"

"وہ نوازش سلیم نے ہی چرا کر لگایا ہوگا، جب وہ کنگھا اور چیپ
اسٹک چرا سکتے ہیں ..تو میرے سر سے بال چرا کر کنگھے میں پھنسانا کون
سا مشکل کا ہے۔" رانا منیر انور نے بے فکر انداز میں کہا۔

"کیا... جھوٹے ... مکار... فریبی... مجھے گناہوں کی اس منزل
پر لا کر خود صاف بچ جانا چاہتے ہو ۔"

"تب پھر میرے خلاف ثبوت پیش کریں اور سزا دلوا دیں ۔"
اس نے بے فکری کے انداز میں کہا ۔

"اب ... انسپکٹر صاحب... اب کیا ہوگا ...یہ تو صاف انکار کر
رہا ہے ... مجھے پھنسوا کر خود معاملے سے الگ ہو رہا ہے ۔" نوازش سلیم
نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"ہاں! یہ ایسا کر رہا ہے... لیکن کر نہیں پائے گا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا مطلب؟"

"میں بتاتا ہوں..." یہ کہہ کر وہ طفرل بیگ کی طرف مڑے اور بولے:

"اس کا نام جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ ....طغرل بیگ ہے... چونکہ یہ کام اس سے لینا تھا... لہٰذا میرے دوست خان رحمان اور اس کے بیوی بچوں کو اغوا کیا گیا... اور انھیں یرغمال بنا کر اپنے ایک ساتھی ریاض اچھو کو جیل سے چھڑایا گیا... میں نے آئی جی صاحب سے وعدہ کیا تھا کہ خان رحمان کو چھڑانے کے لیے اس شخص کو چھوڑ دیں... اسے پھر جیل پہنچانا میرا کام ہوگا... سو دیکھ لیں... یہ دونوں اب ہمارے قبضے میں ہے... تو اب بات یوں ہے کہ یہ شخص دراصل ساتھی ہے... رانا منیر انور وکیل کا... اسے ضمانت پر جیل سے کئی بار رانا صاحب نے رہا کروایا... یہ تمام معلومات ہم حاصل کر چکے ہیں... طغرل بیگ نے تفصیلات بیان کر دی ہیں... امداد حاصل کو قتل کرنے کے لیے دراصل اسے بھیجا گیا تھا...اس طرح اس نے یہ کام کیا... اسے اندازہ تھا کہ اسے پھانس کر وکیل خود الگ ہو سکتے ہیں... لہٰذا اس نے اپنی اور ان

کی تمام گفتگو ریکارڈ کر رکھی ہے... اس کے علاوہ میں رانا منیر کے مجرم ہونے کا ایک ثبوت پیش کروں گا اور وہ ثبوت ایسا ہے کہ رانا صاحب کو بھی اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں... اس بات کو طغرل بیگ نے چھپایا ہوا ہے... ہاں تو رانا منیر انور آپ کیا کہتے ہیں... امداد حاصل کو کس نے قتل کیا ہے۔"

"مجھے نہیں معلوم۔" اس نے پھر غرور انداز میں کہا۔

"خان رحمان اور ان کے گھر کے افراد کو کس نے اغوا کیا۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"اچھی بات ہے... میں آپ کو وہ گفتگو سنواتا ہوں... جو اغوا کرنے والے اور ہمارے درمیان ہوئی تھی... جب اس نے مطالبہ کیا تھا کہ خان رحمان کو چھڑانے کے لیے ریاض اچھو کو رہا کرنا ہوگا... سب لوگ اس بات چیت کو غور سے سنیں... اس کے بعد جب ریاض اچھو کو رہا کیا گیا اور وہ اپنے خاص ٹھکانے پر پہنچا تو رانا منیر صاحب نے طغرل بیگ کے گھر جا کر اس سے ملاقات کی تھی...وہاں ہونے والی گفتگو طفرل بیگ نے ریکارڈ کر لی تھی... کیونکہ اسے ڈر تھا کہ رانا منیر انور اسے بھی دھوکا دے سکتا ہے... لہٰذا طغرل بیگ پوری طرح ہوشیار تھا اور اس نے بات چیت ریکارڈ کی

تھی... اس بات چیت میں رانا منیر انور نے قتل کا سارا منصوبہ اسے سمجھایا ہے... آپ سب یہ بات چیت سن سکتے ہیں... ہم عدالت میں بھی یہ بات چیت سنائیں گے اور وہ بات چیت بھی سنائیں گے... جو خان رحمان کے اغوا کے سلسلے میں اس کے اور ہمارے درمیان ہوئی ہے ... پہلے آپ گفتگو سنیں جو ہمارے اور اس کے درمیان ہوئی تھی...''

یہ کہہ کر انہوں نے گفتگو سنانے کے لیے اپنی گھڑی کا بٹن دبا دیا... گفتگو نشر ہونے لگی۔ وہ سب غور سے سنتے رہے... اس کے بعد انہوں نے طغرل بیگ اور رانا منیر انور کے درمیان ہونے والی بات چیت سنانا شروع کی... اس میں وہ قتل کا سارا منصوبہ بیان کرتا سنا گیا... آخر میں اس نے کہا:

''ہاں طغرل بیگ... تم اچھی طرح سمجھ گئے ہو... ہوں...''

''یس سر... آپ فکر نہ کریں... بالکل اسی طرح عمل کروں گا جس طرح آپ نے سمجھایا ہے۔''

''بس ٹھیک ہے۔''

اس کے بعد یہ گفتگو ختم ہوگئی... انسپکٹر جمشید نے سب لوگوں کی طرف دیکھا... پھر انہوں نے کہا:

''آپ لوگوں کا ان دونوں آوازوں کے بارے میں کیا خیال

ہے... ہم سے بات کرنے والا اور طغرل بیگ سے بات کرنے والا ایک ہے یا نہیں۔''

''بالکل ایک ہے...'' سب نے ایک آواز میں کہا... سوائے ایک کے:

''ہرگز نہیں۔'' رانا منیر انور نے پر زور انداز میں کہا۔

''کیا ہرگز نہیں۔''

''مسٹر... انسپکٹر جمشید آپ یہ نہ بھولیں کہ آپ ایک وکیل سے بات کر رہے ہیں اور یہ سب لوگ وکیل نہیں ہیں... لہٰذا انہوں نے فوراً کہہ دیا کہ آواز بالکل ایک ہے... جب کہ میں کہتا ہوں... یہ دونوں آوازیں ایک ہوں گی... لیکن یہ میری آوازیں نہیں ہیں... ہاں کسی نے میری آواز کی نقل کی ہے۔''

''اچھا... یہ بات ہے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ہاں! بالکل یہی بات ہے۔'' اس نے برا سا منہ بنایا۔

''خیر... ہم آپ کو ایک تیسری گفتگو سناتے ہیں... وہ گفتگو ہمارے اور آپ کے درمیان دفتر میں ہوئی تھی... جب ہم آپ سے پہلی بار ملے تھے۔''

''وہ بھی سنا دیں... دیکھتے ہیں... آپ اس سے کیا ثابت

کرتے ہیں... ہوں۔"

"میں سنوا رہا ہوں۔"

اب انہوں نے اپنی گھڑی کے ذریعے وہ گفتگو سنائی... جو ان کے اور رانا منیر انور کے درمیان ہوئی تھی... اس کے ختم ہونے پر ارشاد حاصل نے کہا:

"یقیناً یہ آواز بھی رانا صاحب کی ہے... اب یہ مانیں نہ مانیں۔"

"یہ تو کبھی نہیں مانیں گے... لیکن عدالت ضرور مانے گی۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"ہرگز نہیں مانے گی عدالت بھی۔" رانا منیر نے پرزور انداز میں کہا۔

"وہ کیوں...؟" انسپکٹر جمشید نے پلکیں جھپکائیں۔

"اس لیے کہ آواز کی نقل کرنا ذرا بھی مشکل نہیں۔"

"حاضرین! میں نے یہ بات واضح طور پر کہہ دی تھی کہ جب تک ہم مجرم کے خلاف پورا پورا ثبوت حاصل نہ کر لیں... اس وقت تک مجرم پر ہاتھ نہیں ڈالتے۔"

"اور اس کیس میں آپ ایسا نہیں کر سکے۔" رانا منیر ہنسا۔

"طغرل بیگ... کا بیان موجود ہے۔"

"میری آواز کی نقل کی ہے کسی نے۔"

"آواز کی نقل تو کی جا سکتی ہے... لیکن فطری علامت کی نقل نہیں ہو سکتی... نہ فطری عادات کا دوسروں کو پتا ہوتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے پر اسرار انداز میں کہا... ساتھ میں وہ مسکرا بھی رہے تھے۔

"فطری عادات کیا مطلب۔"

"سنیے... پہلی بار جب ہم ملے تھے، اس وقت کی پوری گفتگو تو میں آپ سب کو سنوا چکا ہوں... اس گفتگو میں اس وقت کا ایک جملہ بھی سناتا ہوں... اس جملے کے آخر میں آپ 'ہوں' کہتے سنائی دیں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ہوں والا جملہ سنوا دیا... پھر کہنے لگے:

"جب آپ نے خان رحمان کو اغوا کرنے کے بعد بات کی... اس کا ایک جملہ بھی سنیے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے جملہ سنوا دیا... اس کے آخر میں بھی 'ہوں' موجود تھا۔ اب انہوں نے کہا:

"اب اس گفتگو کا ایک جملہ سنیے جو آپ کے اور طغرل بیگ کے درمیان ہوئی تھی... اس کے آخر میں بھی 'ہوں' موجود ہے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے وہ جملہ بھی سنوا دیا ... اب تو سب حاضرین کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں ... خود مجرم کا چہرہ لٹک گیا ... اس کی آنکھوں کی چمک بجھ گئی ... ایسے میں انسپکٹر جمشید نے کہا:

"اور یہی نہیں... ہماری اس وقت کی گفتگو کے ایک جملے کے آخر میں بھی 'ہوں' موجود ہے ... لیجیے ... وہ بھی سن لیجیے ... ابھی ابھی وہ جملہ ہم ان کے منہ سے سن چکے ہیں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے وہ جملہ بھی سنا دیا ... پھر انہوں نے کہا:

"اب آپ کیا کہتے ہیں۔"

"اب میں کیا خاک کہوں گا ... آپ نے تو ثبوتوں کے انبار لگا دیے۔" اس نے جلے کٹے اور تلملائے ہوئے انداز میں کہا۔

"اس کا مطلب ہے ... ہمارا کام ختم اور اب ہم اپنے گھر کا رخ کر سکتے ہیں۔" فاروق نے لمبا سانس بھرا۔

"ہاں تو اور کیا ... یہاں کب تک بیٹھے رہیں گے ... انکل اکرام ... چلیے اپنا کام کیجیے ... جو ایسے موقعوں پر آپ کرتے ہیں۔"

اکرام مسکرا دیا اور ہتھکڑی لیے ان کی طرف بڑھا:

"ایک منٹ بھئی ... ایسی بھی کیا جلدی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا ... اکرام حیرت زدہ سا رک گیا۔

"رانا منیر انور صاحب... آپ کا کیا خیال ہے ... اس کیس کے تین مجرم ہیں ... طغرل بیگ... نوازش سلیم اور آپ ... آپ کے خیال میں تینوں میں سے قاتل کون ہے۔"

"ریاض اچھو، کیونکہ طغرل بیگ نے ریاض اچھو کو ہی قتل کے لیے بھیجا تھا۔" رانا منیر انور نے منہ بنایا۔

"آپ کیوں نہیں۔"

"اس لیے کہ یہ کام میں نے اپنے ہاتھ سے نہیں کیا ... طغرل بیگ اور ریاض اچھو نے کیا ہے۔"

"لیکن طغرل بیگ کو حکم تو آپ نے دیا تھا ... نوازش سلیم کو بھی آپ نے ہی جرم کے راستے پر لگایا تھا ... ورنہ یہ غریب تو ایسی بات سوچ بھی نہیں سکتے تھے ... لہٰذا اس کیس کے اصل مجرم آپ ہیں... اب بتائیے قاتل آپ ہیں یا نہیں۔"

"ہاں۔" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا ... انہیں یوں لگا جیسے اس کی آواز کسی اندھے کنواں میں سے آئی ہو۔

"مسٹر ریاض اچھو... آپ کیا کہتے ہیں۔"

"جی... کس بارے میں۔"

"اسی جرم کے بارے میں ... قاتل کون ہے۔"

"رانا منیر نے جرم تسلیم کر تو لیا ہے۔" اس نے بڑا سا منہ بنایا۔

"ہاں! کر تو لیا ہے... لیکن آپ کیا کہتے ہیں۔"

"میں قاتل نہیں ہوں... اگرچہ میں نے قتل کیا ہے۔"

"کیا کہا... آپ قاتل نہیں ہیں... اگرچہ آپ نے قتل کیا ہے... یہ کیا بات ہوئی۔" ارشاد حاصل نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی... کیا مطلب؟"

"ریاض اچھو کے اس کھڑکی کے ذریعے اندر داخل ہونے سے پہلے امداد حاصل صاحب نے نیند کی گولیاں... زیادہ مقدار میں کھا لی تھیں... غالباً وہ بھول گئے کہ گولیاں کھا چکے ہیں... اس لیے انہوں نے دوبارہ گولیاں کھا لیں... اور نیند میں تیسری بار پھر کھالیں... بس ان کا وقت آچکا تھا... یہ غلطی ہوئی تھی ان سے... یہاں ڈاکٹر صبوری صاحب موجود ہیں... انہوں نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ دو گولیوں سے زیادہ ہرگز نہ کھائیں... لیکن اس رات انہوں نے غنید میں یہ غلطی کر ڈالی اور اللہ کو پیارے ہو گئے اور پوسٹ مارٹم رپورٹ میں بھی یہ ذکر آچکا ہے کہ موت نیند کی گولیاں زیادہ مقدار میں کھانے سے موت ہوئی جس کا

میں پہلے ہی اندازہ لگا چکا تھا۔"

"کیا کہا... اللہ کو پیارے ہو گئے۔"

"جی ہاں! ادھر ان کی جان نکلی... ادھر ریاض اچھو ان کے کمرے میں داخل ہوا... اس نے فوراً بھانپ لیا کہ وہ مر چکے ہیں ...اب اس کے ذہن میں آیا... رانا منیر انور کا منصوبہ تو اس طرح فیل ہو جائے گا... کیونکہ قدرتی موت کی صورت میں ساری جائیداد حصہ داروں میں تقسیم ہو گی... ارشاد حاصل اور فریاد حاصل کو پورا پورا حصہ ملے گا... لہٰذا منصوبہ ختم... یہ سوچتے ہی اس نے خنجر کا وار مردہ امداد حاصل کے سینے پر کر دیا۔"

"کیا!!!" وہ سب چلا اٹھے۔

"جی ہاں! یہی ہوا ہے... آپ ریاض اچھو سے پوچھ لیں۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

اب سب کی نظریں ریاض اچھو کی طرف اٹھ گئیں... اس نے فوراً ہاں میں سر ہلایا اور کہنے لگا:

"بالکل یہی بات ہے... جب میں کمرے میں داخل ہوا، وہ مر چکے تھے..."

"اور مرنے کے فوراً بعد چونکہ خون جمنا شروع ہو جاتا ہے، اس

لیے خنجر لگنے پر بہت کم خون نکلا... اسی بنیاد پر ہم نے پوسٹ مارٹم کرایا تھا کہ ان کا ڈیل ڈول تو بہت ہے ... خون اتنا کم کیوں نکلا ...پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے یہ کہانی سنائی کہ ان کی موت خنجر لگنے سے نہیں ، بلکہ اس سے پہلے ہی نیند والی گولیاں زیادہ مقدار میں لینے سے ہوئی ہے ۔"

"اوہ ... اوہ ۔"

" اور پھر میں نے ریاض اچھو سے ساری کہانی اگلوائی... اس طرح میں بات کی تہہ تک پہنچا ... اب اگرچہ ریاض اچھو، نوازش سلیم اور رانا قاتل بننے سے تو بال بال بچ گئے... لیکن انہوں نے قتل کا ارادہ ضرور کر لیا تھا ... لہٰذا سزا کا فیصلہ عدالت کرے گی... غلط طریقے سے دولت حاصل کرنے کی منصوبہ بندی کی بہرحال ،انہیں سزا ملے گی ... اگرچہ وہ سزا قتل کی نہیں ہو گی..."

"لیکن ابا جان ... وہ پروفیسر انکل پر جو حملہ کروایا گیا ...وہ کیوں کروایا حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی ۔"فرزانہ نے پوچھا۔

میرا خیال ہے کہ وہ تم لوگوں کو الجھانے کے لیئے طغرل بیگ کی ایک حرکت تھی... آدمیوں کی تو اس کے پاس ویسے ہی کمی نہیں ہے کیوں بھائی ؟" آخر میں انسپکٹر جمشید نے طغرل بیگ سے پوچھا۔

"جی ہاں! آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں ...اصل میں ہمیں محمود، فاروق اور فرزانہ کے وہاں پہنچنے کی بالکل امید نہیں تھی ۔" یہ کہہ کر اس نے پھر سر جھکا لیا۔

"ابا جان ایک سوال اور ہے کہ رانا منیر انور اور نوازش سلیم نے تو کہا تھا کہ یہ لوگ دس بجے سے ان کے گھر پر تھے ...مگر ان کے ملازم کا کہنا ہے کہ یہ لوگ ساڑھے گیارہ بجے آئے تھے... اس تضاد کی آخر کیا وجہ تھی، جبکہ قتل ساڑھے بارہ بجے ہوا تھا اگر یہ ساڑھے گیارہ بھی کہتے تو کوئی فرق نہ پڑتا۔" فاروق نے پوچھا۔

"ہاں یہ ان کے خلاف ایک اور ثبوت ہے ...اصل میں ان لوگوں نے قتل کا وقت بارہ سے ساڑھے بارہ رکھا تھا...لیکن پہنچے یہ لوگ اپنے گھر ساڑھے گیارہ بجے... اب انہوں نے سوچا کہ کہیں قاتل تھوڑا پہلے نہ پہنچ گیا ہو اور پوسٹ مارٹم رپورٹ میں وقت ساڑھے گیارہ ہی نہ آجائے ...اور ان پر شک کیا جائے اس لئے ان لوگوں نے اپنے آپ کو مزید محفوظ بنانے کے لئے دس بجے کا وقت پہلے ہی طے کر لیا کہ جب ان سے وقت پوچھا جائے تو دس بجے کا بتائیں گے...مگر ان کے وہم و گمان میں بھی نہ ہو گا کہ کوئی ان کے ملازم سے بھی وقت پوچھ لے گا... اور اس کے ساتھ ہی یہ کیس اپنے اختتام کو پہنچا ۔"

"اور یہ اچھی بات ہے کہ یہ کیس اپنے اختتام کو پہنچ جاتا ہے ... اگر نہ پہنچے تو یہ بات ہمارے لیے کس قدر پریشانی کی ہوگی۔"

فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔

"ہے کوئی تک اس بات کی۔" محمود جھلا اٹھا۔

"پتا نہیں۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"کیا پتا نہیں؟" محمود نے جل کر کہا۔

"یہ کہ اس میں کوئی تک ہے یا نہیں۔"

"ہے کوئی تک۔" محمود جھلا اٹھا۔

"اس کا بھی پتا نہیں۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔

"توبہ ہے تم سے۔"

انسپکٹر جمشید چلا اٹھے اور وہ سب مسکرانے لگے ... اکرام اپنا کام کر رہا تھا۔

آواز کا جادوگر

اشتیاق احمد

☆ کال بیل کی آواز صرف فاروق نے سنی۔

☆ باقی کوئی سُن نہ سکا۔

☆ دوبارہ گھنٹی بجی تو آواز صرف محمود کے کانوں میں آئی۔

☆ ایک جادوئی آواز جو کبھی کسی کو سنائی دیتی اور کبھی کسی کو۔

☆ اگر وہ آواز جادو کی تھی تو کون تھا جادوگر؟

☆ اور جب انہوں نے باہر جا کر دیکھا تو دروازے پر کوئی نہ تھا۔

☆ لیکن گھنٹی بجنے کی آواز بدستور سنائی دے رہی تھی۔

☆ گھنٹی پر کسی کے اُنگلیوں کے نشان بھی نہیں تھے۔